





خواجه سمس الدين عظيمي

أسئلو

#### فهرست

خواب-ایک سمر بسته راز
بمزاد
يياريوں ميں عقل
چار طاقتیں
ٹرانپیرنٹ مخلوق
کا ئنات معین مقد ارول سے بنی
تصور شیخ کیوں ضروری ہے؟
بر كام مي <i>ن</i> نقصان
مر اقبہ کے ذریعے روحانی علاج
روشني ـ ثقل ـ ابعاد
روح اور اسلام
روحانيت اور علم نجوم
ٹیلی پینتی کی مشقیں
سيدهے كندهے كى طرف ديكھئے
(۵۰۰۰) پانچ بز ارسال پر اناعلاج



تمام عالم حلقه دام خیال ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
روشنی کی بنیاد الله کانور ہے
زنگ آلو ده سياه دل
نيگيڻيو بني
جنى تبريلى
طلسماتی در خت.
وظائف کے نقصانات
انسانی ذہن اور کا ئناتی گراف
وطا نُف کی رجعت
ہائیڈرو جن بم
روح کا جمود انسان کو بے چین کر دیتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
انسان کے اندر دو دماغ کام کرتے ہیں
اندرونی صلاحیتیں
نىمە كيا ہے
نقتوف كيا ہے؟
خيال اور اناء





42	کپالی چڑھالی
44	اند ھیر انجھی روشنی ہے
44	آئينه اور صورت
45	آئينه کا قانون
46	علم لا اور علم إلا
47	جوا کھیلنے کی عادت
47	مکان کی ضرورت (توکل اور استغناء)
49	هیناترهم اور جادو
49	علم الاساء کیاہے
50	پیراسائیکالوجی(قلندر کامقام)
51	جا گنااور سونا
52	ور خت کے تین پتے
52	تعویذ اور ہند ہے
53	نقطه •
56	خصوصی عمل برائے روز گار
56	مقصد پورا ہو گیا



و حانی قوت اور ایٹم بم ایک ہی اصول کے تحت کام کرتے ہیں
پیر اسائیکالو.تی
ہیر اسائیکالو جی (شک اور وسوسے)
ېير اسائيکالو جي (شچې خو شي )
ہیر اسائیکالوجی (سانس کے دوڑخ)
پیراسائیکالوجی(تدّلیٰ)
پیراسائیکالوجی (دورُ خی تخلیق)
بیر اسائیکالوجی (اسلام آخری مذہب)
بیر اسائیکالوجی ( قرب نوافل )
بير اسائيكالوجي (نسبت)
<u>م</u> ادو کیاہے؟
وح کہاں نہیں ہے؟
نيان اور جنات
اتھ کی لکیروں کی حقیقت
سم اعظم
بير اسائيکالو جي (علم واجب)





پیراسائیکالوجی(علم لا)
تصوّف اور بیعت
حضرت عثمان غی الله الله عثمان عنی الله الله الله الله الله الله الله الل
خواب اور ڄاري زندگي
پیری مریدی
كېپوٹر
اجماعی خود کشی
قوت خيال
لوح <b>محفوظ</b>
نماز اور معراج
علم القلم كيا ہے
سانس اور روحانی علوم
انالله وانااليه راجعون
روحانيت اور استدراج
مقناطیسیت کیاہے؟
وحدت الوجو د





ناقص العقل
ماضی اور مستقبل کامشاہدہ
عقيده99
لا هوت سے ناسوت تک
استغناء
زېنى يكسوئى
اعضاء کی پیوند کاری
لوح محفوظ اول، لوح محفوظ دوئم
ىلى پىيقى
فز کس، سائیکالو جی اور پیر اسائیکالو جی
پیر اسائیکالوجی (شعور میں تغیر)
تصور ثیخ
فهوالمراد
سكون
علم حصولي
مراقبه اور نماز





ترک دنیا
جنات کی زبان
مادی اور روحانی زندگی
119WHAT IS AURA
ہماری نسلیں
سکون آشاز ندگی
انبیاء کی طر ز فکر
تيسرى آنگھ اور اسپيس
يېترين صناعي
دوطر فه محبت
خوشحالی اور سکون
چإند اور در خت
شیلی ویژن
مراقبه اورخواب
زوجين
لوح محفوظ



يقين اور تو كل
راغب ہوجائے
صلوة اور نماز
لطائف اور علم لدٌ في
پیراسائیکالوجی(مراقبہ)
مراقبہ کی تعریف
اطلاع
اسم رحيم نوري مجموعه
مشايده
اطمينان قلب
جبرائيل ـ ميكائيل
نیچر کی عادت
آد می خواب کیوں دیکھتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
مثلث اور دائره.
ر نگوں کی ساٹھ قشمیں
زمانیت اور مکانیت



10





أسئلو

اسلو

خانوادہ سلسلہ عظیمیہ، حامل علم لدّنی، بانی نظریہ رنگ و نور، بانی قلندر شعور، چیف ایڈیٹر روحانی ڈائجسٹ، چیف ایڈیٹر ماہانہ قلندر شعور، چیف ایڈیٹر ماہانہ قلندر شعور، بانی رنگ و روشنی سے علاج، وارث علوم قلندر بابااولیاءٌ مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی کو صدر الصدور، امام سلسلہ عظیمیہ قلندر بابااولیاً نے سلسلہ کی تعلیمات بھیلانے اور سلسلہ چلانے کی ذمہ داری دی تھی۔ آپ نے 1966سے اخبارات اور جرائد میں روحانی علوم کی تراو بچ کے لیے مضامین لکھنے شروع کئے۔ روزنامہ حریت، جسارت، مشرق اور جنگ میں آپ اخبارات اور جرائد میں روحانی علوم کی تراو بچ کے لیے مضامین لکھنے شروع کئے۔ روزنامہ حریت، جسارت، مشرق اور جنگ میں آپ کے مضامین ہوتے تھے۔

روزنامہ جنگ میں آپ نے 80 کی دہائی میں روحانی ڈاک کے نام سے ہفتہ وار کالم شروع کیا جو کہ 1999 تک چھپتارہا۔ علم دوست، روحانی وماورائی علوم کے شاکقیں بڑی شدت سے اس کالم کا انتظار کرتے اور اپنے علم کی پیاس بجھاتے۔ لاھور میں ڈاکڑ مجمد اکمل عظیمی پروفیسر نیور سر جن جنرل ہپتال لاھور، بڑی اہتمام سے جنگ کے کالم اپنے پاس محفوظ رکھتے۔ میں نے اور ڈاکٹر اکمل نے ان کالمزکو ایک مجموعہ سے ایک مجموعہ کی شکل میں کتاب کی صورت میں جلد کر والیا اور مر شد کریم کی خدمت میں پیش کیا۔ ڈاکٹر اکمل کے ان کالمزکے مجموعہ سے بہت سی کتب بنائی گئی۔ انچارج مر اقبہ ہال لاھور میاں مشاق احمد عظیمی نے اس مجموعہ سے روحانی ڈاک کی 4 جلدیں چھالی، پھر ان میں سے صرف خواتین و حضرات کے مسائل "کاب سے متعلقہ سوالات کو الگ کر کے "خواتین کے مسائل" اور "حضرات کے مسائل "کتاب جھائی، عزیز م شہز ادا حمد نے اپنی کتب کے لیے ان کالم سے مد دلی۔

ان کالم میں قار کین کے جسمانی، معاشی اور معاشرتی مسائل کے علاوہ بہت ہی زیادہ علمی اور تفکر طلب سوالات بھی ہوتے سے ۔ جن میں پیر اسائیکالوجی کے ٹاپک پر بہت سے سولات ہیں۔ میں نے ان کالمزمیں سے تقریباً 125 سوالات جو کہ پیر اسائیکالوجی اور علمی نوعیت کے تھے کوالگ کر کے کتابی صورت دی۔ تاکہ یہ علمی ورشہ ماضی کی تہہ میں دفن نہ ہوجائے، علم دوست لوگوں تک ان کو پہنچایا جائے اور مرشد کریم کے علوم کا ذخیرہ محفوظ ہوسکے۔

حامل علم لدینی مرشد کریم کاروحانی علوم اور کائناتی اسرار ورموز پر عبوران جوابات میں نظر آتا ہے۔ بہت سے مسائل کا حل ایسا پیش کیا جس کی تشریح یا توجیه پیش نہیں کی جاسکتی یا بھی نوع انسانی کاشعور اس قابل نہیں ہوا کہ ان کو سمجھ سکے۔

الله مجھے میرے مرشد کے علوم کاوارث بنائے

گرو کا داس



#### خواب ایک سربسته راز

سوال: کہتے ہے کہ خواب علم نبوت کاچالیسواں باب ہے۔برائے کرم اس کی وضاحت فرمائیں کہ خواب ہمیں کیوں نظر آتے ہیں اور ان کی کیا حقیقت اور فضیلت ہے؟

جواب -: ہماری زندگی دوعالموں میں گزرتی ہے۔ ایک عالم خواب اور دوسراعالم بیداری۔ ہماری زندگی کا نصف حصہ خواب کی حالت پر مشتمل ہے۔ لیکن یہ کبھی نہیں سوچتے خواب کیا ہے؟ اس کی حقیقت اور اہمیت کیا ہے؟ اس لیے عالم خواب ہمارے لیے اب تک سربستہ راز ہے جس سے ناوا قفیت کی بنیاد پر ہم اپنی زندگی کا نصف حصہ ضائع کر دیتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ عالم خواب حقیقی ہے اور بیداری محض اس کا عکس ہے، پر تو ہے۔ خواب عالم بیداری کے متوازی سرگرم حقیقی عالم ہے اور بیداری مفروضہ ہے۔ کتنی بڑی غلط ہنجی اور کو تاہ نظری ہے کہ عالم خواب کا وہ مختصر حصہ جو بیدار ہونے کے بعد یا درہ جاتا ہے اسے ہم خواب کے نام سے تعبیر کرتے ہیں

سے خواب کی حالت نیند میں طاری ہوتی ہے اور کبھی تصویر وں کا احساس ہوتا ہے، کبھی آواز کا، کبھی وزن کا، کبھی خوشی اور مسرت کا، کبھی غم اور حزن و ملال کا، لیکن آ کھے اور کان کے عمل دیکھنے اور سننے کی معرفت احساس زیادہ ہوتا ہے۔ سے خواب مدارج علم نبوت کا حصہ ہیں، حضور سرور کا کنات مَنَّ اللَّهُ عَلَم عُلَم نبوت کا حصہ ہیں، حضور سرور کا کنات مَنَّ اللَّهُ عَلَم کی معرفت احساس زیادہ ہوتا ہے۔ سے خواب دیکھائی دیتے سے۔ ظہور نبوت کے بعد اگر چہ و حی کا نزول شروع ہو چکا تھا پھر بھی آپ مَنَّ اللَّهُ عَلَم کی جاتی ہے کہ نبی کے خواب وحی ہوتے ہیں۔

تسلیم کی جاتی ہے کہ نبی کے خواب وحی ہوتے ہیں۔

وجدان کی قوت کی بیداری کے بعد ہر حواس ہر عقل اس کا جزوبین جاتی ہے، وجدان جب ترقی کر کے ایسے در جے پر پہنچ جائے کہ وحی کانزول شروع ہو جائے تواس مقام پر خواب دیکھنا بھی وحی کادر جہ رکھتا ہے۔ سپے خواب دیکھنے والے کی شخصیت اتنی ترقی کر جاتی ہے کہ اس کی ذات ایک گروہ، قوم، اقوام، عالم اور عالمین کے دائروں میں درجہ بدرجہ پھلتی چلی جاتی ہے۔ ایسی حالت میں وہ ناصرف اپنی ذات اور اپنی قوم سے متعلق سپے خواب دیکھتا ہے بلکہ یہ سلسلہ دراز ہو کر اسے دوسری اقوام، عالم اور عالمین سے متعلق خواب نظر آنے لگتے ہیں۔

ایسے خواب اس کی ذات کا حصہ مانے جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں اس کا تعلق قوم، اقوام، عالم اور عالمین سے کم از کم نفسیاتی طور پر ضرور قائم رہتا ہے۔ انسانی ذات کی گہر ائیاں ہے انتہا اور لامحدود ہیں۔ کوئی ذات کوئی ہستی کبھی کبھی اتنی ترقی کر جاتی ہے اور ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ وہ تنہا ایک گروہ، قوم، اقوام، عالم اور عالمین کے متر ادف سمجھی جانے لگتی ہے۔ سپچ خواب پر کسی نہ کسی حواس کا اثر غالب رہتا ہے اسی لحاظ سے خواب میں اکثر جسمانی تعلقات نفس کے ساتھ قائم رہتے ہیں۔ مگر جوں جوں نفس ترقی کرتا ہے جسم کا تعلق کم ہوتا جاتا ہے۔ نفس اور روح کا تعلق وجدان کی قوت عمل سے بڑھتا جاتا ہے۔



## v.ksars.org

#### ہمز اد

سوال: ایک محفل میں ہم بہت سے لوگ جمع سے جو دراصل ایک بزرگ کی زیارت کے شوق میں گئے سے۔ ایک صاحب نے خواب کے بارے میں پوچھاتوان بزرگ نے جواب دیا کہ "انسان جب پیدا ہو تا ہے تواس کے ساتھ اُس کا ہمز ادبھی ہو تا ہے اور بیہ کہ ہمز اد کا تعلق جنات سے ہو تا ہے۔ جو انسان مرنے کے بعد دکھائی دیتا ہے تواس کی اصل روح نہیں ہوتی، کیونکہ مرنے کے بعد انسان کی عمر میں فرق ہے انسان کے مقام پر چلی جاتی ہے۔ جنات اور انسان کی عمر میں فرق ہے انسان کے مقام پر چلی جاتی ہے۔ جنات اور انسان کی عمر میں فرق ہے انسان کے مقام پر چلی جاتی ہے۔ جنات اور انسان کی عمر میں فرق ہے انسان کے مقام پر چلی جاتی ہمز ادکی عمر زیادہ ہوتی ہے چنانچہ مرنے کے بعد جس شخص کو خواب میں دکھتے ہیں دراصل اس کا ہمز ادہو تا ہے جو مرنے والے کی شکل اختیار کرکے خواب میں نظر آتا ہے۔ خواب کے بارے میں جو لٹر بچر ہم نے پڑھا ہے وہ اس گفتگو کے بر عکس ہے۔ برائے مہر بانی اس مسئلے پر روشنی ڈالیس تا کہ دل کو تسلی ہو سکے۔

جواب: خواب دراصل لوح محفوظ کاسایہ ہے۔ اللہ تعالی نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے ''ہم نے ہر چیز کوجوڑ ہے جوڑ ہے بنایا'' ۔ چنانچہ ایک سابہ زمین پر پڑتا ہے اور لوح محفوظ کا دوسر اسابہ اس کے بالمقابل آسان پر پڑتا ہے۔ آدمی بیداری کی حالت میں زمین کے اوپر سابہ کو دیکھتا ہے۔ مثلاً ایک مکان کاسابہ، مکان کی صورت میں نظر آتا ہے، ایک در خت کا سابہ در خت کی صورت میں نظر آتا ہے، ایک آدمی کا سابہ آدمی کی صورت میں نظر آتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ،

لیکن خواب میں بالمقابل سامیہ کو آسان کی طرف دیکھتا ہے۔ بیدار ہونے کے بعد یہ سامیہ غیب ہوجاتا ہے اس لیے کہ یہ آسان پر ہوتا ہے اور آسان جسمانی نگاہ کی گرفت سے باہر ہے۔ ہم جس آسان کو دیکھتے ہیں، یعنی یہ نیلا آسان جو ہمیں نظر آتا ہے آسان نہیں ہے بلکہ حد نگاہ ہے۔ ان بزرگ کا یہ فرمانا کہ انسان کا ہمز اد جنات کی نوع سے تعلق رکھتا ہے، ہمیں سوچنے پر مجبور کر تا ہے کہ جنات کا ہمز اد کس نوع سے متعلق ہے، اس لیے کہ انسان کے ہمز اد کی طرح جنات کا بھی ہمز اد ہوتا ہے۔

تصوف نے انسانی ساخت کو تین حصول میں تقسیم کیا ہے۔ روح اعظم، روح انسانی، روح حیوانی ان تین حصول کے اصطلاحی نام ہیں۔ نسمہ مطلق، نسمہ مفر د اور نسمہ مرکب نسمہ مرکب یعنی روح حیوانی کو ہمزاد کہتے ہیں۔ ہمزاد جب لوح محفوظ کے سامیہ کو زمین پر دیکھتا ہے تواسے بیداری اور جب اسی سامیہ کو آسمان پر دیکھتا ہے توخواب کانام دیاجا تا ہے۔ ہمزاد دراصل روشنیوں سے مرکب ایک مکمل انسان ہے جو گوشت پوست کے جسم کے اوپر محیط ہے۔

## بيار يوں ميں عقل

سوال: آپ نے کئی مرتبہ لکھا ہے کہ پیاریاں بھی عقل و شعور رکھتی ہے۔ اہروں کے علم کی صحت یابی ہے انکار ہے نہ آپ کی قابلیت کی منکر ہوں۔ میں صرف یہ کہناچا ہتی ہوں کہ جب کوئی شخصیت اہروں کے علم کی ماہر ہوجائے تو متناطیسی ہوجاتی ہے۔ اور مریش کے سرپر ہاتھ رکھ کر بیاری کی اہریں اپنے اندر جذب کر کے مریض کو شفا بخش سکتی ہے۔ مجھے آپ کے اس علاج پر پورایقین ہے مگر ہروہ مکنہ مرض جو آپ میں پیدا ہو سکتا ہے اس کی اہریں آپ اپنے اندر تھنے کئے ہیں یعنی تمام عام بیار یوں کا علاج اہروں کا ماہر کر سکتا ہے اس میں سرطان سے لیکر زُکام تک شامل ہے۔ یعنی وہ امراض جو توں اور مردوں میں کیسال طور پر ہوتے ہیں مگر ہم اس بات سے انکار نہیں کرسکتے بچھ امراض صرف خواتین کے لیے اور کچھ صرف مردوں کے مخصوص ہیں۔ اہروں کے علم کا ماہر مرد صرف ان بیاریوں کا علاج کر سکتا ہے جو صرف مردوں کے لیے مخصوص ہیں۔ اہروں کے علم کا ماہر مردوس ایک مینی ہیں۔ اور اگر کسی خاتون کو اس علم پر دسترس حاصل ہو تو وہ عور توں کا علاج کر سکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ علم کسی ایک صنف کے لیے ہے اور صرف ایک صنف کا ماہر اپنی صنف کو فائدہ پہنچا سکتا ہے کیونکہ مرض کی لہریں جب تک ماہر سے مطابقت نہیں رکھیں گی تو کس طرح وہ ان کو اپنے اندر میں داخل کرے گاہ ہم لوگوں نے آپس میں اس پر بحث کی لیکن کسی متیجہ پر نہ پہنچ سکے۔ برائے کرم اس مسلئے کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: ہر چیز دورُ خوں پر پیدائی گئی ہے اور ہر رُنے کے دوپرت ہے۔ اس کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ ایک رُنے نذکر ہے اور دوسر امونٹ۔ ایک مر دایک عورت۔ مر دکے دورُنے ہیں اور عورت کی تخلیق بھی دورُ خوں یا دوپرت پر ہوتی ہے ایک پرت غالب دوسر امغلوب۔ کسی بھی فرد میں غالب رخ کانام ہم مر دیا عورت رکھتے ہیں۔ مر دکے اندر مغلوب یا چھپا ہوارُنے عورت ہے اور عورت کے اندر چھپا ہوارُنے مر دہے۔ غور کیجئے تخلیق آدم کے وقت صرف آدم وجو دمیں آئے تھے۔ امال حوا موجو دنہیں تھیں، جب آدم کے غالب رُخ (مر داند رُخ) نے تنہائی اور تفنگی محسوس کی تو آدم کے اندر مغلوب رخ (عورت) امال حواکی شکل وصورت میں مظہر بن گئیں۔ اگر حواکا وجو د آدم کے اندر نہ ہو تا تو حواجی آدم کی طرح پیدا ہو تیں۔ لہر ول کے ماہر شخص کے اندر دونوں رُخ کام کرتے ہیں۔

## جار طاقتيں

جواب: نوع انسانی کی ساخت کے پیش نظریہ جانناضر وری ہے کہ فی الواقع انسان کیا ہے؟۔ عام طور پر گوشت پوست سے مرکب جسم انسان اور ہڈیوں کے پنجر پررگ و پیٹوں کی بناوٹ کو انسان کانام دیاجا تا ہے۔ لیکن ہماراروز مرہ کامشاہدہ یہ ہے کہ گوشت پوست کا جسم انسان کہلانے کا مستحق نہیں، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب انسان پر وہ کیفیت وار دہو جاتی ہے جس کو موت کانام دیاجا تا ہے تو جسم کے اندر کوئی تبدیلی رو نمانہ ہونے کے باوجو د جسم ہر قسم کی حرکات و سکنات سے محروم ہو جاتا ہے۔

مرنے کے بعد جہم کو ذرو کوب بیجے، ایک ایک عضّو الگ الگ کر دیجے، الفی بلٹیے گھسیٹے جہم کی طرف ہے کوئی مداخلت نہیں ہوگی۔ بات واضح اور صاف ہے کہ جس طافت پر جہم کی حرکات و سکنات کا دارو مدار تھا اِس نے جہم ہے اپنار شتہ منقطع کر لیا ہے۔ اب ہم یوں کہیں گے کہ اصل انسان وہ ہے جو اس گوشت پوشت کے جہم کو حرکت دیتا ہے۔ عرف عام میں اسے روح کہا جاتا ہے۔ اللہ ہے۔ اب یہ تلاش کر ناضر وری ہو گیا کہ روح کیا ہے؟ روح کے بارے میں قر آن پاک میں ارشاد ہے کہ ''روح امر رب ہے''۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ انسان نا قابل تذکرہ شے تھا، ہم نے اس کے اندر اپنی روح پھونک دی، بید دیکھا، سنتا، سو گھتا اور محسوس کر تا انسان بن گیا۔ روح امر رب ہے ادر امر رب ہے کہ جب وہ کی چیز کا ارادہ کر تا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ چیز وجو دمیں آ جاتی ہے۔ مفہوم بیہ کیا۔ روح امر رب ہے کہ جب وہ کی چیز کا ارادہ کر تا ہے تو حرکت میں آگر اس چیز کو تخلیق کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی تخلیق کے فار مولے بنائے ہیں اور ہر فار مولہ معین مقداروں کے تحت سر گرم عمل ہے۔ بیسویں پارے میں ارشاد باری تعالیٰ نے کہ ہم نے ہر چیز کو معین مقداروں سے تخلیق کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے لیے ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تخلیق کر فرماتے ہیں کہ میں تخلیق اور دوسری اللہ تعالیٰ کے عطاکر دہ اختیارات سے انسان کو بھی تخلیق اوصاف عطاکے ہیں۔ تخلیق دوقت می کہ وتی ہے۔ ایک کھنٹی اور دوسری اللہ تعالیٰ کے عطاکر دہ اختیارات سے انسان کی تخلیق۔ الجھنیں، پریشانی، اضطراب، ذہنی کشاکش، اعصابی کو تحلیق اور دوسری اللہ تعالیٰ کے عطاکر دہ اختیارات سے انسان کی تخلیق۔ الجھنیں، پریشانی، اضاد اب، ذہنی کشاکش، اعربی ادراساس محروی اور دوسری اللہ تعالیٰ کے عطاکر دہ اختیارات سے انسان کی تخلیق۔ الجھنیں، پریشانی، اضطراب، ذہنی کشاکش، اعطافی کھنوں اور دوسری اللہ تعالیٰ کے عطاکر دہ اختیارات سے انسان کی تخلیق۔ الجھنیں، پریشانی، اضطراب، ذہنی کشاکش، اعصافی کھنوں اور دوسری اللہ تعالیٰ کے عطاکر دہ اختیارات سے انسان کی تخلیق۔ الجھنیں، پریشانی، اضطراب، ذہنی کشاکش، اعسانی

ہم بتا چکے ہے کہ اصل انسان روح ہے۔ ظاہر ہے روح اضطراب، کشاکش، احساس محرومی اور بیار یوں سے ماوراہے۔ روح اپنے اور جسم کے در میان ایک میڈیم بناتی ہے اور اس میڈیم کو ہم جسم انسانی اور روح کے در میان ایک فعال نظر نہ آنے والا انسان کھی بااختیار ہے، اس کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ روح سے فراہم کر دہ اطلاعات کو اپنی مرضی کہہ سکتے ہیں۔ یہ نظر نہ آنے والا انسان کھی بااختیار ہے، اس کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ روح اور جسم کے در میان نظر نہ آنے والا جسم سے معانی پہنا سکتا ہے۔ جس طرح روح میں معین فار مولے کام کرتے ہیں۔ اسی طرح روح اور جسم کے در میان نظر نہ آنے والا جسم کھی معین فار مولوں کے تحت حرکت اور عمل کرتا ہے۔ اس میں کھر بوں فار مولے کام کرتے ہیں، جن کو ہم چار عنوانات میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

(1) واٹر انر جی، (2) الیکٹر ک انر جی، (3) ہیٹ انر جی، (4) ونڈ انر جی۔

انسان کے اندر دو دماغ کام کرتے ہیں۔ دماغ نمبر ایک براہ راست اطلاعات قبول کرتا ہے اور دوسرا دماغ نمبر ۲ ان اطلاعات کو مفید یاغیر مفید مطلب معانی پہنانے میں قادر ہے۔ جب کہ دماغ نمبر ۲ غیر مفید مطلب ، غیر صالح اور تخریبی معانی پہنانے کاعادی ہو جاتا ہے اور معین مقد اروں میں سقم واقع ہونے لگتا ہے اور مذکورہ بالا انر جیز اپنے صحیح خدوخال کھو بیٹھتی ہے اور انر انر جی کی تراش خراش واضافہ سے استسقا، بلوریسی ، فیل یاہ ، بہرہ ، گونگا بن ، موتیا بند اور کالا موتیا جیسے امراض وجو دمیں آجاتے



ہیں۔

۲) الیکٹرک انرجی میں سقم واقع ہو جائے اور معین مقداریں ٹوٹ بھوٹ جائیں یا ان میں اضافہ ہو جائے تو نتیجہ میں آتشک، سوزاک، جذام، کوڑہ، برص، سرطان اور کنسیر جیسے امراض پیداہو جاتے ہیں۔

۳) ونڈ انر جی کی شکست وریخت اور معین مقد ارول کے فقد ان سے بواسیر ، نواسیر ، بھگند راور فیسیجولہ وغیرہ کے امراض تخلیق پاتے ہیں۔

۷) ہیٹ انر جی کی معین مقداریں متاثر ہونے کے بعد لقوہ، فالج، ہائی بلڈ پریشر، دمہ، خلل دماغ، مرگی، مالیخولیا اور نروس نیس وغیرہ وغیرہ کا تانابانا انسان کے اوپر مسلط ہو جاتا ہے۔

#### ٹرانسپیرنٹ مخلوق

سوال: فی زمانہ سائنس اس بات کی کوشش کررہی ہے کہ پنۃ لگایا جائے کہ جمارے سیارے کے علاوہ کسی دوسرے سیارے پر آبادی ہے کہ نہیں۔ آپ سے سوال بیہ ہے کہ روحانیت اس بارے میں کیا کہتی ہے ؟۔ میں نے ایسے سادھووں، جو گیوں اور سنیاسیوں کے بارے میں پڑھا ہے کہ وہ اپنی روح کو جسم سے جدا کرکے کائنات میں سفر کیا کرتے ہیں۔ کیاان روحانی سفر کے دوران دوسرے سیاروں کی مخلوق کو دیکھا جاسکتا ہے ؟

جواب: ستاروں اور سیاروں کالامتنہائی پھیلا ہوا سلسلہ ہے آباد، ویران اور خالی نہیں ہے۔ بلکہ ان میں بیشتر سیارے آباد ہیں، خالق کا کنات نے یہ وسیع و عریض کا کنات پیدائی اس لیے گی ہے کہ وہ مخلوق اس بات کو جانیں کہ کوئی ان کا خالق ہے اور وہ اس کو پہچا نے کی کوشش کریں۔ ہمیں جو سیارے نظر آتے ہیں اور جو نگاہوں سے او جھل ہیں۔ ان میں سے اکثر پر انسان اور جنات آباد ہیں، یہی دو مخلوق ہیں جو کا کنات کے نظام میں بنیادی کر دار اداکرتی ہیں۔ البتہ ہر سیارے پر مخلوقات کی حرکات و سکنات اور شکل و صورت کی مقد اروں میں فرق ہو تا ہے، کسی سیارے میں انسان روشنی کا بناہوا ھیولا نظر آتا ہے، تو کسی سیارے میں انسان کارنگ سونے کی مقد اردوں میں فرق ہو تا ہے، کسی سیارے میں انسان کارنگ سونے کی طرح سنہر اہے۔ وغیرہ وغیرہ

یہ بات دلچسپ اور تحیر خیز ہے کہ ہر سیارے پر جس نوع کی مخلوق آباد ہے اس سیارے کی ذیلی مخلوق یعنی حیوانات، نبا تات وغیرہ بھی اسی مخلوق کی طرح تخلیق کی گئی ہیں۔ مثلاً جس سیارے میں انسانی مخلوق ٹرانسپر نٹ ہے تو اس سیارے کی سر زمین پر پیدا ہونے والی ہر شئے ٹرانسپر نٹ ہے، در خت کا تنااس طرح ہے جیسے شیشے کاستون، لیکن اس شیشے کاستون میں در خت سے متعلق رگیں، لکڑی کے جوڑ سب موجود ہیں ہے بھی موجو دہے وہ بھی شیشے کی مانند شفاف ہیں۔





ہر سیارے میں وقت کی پیائش اور درجہ بندی بھی الگ الگ ہے۔ اِس کی مثال ہم اس طرح دے سکتے ہیں کہ جنات کی نوع میں ولادت کاسلسلہ جاری ہے ان کے یہاں بھی پیدائش ۹ ماہ میں ہوتی ہے لیکن فرق ہے ہے کہ اگر ہم اپنے ماہ وسال سے اس کی پیائش کریں تو وہ مدت ۹ سال بنتی ہے، یعنی ہماراایک سال جنات کے اماہ کے برابر ہے۔ اسی مناسبت سے ان کی عمریں بھی ہوتی ہیں۔ چنانچہ بہت سے بزرگوں کے اقوال میں یہ بات ملتی ہے کہ انہوں نے ایسے جنات سے ملا قات کی جنہوں نے حضور اکرم مُثَلِّقَائِم کی زیارت کی تھی۔ اگر انسان ۱۰ اسال کی عمریا تاہے تواس حساب سے جنات کی عمر ۱۲ سوسال ہوگی۔

ہر سیارے میں آباد انسان اور جنات میں معاشر تی اور مذہبی قدریں رائے ہیں اور وہ اسی طرح زندگی گزارتے ہیں جس طرح زمین کے باسی اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ البتہ کشش ثقل کی مقداروں میں فرق کی وجہ سے ہر سیارے کا وقت اور اس کی طرز تخلیق الگ الگ ہے۔ سیاروں اور کہکشانی نظاموں سے متعارف ہونے اور ان کی طرز حیات کا معائنہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے اندروہ صلاحیت متحرک ہوجو ہمیں زمان و مکان کی حدود سے آزاد کرتی ہے، چنانچہ ہم اپنے ذہن کی رفتار کو متغیر کرے کسی سیارے کی حدود یا اس سیارے کی مید کوشش روح کی صلاحیتوں کو استعال کرنے کا نام ہے کیونکہ روح انسانی زمان و مکان کی گرفت سے آزاد ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ "اے گروہ جنات اور انسان اگرتم زمین و آسانوں کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ، تم نہیں نکل سکتے مگر سلطان سے "۔

روحانیت اور تصوف میں سلطان کا مطلب روح انسانی ہے، ذہن کو ٹائم اینڈ اسپیس سے آزاد کرنے کا آسان ترین طریقہ کسی استاد کی نگر انی میں مر اقبہ ہے کوئی بھی شخص مسلسل مر اقبہ کی مشق کرکے اپنے ذہن کو کشش ثقل سے آزاد کر سکتا ہے۔ قدرت نے بیہ صلاحیت ہر شخص کو ودیعت کی ہے بیہ کسی خاص گروہ یاطقہ کا حصہ نہیں ہے۔

#### کا ئنات معین مقد اروں سے بنی

سوال: کہاجاتا ہے کہ وظیفہ یااسم کاموکل ہوتا ہے اور لوگ اپنے تجربات میں یہ بتاتے ہیں کہ وظیفہ یااسم پڑھنے سے عجیب وغریب شکلیں نظر آتی ہے۔اس کی حقیقت کیاہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے تخلیقی قانون کے تحت کا ئنات میں ہر چیز معین مقداروں سے بنی ہوئی ہے۔ اگر ہم معین مقداروں کو پرت سے تشبیه کر دے تواس طرح کہاجائے گا کہ ہر تخلیق مقررہ تعداد کے پرت سے وجود میں آئی ہے، اور ہر نوع میں پرت کی تعداد مقرر ہوتی ہیں، مثلاً اگر گلاب کے پھول میں پرت کی تعداد ۲ یونٹ ہے توہمیشہ دویونٹ کے ملاپ سے گلاب کا پھول ہی تشکیل پائے گا۔



انسان بھی لا شار پرت کا مجموعہ ہے۔ ہر پرت اپنے اندر صلاحیتوں کا ذخیر ہر کھتا ہے اور یہ صلاحیت کسی نہ کسی شکل میں اپنا مظاہرہ کرتی ہے۔ جب کوئی شخص کوئی وظیفہ یا اسم پڑھتا ہے تو اس کے اندر موجود کسی پرت کی تحریکات بڑھنے لگتی ہے، جب یہ تحریکات اس کی نگاہوں کے سامنے آتی ہیں تووہ اپنی طرز فکر کے مطابق ان میں معانی تلاش کر تا ہے۔ کیونکہ یہ چیز اس کے علم میں نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کو اس قسم کے غیر متو قع تجربات کی عادت ہوتی ہے اس لیے اکثر شعور کی توازن بگڑ جاتا ہے اور وہ د کھی ہوئی چیز وں یا آنکھوں کے سامنے مختلف شکلوں اور صور توں میں معانی پہنا نے سے قاصر رہتا ہے۔ چونکہ یہ صور تیں ظاہری حواس سے بظاہر مشاہبت نہیں رکھتی اس سے شعور کے اوپر ضرب پڑتی ہے اور آدمی رجعت کا شکار ہوجاتا ہے۔ کوئی وظیفہ یا کسی اسم کاورد اِس وقت تک نہیں کرنا چاہے جب تک کسی روحانی استاد کی نگر انی حاصل نہ ہو۔

## تصورِ شیخ کیوں ضروری ہے؟

سوال: روحانیت کے بہت سے سلسلوں میں تصور شیخ کی تلقین کی جاتی ہے۔ کیا یہ بات عجیب نہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان کا تصور کرے؟

جواب: قانون یہ ہے کہ ہم جب کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تواس چیز کی تمام واردات و کفیات یا پوراسر اپا ہمارے اندر سے ہو کر ر جاتا ہے۔ مثلاً ہم آگ کی طرف د کیھتے ہیں تو گرمی اور تپش محسوسس ہوتی ہیں جب کہ سر سبز درخت کی طرف د کیھتے ہیں تو فرحت ولطافت کا احساس ہمارے داخل میں کروٹ بدلتا ہے۔ کوئی ہولناک اور خوفناک منظر دیکھ کر دہشت سے ہمارے رونگھٹے مخرے ہوجاتے ہیں اس طرح جب کوئی روحانی شاگر داپنے استادیا شیخ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو شیخ کے اوصاف اور اس کاوہ علم جواللہ تعالیٰ کا عرفان رکھتا ہے ، شاگر دکے دماغ کی اسکرین پر منعکس ہوتا ہے۔ مسلسل مشق اور کوشش سے شیخ کی طرز فکر اور اُس کے اوصاف شاگر دکے اندر پیوست ہونا شروع ہوجاتے ہیں ، اور وہ بھی ان ہی خطوط پر سوچنا اور سمجھنا شروع کر دیتا ہے جو استاد کی طرز فکر

#### ہر کام میں نقصان

سوال: میں جو بھی کام کر تاہوں، نقصان ہو تاہے۔ دوست میری مدد کرناچاہتے ہیں تووہ کسی نہ کسی پریشانی میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ لاکھوں کابزنس کر تاتھااور اب پیسے پیسے کامختاج ہوں اس طرح ہوااور ہو تاہے، عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ نقصان ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔ میر اایک دوست اسی ہز ارروپے دینے کو تیار ہو گیاہے، جو کام سامنے ہے اس میں فائدہ ہی فائدہ





یہ کام کرناچاہے کہ نہیں، ماہرین نجوم کا کہناہے کہ اس وقت تمہاراستارہ نحس ہے اور اس کی نحوست ایک سال کے بعد ختم ہوگ۔ کیا ستاروں کا اثر انسانی شرف پرغالب آجا تاہے؟

جواب: ہم جب سے پیدا ہوئے ہیں ستاروں کو دیکھتے رہتے ہیں، شاید ہی کوئی رات الی ہو کہ ہماری نگاہیں آسان کی طرف ندا تھی ہوں

۔ بڑے مزے کی بات ہے کہنے میں یہ آتا ہے کہ ستارے ہمارے سامنے ہیں، ستاروں کو ہم دیکھ رہے ہیں، ہم آسانی دنیا سے روشناس ہیں، لیکن ہم کیاد مکھ رہے ہیں، جو کچھ کہتے ہیں قیاس
ہیں، لیکن ہم کیاد مکھ رہے ہیں اور ماہ المجم کی کو نسی دنیا سے روشناس ہیں، اس کی تشر تے ہمارے بس کی بات نہیں، جو کچھ کہتے ہیں قیاس
آرائی سے زیادہ نہیں ہو تا۔ پھر بھی سمجھتے ہے کہ ہم جانتے ہیں، زیادہ چیرت ناک امریہ ہے کہ جب ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ انسان پچھ نات ہو تو قطعاً نہیں سوچتے کہ اس دعویٰ کے اندر حقیقت ہے یا نہیں۔ انسان پچھ نہ جانتے کے باوجو داس کا یقین رکھتا ہے کہ میں
بہت کچھ جانتا ہے تو قطعاً نہیں سوچتے کہ اس دعویٰ کے اندر حقیقت ہے یا نہیں۔ انسان پچھ نہ جاننے کے باوجو داس کا یقین رکھتا ہے کہ میں
بہت کچھ جانتا ہوں۔

دن طلوع ہو تا ہے ، دن کا طلوع ہو ناکیا شئے ہے ہمیں معلوم نہیں، طلوع ہونے کا کیا مطلب ہے ہم نہیں جانے دن رات کیا ہے ؟ اس کے جواب میں اتنی بات کہہ دی جاتی ہے یہ دن ہے اور اس کے بعد رات آتی ہے۔ کیو نکہ نوع انسانی کا یہ ہی تجربہ ہے۔ کیا کوئی سنجیدہ طبعیت انسان اس بات سے مطمئن ہو جائے گا۔ دن رات فرشتے نہیں ہے ، جنات نہیں ہیں، سارے نہیں ہیں، پھر بھی وہ مظاہر ہیں جس سے ایک فر دواحد بھی انکار نہیں کر سکتا، ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں دن رات کو نگاہ دیکھتی ہیں۔ اس لیے قابل یقین ہے مظاہر ہیں جس سے ایک فر دواحد بھی انکار نہیں کر سکتا، ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں دن رات کو نگاہ دیکھتی ہیں۔ اس لیے قابل یقین ہے لیکن سے سمجھنا بھی ضروری ہے کہ نگاہ کے ساتھ فکر کام نہ کرے توزبان نگاہ کے بارے میں بچھ نہیں بتا سکتی ، دراصل ہماری پوری زندگی اور ہر عمل نظر ہے ، نگاہ محض ایک گو نگاھیولا ہوتی ہے ، فکر ہی کے ذریعے تجربات عمل میں آتے ہیں۔ اگر نگاہ کے ساتھ فکر کام نہ کرے تو تمام حواس گو نگے بہرے اور اندھے ہیں۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ زندگی اور زندگی کے تمام حواس تفکر سے الگ کوئی وجو د نہیں ہے۔

اس بات کو وضاحت کے ساتھ اِس طرح بیان کیا جاسکتا ہے، کہ انسان محض تفکر ہے، فرشتہ محض تفکر ہے، جنات محض تفکر ہے، علی ہذالقیاس ہر وجود ایک تفکر ہے، جارے تفکر میں جو چیزیں ابھرتی ہیں ان کارشتہ ہر دوسرے تفکر کے ساتھ قائم ہے۔ جس طرح انسان خود اپنے تفکر سے متاثر ہو تا ہے، اس طرح انسان خود اپنے تفکر سے متاثر ہو تا ہے، اس طرح انسان خود اپنے بیل کہ درخت ہمارے تفکر سے ہم رشتہ ہے، فرشتوں اور جنات کا یقین اس لیے کہتے ہیں کہ فرشتوں اور جنات سے ہمارا تفکر نہ مرف یہ کہ واقف ہے بلکہ انسان، جنات، آسمان، ستارے ہر ذی روح ایک دوسرے سے ہم رشتہ ہیں۔ پوری کا نئات سے ہمارا تفکر نہ ہوتو کا نئات کے افراد کا در میانی رشتہ کٹ جائے۔ انسان لاشار سیاروں میں آباد ہے اور ان کی میں اگر قدرت کا یہ فیضان جاری نہ ہوتو کا نئات کے افراد کا در میانی رشتہ کٹ جائے۔ انسان لاشار سیاروں میں آباد ہے اور ان کی قسمیں کتنی ہیں اس کا اندازہ قیاس سے باہر ہے۔ عام زبان میں تفکر کو اناء کانام دیاجا تا ہے۔ اناء یا تفکر ایسی کیفیات کا مجموعہ ہو تا ہے جن کو مجموعی طور پر فرد کہتے ہیں۔



اسی طرح کی تخلیق سیارے اور ذرہے بھی ہیں، ہمارے شعور میں یہ بات بالکل نہیں آتی یا بہت کم آتی ہے کہ تفکر کے ذریع ساروں ، ذروں اور مخلو قات سے ہمارا تبادلہ خیال ہو تا رہتا ہے۔ ان کی اناء یعنی تفکر کی لہریں ہمیں متاثر کرتی ہیں، اور علی صدالقیاس ہماری اناء کی لہروں سے تمام مخلوق متاثر ہوتی ہے۔

کہکشانی نظاموں اور ہمارے در میان بڑا مستحکم رشتہ ہے، پے در پے جو خیالات ہمارے ذہن میں آتے ہیں، وہ دوسرے نظاموں اور اُن کی آبادیوں سے موصول ہوتے ہیں، یہ بات فرد کے شعور پر منحصر ہے کہ وہ خیالات کو کس طرح قبول کر تاہے، جس طرح قبول کر تاہے خیال اُس سانچے میں ڈھل جاتے ہیں، چونکہ آپ کے شعور نے ساروں کی نحوست قبول کو کر لیاہے تواس لیے ایک عجمین بنائی گئی جس کی ہر کڑی ناکامی اور ناداری کی تصویر ہے، اس لیے اب آپ کے لیے ضروری ہے کہ کسی دوست کے سرمایہ کو کاروبار میں لگا کر ضائع نہ کریں، آپ کو کسی دوست سے مدد نہیں لینی چاہے۔ آپ چھ ماہ تک قرض لے کر گزارہ کرتے رہیں۔ اس کے بعد کاروبار شروع کیا جاسکتا ہے۔

### مراقبہ کے ذریعے روحانی علاج

جواب: قوت ارادی کا فقد ان ہر بات میں تاریک پہلو نظر آنا، ذراساکام کرکے تھک جانا، اعصابی اور دما فی کمزوری کی وجہ ہے ہے، دماغ اس وجہ سے کمزور ہے کہ آپ کے اندر حرص وہوس کا جذبہ بہت زیادہ ہے۔ اس غیر معمولی اور ناپند بیدہ جذبہ نے آپ کو برباد کرکے در کھ دیا ہے۔ شیشہ پر عنابی رنگ کاباریک کپڑالگا کر ہیں منٹ تک شیشہ بنی کیجئے اور مراقبہ کیجے۔ مراقبہ ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے جسمانی اور روحانی صحت آسانی کے ساتھ حاصل کی جاسکتی ہے، کھانا کھانے کے تین گھنے بعد رات کو اور صبح بیدار ہونے کے بعد حوائح ضرور یہ سے فارغ ہو کر شال کی طرف رخ کرکے بیٹھ جائیں، گہرے گہرے سانس لے کر سینہ بھر لیس اور سینہ میں سانس روکے بغیر نکالدیں، سانس ایک کے ذریعے ختنوں سے لیس اور نختوں سے خارج کریں، سانس لینے اور نکالنے کے بعد آ تکھیں بند کر لیس اور بیہ تصور کریں کہ فضاء ہے آ سیجن اور صحت بخش لہریں میرے دماغ کے اندر جذب ہور بی ہیں۔ اپنے اندر آ سیجن جذب کر لیس اور بیہ تصور کریں کہ فضاء ہے آ سیجن اور صحت بخش لہریں میں ہوگئی مضائقہ نہیں، اس مراقبہ کے بعد آرام سے لیٹ جائیں اگر نیند آ جائے توسو جائیں۔ اس عمل ہے آب کے اندر مقاطیسی توت، فضاء میں سے صحت بخش لہریں اور آ سیجن و تی وہ کہا گھا ہیں اور آ سیجن و تی وہ کہا گئی ہے کہ انسانی فطر ہ میں ایک مقاطیسی اور یہ ذخیر وہ ہوتی ہے، کمزور سے کمزور اور طاقت ور سے طاقت ور انسان اِس قوت کا بچھ نہ بچھ حصہ اپنے پاس ضرور رکھتا ہے، ایک مقاطیسی قوت کی تھی نہیں میں اور شکیل قوت ارادی (Will Power) ہے۔



دنیا کی قدیم ترین تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، اہل بابل، زرتثی اور ہندوستان کے سنیاسی اس عمل میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ قوت ارادی کو بحال کرنے کے لیے مراقبہ سے زیادہ کوئی عمل کارگر اور موثر نہیں ہے۔ مراقبہ میں انسانی فطرت میں موجود مقناطیسی قوت ایک نقط پر جمع ہو کر پورے اعصابی نظام میں پھیل جاتی ہے اور یہ قوت خون میں شامل ہو کر وریدوں، شریانوں اور اعصاب میں سرایت کر جاتی ہے۔

افسر دگی، پریشانی، بے اطمنانی، نفرت، جنسی بے راہ روی، ہائی بلڈ پریشر، دماغی امر اض، مالیخولیا، خفقان، مرگی، بے خوابی وغیرہ وغیرہ وغیرہ وغیرہ وغیرہ وغیرہ وغیرہ وغیرہ وغیرہ اردی کی کمی سے ہوتی ہیں، اگر قوت ارادی بحال ہوجائے تو آدمی کامیاب زندگی گزارنے پر قدرت حاصل کرلیتا ہے اور اس کامو څز ذریعہ مراقبہ ہے

## روشنی۔ ثقل۔ابعاد

سوال: آپ نے اپنے کالم میں لکھاہے کہ انسان کی زندگی اطلاعات پر قائم ہے ، اطلاعات تقاضوں کو جنم دیتی ہے اور تقاضوں کی تنکیل سے زندگی آگے بڑھتی ہے ، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سب کو اطلاع ایک ہی ملتی ہے تو یہ معتقدات اور نظریات میں تضاد کیوں ہوتا ہے ؟ اور انسان ایک طرزیر زندگی کیوں نہیں گزارتے ؟

جواب: جس روشن کے ذریعے ہماری آئکھیں دیکھتی ہیں، اس روشن کی ۲ سطحیں ہیں، ایک سطح کے حواس میں ثقل اور ابعاد دونوں شامل ہیں لیکن دوسر کی میں ابعاد ہیں۔ ابعاد کی سطح اِسی روشن کی گہرائی میں واقع ہے جو روشنی ہمیں اوپر کی سطح کی اطلاعات دیتی ہے، حواس انہیں براہ راست دیکھتے اور سنتے ہیں۔ لیکن جو اطلاعات ہمیں نجلی سطح سے ملتی ہیں ان کی وصولی کی راہ میں کوئی مز احمت ضر ور ہوتی ہے، یہ بہی وجہ ہے کہ حواس ان اطلاعات کی پوری گرفت نہیں کرتے۔ دراصل جو اطلاعات ہمیں اوپر کی سطح سے موصول ہوتی ہیں وہی اطلاعات نجلی سطح سے وصول ہونے والی اطلاعات کے راستے میں مز احمت بن جاتی ہیں۔ گویا ایک طرح کی دیوار کھڑی ہو جاتی ہے یہ دیوار اتنی سخت ہوتی ہے کہ ہمارے حواس کو شش کے باوجو دائسے پار نہیں کرسکتے۔

اوپری سطح کی اطلاع دوقتم کی ہیں، (1) وہ اطلاعات جو اغراض پر ہبنی ہوں، ان کے ساتھ ہماراروبہ جانبدار ہوتا ہے۔ (2) وہ اطلاعات جو انفرادی مفادسے وابستہ نہیں ہوتیں، ان کے حق میں ہماراروبہ غیر جانبدار ہوتا ہے۔ اطلاعات کی دونوں طرزوں کو سامنے رکھ کر غور کیاجائے تو یہ حقیقت منکعشف ہو جاتی ہے کہ انسان کے پاس ادراک کے ۲ زاویے ہیں۔ ایک وہ زاوبہ جو انفرادیت کی محدود ہے، دوسر اوہ زاوبہ جو انفرادیت کی حدسے باہر ہو۔ جب انفرادیت کے اندر دیکھتے ہیں تو کائنات شریک نہیں ہوتی لیکن جب انفرادیت سے باہر دیکھتے ہیں تو کائنات شریک ہوتی ہے۔ جس زاوبہ میں کائنات شریک ہے اس کے اندر ہم کائنات کی تمام اشیاء کے ساتھ اپناادراک کرتے ہیں، ادراک کا سے عمل بار بار ہوتا ہے، اس کو ہم تجرباتی دنیا کہتے ہیں۔ ایک طرف کائنات کو اپنی انفرادی دنیا



میں دیکھنے کے عادی ہیں، دوسری طرف اپنی انفرادیت کا ئنات میں دیکھنے کے عادی ہیں، ایک طرف انفرادیت کی ترجمانی کرتے ہیں دوسری طرف کا ئنات کی۔

جب دونوں ترجمانیاں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں تو انفرادیت کی ترجمانی کو غلط ثابت کرنے کے لیے تاویل کاسہارالینا پڑتا ہے۔ بعض او قات تاویل کے حامی اپنے حریفوں سے دست و گریباں ہوجاتے ہیں۔ یہیں سے نظریات کی جنگ شروع ہوتی ہے۔ انفرادیت ایک شخص ایک جماعت ، یاپوری قوم پر مشتمل ہو سکتی ہے۔ انفرادیت کے زاویے کاسب سے بڑا نقص بیرہے کہ بیر کسی نہ کسی نہ کسی مرحلے پر کائنات کی دیگر اشیاء سے منحرف ہوجاتی ہے۔ اس زاویہ سے نگاہ ہمشہ غلط دیکھتی ہے۔ مثلاً کسی چیز کاسائز ہوا میں پچھ اور نظر آتا ہے اور پانی میں پچھ اور یہ اختلاف نظر زمان و مکان کی پابندیوں کے سبب ہے دیکھنے والا جب تک زمان و مکان سے آزاد نہ ہو کسی شنے کی حقیقت کو نہیں یا سکتا۔

یمی وہ مرحلہ ہے جب کسی ایسے شخص کی ضرورت پڑتی ہے جو اطلاعات کے علم سے واقفیت رکھتا ہو اور جس نے ذاتی اغراض سے نجات حاصل کر لی ہو۔ جس طرح ایک طبیب مریض کے مرض کو سمجھ کراس کے تدراک کاسامان کرتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ مریض صحت یاب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک روحانی انسان بھی اپنے شاگر دول کو ذاتی اغراض یاز مان و مکان کے جال سے نکال کر حقیقت سے متعارف کروادیتا ہے،

#### روح اور اسلام

سوال: نصّوف میں نصور شخ کی بڑی اہمیت ہے، کیا آپ اس سلسلہ میں کچھ بتانا پیند کریں گے کہ روحانیت سکھنے کے لیے نصور شخ کیوں ضروری ہے؟ کیاروحانیت نصور شیخ کے مراقبہ کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے؟

جواب؛ انسان کاذبمن اور طرز فکر ماحول سے بنتی ہے، جس قشم کاماحول ہو تا ہے اسی ہی طرز کے نقوش دروبست یا کم و بیش ذبن میں نقش ہو جاتے ہیں۔ جس حد تک نقش گرے اور ملکے ہوتے ہیں اسی مناسبت سے انسانی زندگی کا ایک طرزیقین بن جاتا ہے، اگر بچپہ ایسے ماحول میں پرورش پاتا ہے جہاں والدین اور ارد گرد ذہنی پیچیدگی، بد دیا نتی اور تمام ایسے اعمال کاعادی ہو جو دو سروں کے لیے ناقابل قبول اور ناپیندیدہ ہیں۔ بچپہ لازمی طور پروہی طرز فکر قبول کرلیتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی بچپہ کاماحول پاکیزہ ہے تووہ پاکیزہ نفس ہو گا

عام مشاہدہ یہ ہے کہ بچہ وہی زبان سیکھتا ہے جومال باپ بولتے ہیں وہی عادات واطوار اختیار کرتا ہے جواس کے والدین سے ورشہ میں اسے منتقل ہوتے ہیں، بچہ کا ذہن آدھا والدین کا ورشہ ہوتا ہے اور آدھا ماحول کے زیر اثر بنتا ہے۔ یہ مثال صرف بچوں کے لیے



مخصوص نہیں افراد اور قوموں پر بھی ہیہ ہی قانون نافذ ہے۔ابتدائے آفرنیش سے تادم تحریر جو کچھ ہو چکاہے، ہورہاہے، یا آئندہ ہو گاسب کاسب نوع انسانی کاور شہہے، یہ ہی ور شہ قوموں اور افراد میں منتقل ہو تارہے گا۔

قانون: جب بچہ پیدا ہو تا ہے تو شعوری اعتبار سے بالکل کورا ہو تا ہے۔ لیکن اس کے اندر شعور کی داغ بیل پڑچکی ہوتی ہے، شعور کی یہ داغ بیل مال وباپ کے شعور سے بنتی ہے۔ لینی مال کا شعور + باپ کا شعور برابر ہے بچہ کا شعور ۔ یہی شعور بندر تن کر زندگی کے تقاضوں اور حالات کے ردوبدل کے ساتھ ضرب ہو تار ہتا ہے،

- ا) فرد کاشعور = بچه کاشعور + ماحول کاشعور
- ۲) قوم کاشعور = تاریخی حالات و واقعات کاشعور + اسلاف کاشعور
- ۳) اسلاف کاشعور = تاریخی حالات و واقعات کاشعور + آدم کاشعور

بتانایہ مقصود ہے کہ ہمارے شعور میں آدم کا شعور شامل ہے اور یہ جمع در جمع ہو کر ارتقائی شکل وصورت اختیار کر رہاہے۔ دو چیزیں جب ایک دوسرے میں باہم ملکر جذب ہو جاتی ہے تو متیجہ میں تیسری چیز وجود میں آجاتی ہیں، جیسے پانی میں شکر ملانے سے شربت بن جاتا ہے، پانی میں اتنی حرارت شامل کر دی جائے جو آگ کے قریب ترین ہو تو پانی کی وہی صفات ہو جائیں گی جو آگ کی ہوتی ہیں۔ اگر پانی میں اتنی سر دی شامل کر دی جائے جو برف کی ہوتو پانی کی وہی خصوصیات ہو جائیں گی جو برف کی ہوتی ہیں، اس طرح جب ماں اور باپ کا شعور ایک دوسرے میں جذب ہوتا ہے تو متیجہ میں تیسر اشعور وجو دمیں آتا ہے جس کو ہم بچے کہتے ہیں،

ابھی ہم نے انسانی ارتقاء کاذکر کیاہے، یہ ارتقاء شعوری حواس پر قائم ہے اس ارتقاء میں ہر آن اور ہر لحمہ تبدیلی ہور ہی ہے بالفاظ دیگریوں کہا جاسکتا ہے کہ ان دولمحات میں تبدیلی کانام ارتقاء ہے، فطرت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی، البتہ جبلت تبدیل ہوتی ہے، بچہ جب پیدا ہوتا ہے تبویل البتہ جوتا ہے، جیسے جیسے والدین کے شعور کا حامل شعور ماحول کے شعور سے ضرب ہوتا ہے، اصل شعور میں اضافہ ہوتا ہے، اور جیسے جیسے اضافہ ہوتا ہے نے کے اوپر جبلت غالب آجاتی ہے اور جب ایسا ہوتا ہے توجب کے نام کاغلبہ فطرت کے لیے پر دہ بن جاتا ہے اور جوں جوں پر دہ دبیز ہوتا ہے آدمی فطرت سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔

قر آن پاک میں جن انبیاء کا تذکرہ اللہ تعالی نے فرمایا اس پر معمولی سمجھ بوجھ والا آدمی بھی غور کرے تو یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ ان پیغیبر ان کرام کاسلسلہ ایک ہی خاند ان سے وابستہ ہے۔ تذکرہ ان پیغیبر وں کا ہورہاہے جن کا تذکرہ قر آن پاک میں کڑی در کڑی کیا گیا ہے۔ وہ سب حضرت ابراھیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، اللہ تعالی نے ایک قانون بنادیا ہے اس کی قدرت اس قانون پر عمل درآمد کرنے کی پابند ہے اللہ تعالی کے ارشاد کے مطابق زمین کے ہر جھے میں پیغیبر مبعوث ہوئے ہیں روایت بیان کی جاتی ہے کہ کم و بیش ایک لاکھ چو بیس ہز ارپیغیبر مبعوث ہوئے، لیکن سر زمین عرب میں جو پیغیبر مبعوث ہوئے اور جن کا تذکرہ قر آن پاک میں کیا



گیاہے وہ سب حضرت ابراھیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، اس بات کو اس طرح بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی طرز فکران کی اولاد کو منتقل ہوتی رہی ہے۔

ہم یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ انسانی ارتقاء مسلسل اور متواتر شعور کی منتقلی کانام ہے، ایک زمانہ تھالوگ غاروں میں رہتے سے، پھر پھر کے زمانے میں آگئے، اس کے بعد پھر کی عبادت پھر کا ہتھیاریاضر ورت زندگی کا سامان دوسری دھاتوں میں منتقل ہوتا چلا گیا، علیٰ ہذالقیاس نوع انسانی ابھی بھی اس ورثہ پر چل رہی ہیں جو اس کو آدم سے منتقل کیا گیا ہے۔ آدم نے نافر مانی کی آدم کی اولاد کو نافر مانی کا ورثہ بھی منتقل ہو گیا، آدم نے عجز و انکساری کے ساتھ عفو و در گزاری کی درخواست کی، یہ طرز فکر بھی آدم کی اولاد کو منتقل ہو گئی، ان تمام باتوں کا حاصل یہ ہے کہ آدم کی اولاد کو وہی ورثہ ماتا ہے جس ماحول میں پر ورش یا تا ہے۔

طرز فکر دوہیں، ایک طرز فکر سب کوخالق سے دور کرتی ہے، اور دوسری طرز فکر سب کوخالق سے قریب کرتی ہے، ہم جب کسی انعام یافتہ شخص سے قربت حاصل کر لیتے ہیں، جس کو وہ طرز فکر حاصل ہے جو خالق سے قریب کرتی ہے تو قانون قدرت کے مطابق ہمارے اندر وہی طرز فکر کام کرنے گئی ہے اور ہم جس حد تک اس انعام یافتہ شخص سے قریب ہوجاتے ہیں اتناہی ہم اس کی طرز فکر سے آشناہوجاتے ہیں اور انتہا ہے کہ دونوں کی طرز فکر ایک بن جاتی ہے۔

لوح محفوظ کے قانون کے مطابق دیکھنے کی طرزیں ۲ ہیں، ایک دیکھنا براہ راست ہوتا ہے اور ایک دیکھنا بالواسطہ ۔ براہ
راست دیکھنے سے مرادیہ ہے کہ جو چیز دیکھی جارہی ہے کسی میڈیم کے بغیر دیکھی جارہی ہے، بالواسطہ دیکھنے کا مطلب ہیہ ہے کہ جو چیز
ہمارے سامنے ہے وہ کسی پر دہ میں، کسی ذریعہ یا کسی واسطے سے دیکھ رہے ہیں۔ اب ہم نظر کے اس قانون کو دو سرک طرح بیان کرتے
ہیں۔ کا کنات میں جو پچھ ہے، جو پچھ تھا، جو پچھ ہورہا ہے، یا آئندہ ہونے والا ہے سب کا سب لوح محفوظ پر نقش ہونا ہے ہے کہ انسان اور انسانی
ہوا کہ انسان بذات خود اور تمام نوع انسانی کے حواس بھی لوح محفوظ پر نقش ہونا ہے ہے کہ انسان اور انسانی
تقاضے جس طرح لوح محفوظ پر نقش ہے اس میں ان تقاضوں کی کٹہ موجو دہے۔ کٹہ یعنی ایسی بنیاد جس میں چوں و چرال، نفی واثبات اور
اُونے نے نہیں ہے بس جو پچھ ہے وہ ہے۔

لوح و محفوظ پر اگر بھوک پیاس کے حواس موجود ہیں تو صرف بھوک پیاس کے حواس ہیں، جب یہ حواس لوح محفوظ سے بزول کرکے لوح دوئم پر آتے ہیں توان میں معنویت پیدا ہو جاتی ہے، یعنی پیاس پانی سے بجھتی ہے اور بھوک کا مداواغذا سے ہو تا ہے۔ وغیرہ و فغیرہ ۔ براہ راست نظر کے قانون میں صرف بھوک پیاس کا تقاضہ آتا ہے، یہ نہیں ہو تا کہ بھوک پیاس کے تقاضے پورے کسے کئے جائیں۔ بھوک اور پیاس کو کسے رفع کیا جائے، یہ بالواسطہ نظر کے قانون میں آتا ہے، یعنی ایک اطلاع ہے اور جب تک وہ محض ایک اطلاع ہے، یہ براہ راست طرز فکر ہے اور جب اس اطلاع میں معنی شامل کر لیے جائے تو بالواسطہ طرز فکر ہے اس کی مثال بہت سادہ اور آسان ہے۔



## روحانيت اور علم نجوم

سوال: کیاانسانی زندگی پرستارے اثرانداز ہوتے ہیں؟ جذبات و کیفیات کا کوئی تعلق ستاروں سے ہے؟

جواب: "ہم نے بنائے آسان پر بروج اور زینت بخشی دیکھنے والوں کے لیے اور محفوظ کر لیا شیطان مر دود سے " (القرآن )

آسان کوزینت بخشی اہل نظر کے لیے اور جولوگ اہل نظر نہیں ہے ان سے اس زنیت کو مخفی فرمایا، قر آن پاک میں یہ بھی ارشاد ہے کہ ہم کوئی نئی بات نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ جو بات پہلے کہی گئی اس کا اعادہ کیا جارہا ہے۔ موجودہ سائنس کی دنیا کہکشانی اور شمسی نظاموں سے ہماری زمین کا کیا تعلق ہے اور ان نظاموں کی روشنیاں زمین کی نوعوں، سے اچھی طرح روشناس ہے ، کہکشانی اور شمسی نظاموں سے ہماری زمین کا کیا تعلق ہے اور ان نظاموں کی روشنیاں زمین کی نوعوں، انسان، حیوانات، نباتات اور جمادات پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ مرحلہ سائنس کے سامنے آچکا کہ بالا آخر سائنسد انوں کو یہ سمجھنا پڑے گاکہ شمسی نظاموں کی روشنیاں انسان کے اندر ، نباتات کے اندر کسی طرح اور کیا عمل کرتی ہیں، کس طرح جانوروں ، انسانوں ، نباتات ، جمادات کی کیفیات میں ردوبدل کر دیتی ہے۔

سائنس کاعقیدہ ہے کہ زمین پر ظاہر اور چیپی ہوئی ہر موجو دشے کا قیام لہر پر ہے۔ ایسی لہر جس کوروشنی کی علاوہ کوئی نام نہیں دیا جاسکتا، قدرت کا یہ چلن ہے کہ وہ لا تنہاہی تفکر سے متنہاہی تفکر کو فیضان پہنچاتی ہے، پوری کا ئنات میں اگر قدرت کا یہ فیضان جاری نہ ہو تو کا ئنات کے افر اد کا در میانی رشتہ کٹ جائے، عام زبان میں ان کو تفکر کانام دیا جاتا ہے اور اناءیا تفکر ایسی کیفیات کا مجموعہ ہو تاہے جن کو مجموعی طور پر فرد کہتے ہیں۔ اسی طرح کی تخلیقات ستارے بھی ہیں اور ذریے بھی۔

ہمارے شعور میں یہ بات تو نہیں آتی یا بہت کم آتی ہے کہ تفکر کے ذریعے ساروں، ذروں اور تمام مخلوق سے ہمارا تبادلہ خیال ہو تار ہتا ہے، ان کی اناء یعنی تفکر کی لہریں ہمیں بہت کچھ دیتی ہیں اور ہم سے بہت کچھ لیتی ہیں۔ یہ کہشانی نظام اور ہمارے درمیان بڑا مستحکم رشتہ ہے، پے در پے جو خیالات ہمارے ذہن میں آتے ہیں وہ دوسرے نظاموں اور آبادیوں سے ہمیں موصول ہوتے رہتے ہیں، یہ خیالات روشنی کے ذریعے ہم تک پہنچتے ہیں۔ روشنی کی ہر چھوٹی بڑی شعاعیں خیالات کی تصویریں لے کر آتی ہیں، ان تصویروں کو ہم اپنی زبان میں شخیل، تصور، خیال اور تفکر کانام دیتے ہیں، سمجھایہ جاتا ہے کہ یہ ہماری اپنی اختر اعات ہے لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ تمام مخلوق سوچ اور تفکر کا ایک مشتر کے رکھتی ہے۔ قرآن یاک میں ارشاد ہے کہ

" وہ ذات جس نے تنہیں تخلیق کیا نفس واحدہ ہے"، یہ ہی نقطہ مشتر ک تصویروں کو جمع کرکے ان کاعلم دیتا ہے، ہماری زندگی ہمارا مشاہدہ سب کاسب اس علم پر قائم ہے۔

جس نظام شمسی میں ہم رہتے ہیں ظاہر ہے اس نظام شمسی کے سورج سے ہماری زمین کا تعلق ہے اور اسی سورج اور سیاروں سے تعلق بھی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ہماری زمین کا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایک سورج کے گرد گردش کرنے والے تمام



سیارے ایک دوسرے کی روشنیوں کاکسی نہ کسی طرح اثر لیتے ہیں۔ اسی طرح جس طرح ہمارے سورج کہکشاں کی روشنی سے متاثر ہوتا ہے نتیجہ میں ہم زیر اثر ہیں۔ کہکشاوں کی روشنیوں سے جو سورج کی معرفت ہمیں ملتی ہے وہ سب روشنیاں بھی مل کر ہمارے سارے کو متاثر کرتی ہیں۔ بلحاظ ہمیں ان روشنیوں کا تذکرہ کرنا پڑے گاجو کہکشاوں سے سورج کو ملی ہے ہمیں لازمی ان روشنیوں کا تذکرہ کرنا پڑے گاجو کہکشاوں سے سورج کو ملی ہے ہمیں لازمی ان روشنیوں کا تذکرہ کرنا پڑے گاجو کہکشاوں سے سورج کو ملی ہے ہمیں لازمی ان روشنیوں کا تذکرہ کرنا پڑے گاجو سورج کے اور سورج سیاروں کے زیر اثر ہمارے سیارے کو پہنچتی ہے۔

یہ روشنیاں باہم و دیگر مخلوط ہے۔ ان کا اثر ہمارے سیارے کی ہر چیز پر پڑتا ہے خواہ وہ آدمی ہو، چو پایہ ہو، درخت ہو، پو دا ہو، گھاس ہو، قطرہ ہو، وغیرہ وغیرہ وغیرہ اور چیزوں سے بحث نہیں صرف آدمی سے بحث ہے، چنانچہ آدمی کے دماغ میں ان روشنیوں کا مخلوط داخل ہو کر اثر کر تا ہے۔ ان روشنیوں کی قشمیں بہت کم معلوم ہے چو نکہ اس سلسلے میں ہماراعلم نہایت محدود ہے اس لیے ہمارا علم نہایت محدود ہے اس لیے ہمارا علم نہوں کی قشمیں بہت کم معلوم ہے چو نکہ اس سلسلے میں ہماراعلم نہایت محدود ہے اس لیے ہمارا علم نہوں ہو نجوم بھی ناقص ہے، البتہ یہ بات ماننا پڑے گی کہ سیاروں کی روشنیوں کا اثر پڑتا ہے اور ضرور پڑتا ہے محض جذباتی کیفیات ہی نہیں بلکہ ہر قشم کی کیفیات سیاروں کی روشنیوں سے متاثر ہوتی ہے۔

### ٹیلی پینھی کی مشقیں

سوال:ٹیلی بیٹھی کاعلم کیاہر شخص سکھ سکتاہے؟ براہ کرم اس کی علمی حیثیت کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں؟

جواب: ابعد الفنسیات (Parapsychology) کی روسے کسی بہت طاقت ور چیز پر غلبہ پانے کے لیے یاعام آدمیوں کی سطح سے بلند
ترین انسان بیننے کے لیے ہید امر لازم ہے کہ انسان اپنی صلاحیتوں سے باخبر ہو اور اسے اپنے دماغ کی کار کر دگی کا علم ہو۔ سائنسی نظر ہید
کے مطابق کا نکاتی و سعتوں میں زندگی کے علاوہ کوئی دو سر ارخ نہیں ہے۔ ان کے عقیدہ کے مطابق مادہ ختم ہو تاہے نہ تو انائی ختم ہوتی
ہے ، البتہ ان کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں۔ انتقال افکار پر اگر غور کیا جائے تو یہ بات پوری طرح سبحے آجاتی ہے کہ ''افکار جھی نہیں
مرتے'' بلکہ کسی نہ کسی طرح لہروں میں موجو در ہے ہیں اور ان لہروں کا اثر مر تب ہو تار ہتا ہے۔ یہ بی اہریں خیالات بنی رہتی ہیں، ہر
شخص کو اسکاذاتی تجربہ ہے کہ جب آدمی رنجیدہ ہو تا ہو اور اس کے اوپر لحمہ بہ لحمہ غمناک خیالات کی اہریں وارد ہوتی ہیں اور جیتے جیسے
ان لہروں کا پھیلا واور د ہاؤ بڑھتا ہے ، آدمی اور زیادہ غمکیین ہو تا چلاجا تا ہے۔ اس طرح جب ہم خوش ہوتے ہیں، لہروں کی ٹھنڈک اور
لطافت سے ہمارے دماغ میں سرور کی کیفیت پید اہو جاتی ہے۔ ایساسر ورجو ہمیں غمکیین زندگی سے دور لے جاتا ہے۔ قصہ کو تاہ ہر علم
ہمارے اندر موجود ہے اس کی مثال ہیہ کہ جب کوئی مصور تصویر بنا تا ہے تو استاد کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ شاگر د کو یہ بتا دیتا ہے کہ ماراف کے اسے خانوں کو اس طرح کو کی بتاد یتا ہے کہ کاراف کے اسے خانوں کو اس طرح کشیدہ خطر کر دیا جائے تو تاک بین جاتی ہے اور اگر گر اف کے اسے خانوں کو اس زوایہ سے کاٹ دیا
عبار کی صادر موجود میں اس کی صلا حیتیں اور این از کر کو تصویر بنانے کا طریقہ سکھادیتا ہے ، تصویر مصور خود بنا تا ہے اور ہم مصور کی بنائی ہی بنا تا ہے ، ایک بی بنا تا ہے اور ہم مصور کی بنائی



الی تصویر کشی نہیں کرتا، جس تصویر میں ناک گردن پر لگی ہو، کان آئکھوں کی جگہ بنائے گئے ہو۔ اس کے باوجود کہ آئکھ ناک کان مقررہ قاعدوں اور ضابطوں کے سب مصور بناتے ہیں، لیکن ہر مصور کی تصویر الگ ہوتی ہے۔

تصویر بنانے کے عمل کو مابعد النفسیات ( Parapsychology) میں خیالات کی منتقلی کانام دیاجا تا ہے۔ یعنی مصور نے اپنے خیالات تصویر کے نقش و نگار کے ذریعے کاغذ پر منتقل کریئے، خیالات کی منتقلی کاسلسلہ زندگی کے ہر عمل میں جاری وساری ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ساری زندگی خیالات کے تانے بربی ہوتی ہے۔ خیالات کے اس عمل کو جان لینا اور اس عمل سے فائدہ اُٹھانا اور خیالات کو منتقل کر دینا ''ملی پیتھی'' ہے۔

ٹیلی پیتھی ایک ایساعلم ہے جس کی وسعت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، ہر شخص کے اندر انتقال خیال کی صلاحیتیں بدرجہ اُتم موجو دہیں، صرف ان صلاحیتوں کا استعمال کرنا ہمیں نہیں آتا۔ سائنسد انوں کے ایک گروہ نے اس علم میں اتنی زیادہ ترقی کرلی ہے کہ دوسرے سائنسد ان سرجوڑ کر بیٹھ گئے ہیں۔ اگر ٹیلی پیتھی کے علم کی ترقی کا یہی عالم رہاتو ایک دن کوئی ایک طاقت ساری دنیا پر حکمر ان ہوجائے گی اورسب کو اپناغلام بنالے گی۔

انقال افکار (ٹیلی پیتھی) کی تیاری کے لیے بعض مشقیں ایسی ہوتی ہیں جن میں کچھ ڈراونی قسم کے حالات بھی متوقع ہوتے ہیں، اس قسم کی مشقوں کو شروع کرنے سے پہلے کچھ اور مشقیں کرناضر وری ہوتا ہے تاکہ ناخو شگوار حالات اگر پیش آ جابیں تو ان پر قابو پایا جاسکے۔ مثلاً شمع بنی کی مشق میں کچھ مہیب قسم کی شکلیں بھی سامنے آنے کا امکان ہوتے ہیں جس کو براداشت کرنے کے لیے عضلات اور اعصاب پر قابویانے کے لیے مجوزہ مشقیں کرنا اور استاد کی نگر انی لاز می ہوتی ہے۔

### سيدهے كندهے كى طرف ديكھئے

سوال: ہم پانچ بہن بھائی ہیں، میں سب سے چپوٹی ہوں، میری عمر اٹھارہ سال ہے۔ والد صاحب کے سواسب لوگ شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ہر طرح کی الزام تراثی کرتے ہیں اور ہر وقت روکتے ٹو کتے ہیں۔

جواب: آپ ایک کام کریں وہ بیر کہ کوئی بھی کام کرنے سے پہلے سیدھے کندھے کی طرف دیکھ لیاکریں، بیہ عمل ۴۴روزسے زائد ہر گز نہ کریں

## (۵۰۰۰) پانچ ہزار سال پر اناعلاج

سوال: بہت سارے لوگوں کے نام موجود ہے تقریباً ۱۲۵ زائد۔

جواب: کمہارے ایک کوری ہانڈی لے لیں، اس کے ساتھ اوپر ڈھکنے کے لیے مٹی کا ڈھکن بھی لے لیں۔ صبح فجر کی نماز کے فوراً بعد مٹی کی ہنڈیا کوسامنے رکھ کر چھوٹے گاغذے کھروں پر ایک نقط اور اس کے گرد دائرہ بنادیں۔ فجر کی نماز کے وقت تک کاغذ کے جبنے نگروں پر دائرہ اور نقطہ بنایا ہے یہ سب ہنڈیا بیں ڈال دیں۔ فجر کی نماز کے بعد د نیاوی کاموں میں مشغول ہوجائے، دوسرے روز بھی یہ عمل کریں۔ روزانہ اس وقت تک یہ معمول بر قرار رکھئے جب تک ہنڈیا کاغذ کے چھوٹے چھوٹے نگروں سے بھر نہ جائے۔ ہنڈیا بھر جانے کے بعد د شکن اوپر رکھ کر ہنڈیا کو ملتانی مٹی اور کیڑے میں لیبٹ کر آگ میں اس طرح رکھ دیں کہ ہنڈیا د بکتے کو کلوں سے ڈھک جائے۔ کو بعد ڈھکن اوپر رکھ کر ہنڈیا کو ملتانی مٹی اور کیڑے میں لیبٹ کر آگ میں اس طرح رکھ دیں کہ ہنڈیا د بکتے کو کلوں سے ڈھک جائے۔ کو کلے ٹھنڈے ہوئے پر ہنڈیا کے اندر سے راکھ نکال کر دریایا ہتے ہوئے پانی میں بہادی جائے۔ اس عمل سے جادو، سے کارڈر کاموں میں وغیر معمولی روکاو ٹیس، حسد کی وجہ سے گھریلونا چاتی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ علاج اب سے پانچ بڑار اسال پہلے رائج تھا، نہایت زدوا اثر اور مجرب عمل ہے۔ روحانی ڈاک پڑھنے والے تمام کرم فرما اس علاج سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ جن لوگوں کے نام شائع نہیں ہوئے وہ صرف آئی زحمت گوارہ کریں کہ پوسٹ کارڈ کے ذریعے مطلع کر دیں، پوسٹ کارڈ پر صرف یہ تحریر کھی جائے۔ لیورانام۔ والدہ کانام۔ موٹے قلم سے نقطہ اور دائرہ بنادے۔ ایک جملہ میں مقصد اس کے علاوہ پوسٹ کارڈ پر تجھ نہ کھا جائے۔

## تمام عالم حلقه دام خیال ہے

سوال: جب میں پڑھنے میٹھتا ہوں تومیری توجہ بھٹک جاتی ہے۔ اور خیالات کے بھنور میں بھنس جاتا ہوں۔ ازراہ کرم اس سلسلے میں میری مد دکریں بہت پریشان ہوں۔

جواب: غالب نے کہاہے "تمام عالم حلقہ دام خیال ہے"، اور یہ بہت بھی بات کہی ہے۔ زندگی کے تانے بانے پر غور کیا جائے توا یک ہی بات سامنے آتی ہے کہ زندگی نام ہے تقاضوں کا اور تقاضوں کی بیمیل کا، کسی بھی چیز کے بارے میں جب ہمارے اندر کوئی تقاضہ پیدا ہوتا ہے تو پھر تقاضہ کسی نہ کسی خیال کے اوپر روال دوال رہتا ہے۔ مثلاً جسمانی غذا حاصل کرنے کے لیے ہمیں بھوک لگتی ہے۔ پہلے شکم سیری کا خیال آتا ہے، یہ خیال تصور بنتا ہے، پھر اس تصور میں رئینی پیدا ہوتی ہے، جنتی زیادہ رئینی پیدا ہوتی ہے اسی مناسبت سے تقاضہ بنتا ہے اور جیسے تقاضے میں شدت پیدا ہوجاتی ہے تو ہم فوراً کچھ کھا کر بھوک کو رفع کر لیتے ہیں۔ یہی صور تحال سونے جاگئے، کھانے پینے، محبت، نفرت سب کی ہے۔ پہلے ہمارے اندر تصور بنتا ہے اور اس تصور میں گہر ائی تقاضہ بن جاتا ہے۔

پیدائش سے مرنے تک اور مرنے کے بعد حشر نشر تک، ہمارے حشر نشر سے جنت و دوز خ تک، جنت دوز خ سے ابد تک نوع
انسانی ان ہی خیالات کے سہارے متحرک ہے اور رہے گی، جہاں تک خیال آنے کا تعلق ہے ان سے کوئی آدمی نئی نہیں سکتا، اس لیے
کہ اگر خیال آنے بند ہو جائیں تو آدمی مر جائیں گے، آدمی اپنے علم کے مطابق کچھ خیالات کو اچھا سمجھتا ہے اور کچھ خیالات کو براسمجھ کر
د کرنا چاہتا ہے۔ جبکہ قانون قدرت بیہ ہے کہ جس چیز کو بار بار ردکیا جاتا ہے یا قبول کر لیا جاتا ہے یعنی دہر ایا جاتا ہے وہ چیز وہ خیال
حافظے میں نقش ہو جاتا ہے۔ اور وہ آدمی اس خیال سے جتنا بچنا چاہتا ہے وہ خیال اُتناہی اس پر مسلط ہو جاتا ہے۔

آپ کے مسلے کاحل ہیہ ہے کہ جو خیال آپ کو آئے، آنے دیں ردنہ کریں، وہ خود گزر جائے گا، البتہ آپ ہے کرسکتے ہیں کہ جب آپ کو بلی کاخیال آئے تو کبوتر کے بارے میں سوچنا شروع کر دیں، بلی کے خیال کور دنہ کریں، اس عمل سے آپ کو ذہنی کیسوئی حاصل جائے گی۔

## روشنی کی بنیاد الله کانور ہے

سوال: مابعد النفسيات سے متعلق علوم ميں سانس كى مشقوں كو بہت اہميت دى جاتى ہے، يو گا اور نصوف ميں بھى سانس كى مشقوں كى اہميت مسلمہ ہے۔ براہ كرم اس بات پر روشنی ڈالئے كہ سانس رو كنے سے روحانی صلاحيتوں كاكيا تعلق ہے؟

جواب: انسان اور ہر اس مخلوق کی زندگی جو ذی روح سمجھی جاتی ہیں مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ زندگی کا قیام سانس کے اور جب سانس میں تعظل ہو جاتا ہے تو مظاہر اتی اعتبار سے اور جب سانس میں تعظل ہو جاتا ہے تو مظاہر اتی اعتبار سے زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ سانس کا عمل بھی دور خوں پر قائم ہے، ۱) سانس کا اندر جانا اور ۲) سانس کا باہر آنا انسان کو اِس کی روح سے عارضی طور پر دور کر دیتا ہے۔ انسان کا اندر جانا انسان کو اِس کی روح کے قریب کر دیتا ہے اور سانس کا باہر آنا انسان کو اِس کی روح سے عارضی طور پر دور کر دیتا ہے۔ انسان روشنیوں سے مرکب ہے اور اس روشنی کی بنیاد اللہ کا نور ہے۔ جس طرح سانس کی آمد و شد زندگی ہے اسی طرح خیالات کو بھی زندگی کہتے ہیں بالفاظ دیگر سانس اور خیالات زندگی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اب اگر ہم زندگی کا تجزیہ کریں تو یہ انکشاف ہو تا ہے کہ جس طرح سانس دور خوں پر قائم ہے بالکل اسی طرح خیالات بھی دور کر کے ایل مقام میں لے جاتا ہے۔ عرف عام میں اِس کو خیالات کی پائیزگی یا خیالات میں اسفل سے دور کر کے اعلیٰ مقام میں لے جاتا ہے۔ عرف عام میں اِس کو خیالات کی پائیزگی یا خیالات میں برکر تا ہے۔ سکون وراحت کی پائیزگی دراصل ایک طرز فکر ہا کیا جرف قر انسان کو حزن و ملال، رنج و بسرکر تا ہے۔ سکون وراحت انسان کے اندر ذبنی کیسوئی پیدا کرتے ہیں، اس کے بر عکس تاریک طرز فکر انسان کو حزن و ملال، رنج و بسرکر تا ہے۔ سکون وراحت انسان کے اندر ذبنی کیسوئی چیدا کرتے ہیں، اس کے بر عکس تاریک طرز فکر انسان کو حزن و ملال، رنج و بسرکر تا ہے۔ سکون وراحت انسان کے انسان کو دما فی انتشار میں مبتلا کر دیتا ہے۔



اِس بات کوہم دوسری طرح بیان کرتے ہیں، تمام آسانی صحائف میں بیہ بتایا گیاہے کہ انسان کی اصل تخلیق ازل میں ہوئی، پھر انسان نافرمانی کا مرتکب ہو کر اس دنیامیں آیاہے، الیی دنیامیں جہاں ازل غیب ہے، لیکن غیب سے اس کا ایک مخفی رشتہ قائم ہے ازل میں موجود گی کا تعلق انسان کی روح سے ہے اور دنیاوی حواس، ایسے حواس جو انسان کو عارضی طور پر روح سے دور کر دیتے ہیں۔

جب ہم سانس اندر لیتے ہیں تو ازل سے قریب ہوجاتے ہیں اور جب سانس باہر نکالتے ہیں توخود کو ازل سے دور محسوس کرتے ہیں، یعنی سانس کا باہر آنااس زندگی اور ازل کی زندگی کے در میان پر دہ ہے۔ جب سانس کو اندر روکتے ہیں تو ہمار ارشتہ ازل سے قائم ہوجاتا ہے یعنی ہم اپنی روح سے قریب ہوجاتے ہیں اور روح سے قریب ہوناہی کسی ماورائی علم میں کامیابی کی ضانت ہے۔

#### زنگ آلوده سیاه دل

سوال: کہاجا تاہے کہ اگر کوئی شخص دنیا پرست ہوجائے تواس کادل سیاہ زنگ آلو دہ ہو جاتاہے؟

جواب: انسان کی ذات جوروشنیوں کا مجسمہ ہے اس کے اندر دو حرکات مسلسل واقع ہوتی رہتی ہیں۔ ایک حرکت ذات کے انوار کا خارج کی طرف متواتر سفر کرتے رہنا اور دوسری حرکت خارج سے اپنے اندر جذب کرتے رہنا، گویا بیہ انسانی روح یااس کی دوصفات ہیں، ایک ملکوتی (اعلیٰ) دوسری بشری (اسفل) ان دونوں صفات ہیں ہر صفت ایک اصول کی پابند ہے۔ کوئی فرد خارجی دنیا ہیں جتنا مستغرق ہو تا ہے اس کے نقطہ ذات کی روشنیاں اتن ہی ضائع ہو جاتی ہو، بیہ ہی وہ روشنیاں ہیں جس کی صفت ملکوتی ہے۔ ان کے ضائع ہونے سے ملکوتی صفت ملکوتی ہے۔ ان کے ضائع ہونے سے ملکوتی صفت بھی ضائع ہو جاتی ہے۔ نقطہ ذات میں روشنیوں کی ایک معین مقدار ہوتی ہے، جو ملکوتیت اور بشریت کا توازن قائم رکھتی ہے، اگر اس روشنی کی مقدار کم ہوجائے تو حیوانی اور مادی تقاضے بڑھ جائیں گے۔ ملکوتیت کی صفت غیب میں سفر کرتی ہے تا کم رکھتی ہے، اگر اس روشنی کی مقدار کم ہوجائے تو حیوانی اور مادی تقاضے فرد کو اسفل کی طرف تھنچے لیتے ہیں۔ وہ جتنا اسفل کی طرف بڑھتا ہے اتناہی کثافتوں اور ثقل میں اضافہ ہو جاتا ہے اس کی وجہ عالم غیب سے ہٹ کر اسفل میں مقید ہو جاتا ہے اس کی وجہ عالم غیب سے ہٹ کر اسفل میں مقید ہو جاتا ہے اس کی وجہ عالم غیب سے ہٹ کر اسفل میں مقید ہو جاتا ہے اس کی وجہ عالم غیب سے ہٹ کر اسفل میں مقید ہو جاتا ہے اس کی وجہ عالم غیب سے ہٹ کر اسفل میں مقید ہو جاتا ہے اس کی وجہ عالم غیب سے ہٹ کر اسفل میں مقید ہو جاتا ہے اس کی وجہ عالم غیب سے ہٹ کر اسفل میں مقید ہو جاتا ہے اس کی وجہ عالم غیب سے ہٹ کر اسفل میں مقید ہو جاتا ہے اس کی وجہ عالم غیب سے ہٹ کر اسفل میں مقید ہو جاتا ہے اس کی وجب عالم غیب سے ہو کہ کی اسٹور کی گوئی کے ہیں۔

## نيگيڻيو بني

سوال: آپ نے ایک صاحب کونیگیٹیو بینی بطور علاج تجویز کی تھی۔ نیگیٹیو بینی کیاہے ؟اس کی علمی توجیہہ بیان کریں؟

جواب: جبیبا کہ ہم جانتے ہیں کہ آدمی شعور اور لاشعور سے مرکب ہے، شعور Positive مثبت اور لاشعور Negative منفی ہے۔ شعوری واردات و کیفیات اور عمل، اشغال لاشعور کے تابع ہے، لیکن ساتھ ساتھ شعوری تحریکات کاسابیہ لاشعوری سطح پریڑ تاہے۔



لا شعوری تحریکات میں نہ تخریب ہوتی ہے نہ ہی بیاری ، لیکن اگر شعوری تحریکات اس صد تک غالب آجائیں کہ لا شعوری تحریکات کو قبول کرنے میں مزاحم ہوں تو لا شعور ایک حد تک شعور سے بے پرواہ ہو جاتا ہے اور آدمی کے اندر تعیری خیالات کی بجائے تخریبی خیالات کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ تخریبی خیالات میں جسمانی اور نفیاتی بیاریاں بھی آتی ہیں۔ شعور کو اعتدال پرواپس لانے کے لیے اس بات کی ضرورت پیش آتی ہے کہ اس کارخ لا شعور کی طرف چھیر دیاجائے ، چونکہ لا شعور نیکیٹیو ہے اس لیے نیکیٹیو بنی اس سلسلہ میں موثر علاج ثابت ہوا ہے۔ علاج کے سلسلے میں یہ بات سب جانتے ہیں کہ دوائیوں کی مقدار بطور خاص اہمیت رکھتی ہے اور اس کے ساتھ پر ہیز کرنا لازم ہوتا ہے ، بالکل اسی طرح نیکیٹیو بنی میں بھی احتیاط اور اعتدال ضروری ہے۔ اگر اعتدال ٹوٹ جائے تو پھر شعوری تحریکات مغلوب ہو جاتی ہیں اور لا شعوری تحریکات غالب آجاتی ہیں۔ جب ایساہو تو آدمی کی وہ نظر کھل جاتی ہے جو غیب کا مشاہدہ کرتی ہے اور ایسے کس آدمی کے سامنے ان دیکھے مناظر اور ماور انی صور تیں نظر آنے گئی ہیں، چونکہ عام آدمی اس طرز نظر سے وقوف نہیں رکھتا اس لیے وہ اس کو بیاری شجھنے لگتا ہے۔ اِس کی توجیہہ میں یہ نقطہ پوشیرہ ہے کہ نیگیٹیو بنی اگر حدسے زیادہ تجاوز کرجائے تو وہ کیفیت عمل میں آجاتی ہے جو صاحب روحانیت کے لیے کامیابی کی دلیل ہے اور عام آدمی کے لیے ذہنی اور دما فی بیاری

## جنسی تنبریلی

سوال: پچھلے دنوں پیران پیرشے عبدالقادر کے حالات زندگی پڑھتے ہوئے آپ کی ایک کر امت نظر سے گزری، وہ کر امت اس طرح سے کہ ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر اولاد نرینہ کے لیے درخواست کی ، حضرت شخ نے دعا فرمائی لیکن اس کے ہاں لڑکے کی بجائے لڑکی پیداہوئی، وہ لڑکی کو لے کرشے گئی خدمت میں آیا اور ساراحال بیان کیا، شخ نے کہااس کو کپڑے میں لپیٹ کرلے جااور دیکھ بجائے لڑکی پیداہوئی، وہ لڑکی کو لے کرشے گا خدمت میں آیا اور ساراحال بیان کیا، شخ نے کہااس کو کپڑے میں لپیٹ کرلے جااور دیکھ پر دہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ اِس نے گھر جاکر دیکھا تو وہ لڑکا تھا۔ یہ کر امت پڑھ کر میر اذہن آئے دن ہونے والے جنسی تبدیلی کے واقعات کی طرف چلا گیا، اس کر امت اور ان واقعات میں فرق سے کہ عام تبدیلی بتدر سے کہا تھرف کیونکر ممکن ہے؟
کے واقعہ میں فوراً واقع ہوگئے۔ کیا آپ روحانی نقط نظر سے اس کر امت کی توجیہہ بیان کریں گے کہ یہ تصرف کیونکر ممکن ہے؟

جواب: قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "ہم نے تخلیق کیا ہر چیز کو جوڑے اور دوہرے" اس آیت کی روشنی میں فار مولہ

یا Equation یہ بنی کہ ہر فرد دوپرت سے مرکب ہے، ایک پرت ظاہر رہتا ہے اور دوسر اچھپا اور مغلوب رہتا ہے، عورت بھی دو
رُخوں سے مرکب ہے اور مر دمجھی دورُخوں سے مرکب ہے۔ عورت میں ظاہر رُخ وہ ہے جو صنف لطیف کے خدو خال میں جلوہ نما ہو
کر ہمیں نظر آتا ہے اور باطن رُخ وہ ہے جو ہماری ظاہر کی آٹھوں سے پوشیدہ ہے۔ اِس طرح مر دکا ظاہر ک رُخ وہ ہے جو مر دکے
خدو خال میں نظر آتا ہے اور باطنی رُخ وہ ہے جو ہمیں نظر نہیں آتا، اِس کی تشر تے یہ ہوئی کہ مر دکے ظاہر رُخ کا متضاد باطن رُخ
عورت مر دکے ساتھ لیٹا ہوا ہے، اور عورت کے ظاہر رُخ کے ساتھ اس کا متضاد باطن رُخ مر دچیکا ہوا ہے۔

جنسی تبدیلی کے واقعات بھی اِسی فار مولے کی بنیاد پر و قوع پذیر ہوتے ہیں، ہو تابیہ ہے کہ باطن رُخ کی تحریکات اتنی زیادہ سر لیج الثیر اور غالب ہو جاتی ہے کہ ظاہر ک رُخ کی اپنی تحریکات معدوم ہو جاتی ہیں، یہ تبدیلی اسِ طرح واقع ہوتی ہے کہ مر د کے اندر عورت کا باطن رُخ غالب ہو جاتا ہے اور ظاہر رُخ مغلوب ہو جاتا ہے متیجہ میں کوئی مر دعورت بن جاتا ہے اور کوئی عورت مر د بن جاتی ہے۔

صاحب بصیرت اور صاحب تصوف بزرگ اس قانون کو جانتے ہیں اور اِس کے لیے تخلیقی فار مولوں میں ردوبدل کر ناپڑتا ہے۔ کیونکہ وزیر حضوری حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علم لد "نی کے ماہر ہیں اور انہیں کا کنات میں جاری وساری قوانین کا علم حاصل ہے، اس لیے جب انہوں نے لڑکی کے اندر موجود باطن رُخ مرد کوغالب کر دیا اور وہ لڑکی سے لڑکا بن گئی۔

#### طلسماتی درخت

سوال: میں احساس کمتری کاشکار ہوں، بات کرتے ہوئے خو دبخو دمنہ بھینچ لیتا ہوں۔ بہت کوشش کرتا ہوں گراس حرکت سے نجات نہیں ملتی، کوئی کام کرتے وقت یا خالی بیٹے پر بھی طرح طرح کے منہ بنا تار ہتا ہوں، ہر وقت خوف ذدہ رہتا ہوں، برائے مہر بانی آپ مجھے بچھے ایسا بتادیں کہ میری خو دیر طاری کی ہوئی پریشا نیاں دور ہو جائیں اور میں اللہ پر بھر وسہ کرکے دنیا کا سامنا بہا دری سے کر سکوں۔ جو اب: صبح سویرے کسی درخت کے سے ٹیک لگا کر کھڑئے ہو جائیں، اس طرح کہ ریڑھ کی ہڈی درخت کے سے خے ساتھ مس ہوتی رہے۔ اس وقت ننگے پاؤل رہیں اور نظریں سیدھے پیر کے انگوٹھے پر رہیں، دس منٹ تک اس طرح کھڑے رہیں اور پھر اپنے کاموں میں مشغول ہو جائے۔ ایک دفعہ جس درخت کا انتخاب کرلیں جالیس روز اِسی کو استعال کریں۔

#### وظائف کے نقصانات

سوال: روحانی ڈاک میں آپ نے فرمایاتھا کہ اگر کوئی صاحب اوراد ووظائف کی علمی توجیہہ دریافت کرناچاہیں توبیان کر دی جائے گی،
میں اس سلسلے میں آپ کی خدمت میں خط لکھ رہا ہوں اور یہ پوچھناچا ہتا ہوں کہ آخروہ کو نسی وجوہات ہوتی ہیں جس سے اوراد ووظائف
کا پڑھنا بجائے خود فائدہ کے نقصان کا باعث بن جاتے ہیں، حالا نکہ وظائف میں عام طور پر اللہ تعالیٰ کا مقدس کلام ہی پڑھا جاتا ہے۔
میں اس سلسلے میں اس لیے پریشان ہوں کیونکہ میں خود بھی بہت سے اوراد و وظائف کرتار ہتا ہوں اور میں نے محسوس کیا ہے کہ



بجائے فائدے کے نقصان ہی ہواہے، اس لیے میری آپ سے گذارش ہے کہ اس موضوع پر وضاحت سے روشنی ڈالیس تاکہ دوسرےلوگ بھی اس سے فائدہ حاصل کر سکے۔

جواب: قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق تخلیق کابنیادی مصالحہ اللہ کانور ہے''اللہ نور السموات والارض''، یہ ہی نور مختلف رنگ وروپ اختیار کرکے مظاہرہ کی شکل میں رونماہو تاہے۔روشنی،رنگ،مادہ سب اس کی ذیلی تخلیقات ہیں،نور خود بھی تنزل کرکے مختلف قسم کے انوار کی شکل وصورت اختیار کرتاہے۔

کوئی اسم یاو ظیفہ در حقیقت کسی خاص قسم کے نور کا کوڈ ( Code) ہوتا ہے، مثلاً جب ہم لفظ پانی کہتے ہیں تواس کا مطلب پ، ۱، ن، کی نہیں ہوتا بلکہ اس سے مراد وہ سیال شے ہوتی ہے جس کی خصوصیات کے مجموعے کا نام ہم نے پانی رکھا ہے، اسی طرح کوئی اسم یا وظیفہ خاص قسم کے نور یا روشنی کا عنوان ہوتا ہے، جب کوئی بندہ کسی وظیفے یا اسم کی تکرار کرتا ہے تو ذہمن پر وظیفے یا اسم کی انوار یا روشنیوں کا نزول شر وع ہوجاتا ہے۔ یہ روشنیاں جب دماغ میں مظہر کاروپ دھار لیتی ہیں توہم ان کو ایک قسم کی بجلی بھی کہہ سکتے ہیں، اگر کسی کا دماغ اتنی قوت و سکت ندر گھتا ہو کہ وہ ان کو ہر داشت کر سکے، ان سے کوئی کام لے سکے تواس کے اپنے جسم کا ہرتی نظام متاثر ہونی ہیں اور ٹھیک کام نہیں کرتیں چنانچہ وہ روز مرہ کے کام معمول ہونے لگتا ہے، نتیج میں اس کی دماغی اور جسمانی صلاحیتیں بھی متاثر ہوتی ہیں اور ٹھیک کام نہیں کرتیں چنانچہ وہ روز مرہ کے کام معمول کے طور پر انجام نہیں دے سکتا اور اس کو عام زندگی میں فائدہ کی بجائے نقصان ہونے لگتا ہے۔ اگر دماغ میں روشنیوں کا ہجوم بہت کے طور پر انجام نہیں دے سکتا اور اس کو عام زندگی میں فائدہ کی بجائے نقصان ہونے لگتا ہے۔ اگر دماغ میں روشنیوں کا ہجوم بہت زیادہ ہو جائے توبسا او قات اعصابی نظام کو سخت د ھچکا پہنچ سکتا ہے اور آد می پاگل ہو سکتا ہے، اس کو عرف عام میں وظیفے کی رجعت کہتے نیاں۔

جب کوئی روحانی انسان کسی وظیفے کے ورد کی اجازت دیتا ہے تووہ مخاطب کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کو دیکھ کر اجازت دیتا ہے۔ اسی صورت میں وظیفے سے نقصان کا اندیشہ نہیں رہتا۔ یہ بات بہت غور طلب ہے کہ وظیفے کی اجازت دینے والے کاعالم کاروحانی علوم میں اس حد تک دخل ضروری ہے کہ وہ وظائف کے اندر کام کرنے والی روشنیوں کے بارے میں نہ صرف جانتا ہو بلکہ مخاطب کی فاہم میں سے کہ وہ وظائف کی سائنس سے ذہنی سکت کو پڑھ سکے ، اسی لیے کسی بھی وظیفے کو پڑھنے کے لیے ایسے آدمی کی اجازت ضروری ہے جو فی الواقع وظائف کی سائنس سے واقفیت رکھتا ہو۔

#### انسانی ذہن اور کا ئناتی گراف

سوال: زندگی میں پہلی بارنہ چاہتے ہوئے بھی محبت میں گر فتار ہو گیا، بعد میں اس واقعہ کو فراموش کرکے اپنے کاموں میں اِس طرح محو
ہو گیا کہ بھی خیال بھی نہیں آیا، اب جب کہ اس بات کو عرصہ گزر گیاہے وہ صاحبہ میرے خوابوں میں آنے لگی ہے اور خواب اس
قدر گہر اہو تاہے کہ دن بھر اس سے نجات نہیں پاسکتا اور اسکے خیالات میں محور ہتا ہوں، کوئی ایساعمل بتائے کہ میں ان خیالات سے
چھٹکارا حاصل کرلوں، ساتھ میں اس بات کی توجیہہ بھی کیجئے کہ ایساکیوں ہو تاہے؟

آپ کی موجودہ کیفیت ہے ہے کہ کسی وقت گراف نمبر ۳ کی قوت کم ہو جاتی ہے ، جس کی وجہ سے گراف نمبر ۲ کا پریشر بڑھ جاتا ہے اور غیر ارادی سونج on ہو جاتا ہے اور اضطراری نقوش اسکرین پر آ جاتے ہیں۔ سونے کی حالت میں وہی خواب بن جاتے ہیں اور جاگئے میں خیال۔ گراف نمبر ۳ کی پریشر سے مغلوب اور جاگئے میں خیال۔ گراف نمبر ۳ کی پریشر سے مغلوب نہیں ہوگی اور شکایت دور ہو جائے گی۔

#### وطا ئف كى رجعت

جواب: ہر ذی روح بقول ہمارے ہر غیر ذی روح کی تخلیق کا اللہ تعالیٰ سے براہ راست ایک رشتہ قائم ہے،"نور"جب تنزل کرکے لوح محفوظ میں آتا ہے توصفات کاروپ دھارلیتا ہے، یہی صفات الگ الگ خدوخال بن کے تخلیق کی درجہ بندی کرتی ہیں۔صفات کے نزول



سے تخلیق میں حواس اور زندگی کی حرکات کا تعین ہوتا ہے، صفات دورخ پر سفر کرتی ہیں، ایک نزولی دوسر اصعودی۔ نزولی رُخ سے مراد ہیہ ہے کہ تخلیق میں زمین کے حواس پیدا ہوتے ہیں اور صعودی رُخ کا مطلب ہیہ ہے کہ نزول کے بعد پھر صفات یعنی پوری تخلیق مراد ہیہ ہو جاتی ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اس طرح ارشاد کیا ہے "انا اللہ واناالیہ واناالیہ راجعون" ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ یہ بات محل نظر ہے کہ ہر لمحہ ازل اور ابد ہے، نزول ازل ہے اور صعود ابد ہے، پیدائش نزول ہے اور بچپن کا اختتام صعود ہے اس طرح جو انی نزول ہے اور جو انی ختم ہونا صعود کی صالت ہے وغیرہ وغیرہ

زیادہ وردوظائف سے کوئی آدمی نزولی کیفیت سے نکل کر صعودی حالت میں چلا جاتا ہے، چونکہ دماغ اتناطاقتور نہیں ہوتا کہ روٹین کے خلاف صعود کوبر داشت کر سکے، اس لیے دماغی توازن خراب ہونے لگتا ہے یابالکل خراب ہوجاتا ہے یاشدید جھکے لگئے سے کوئی آدمی دوروں کامریض بن جاتا ہے۔ سائنس کی زبان میں اس بات کو اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ کسی آدمی کے اندر لائن اسٹر یم اعتدال سے زیادہ ہو جاتی ہے۔

#### ہائیڈروجن بم

سوال: ایک غم مسلسل تین برس سے مجھے کھائے جارہاہے، جس کی وجہ سے میرے چیرے کی رونق ختم ہو گئی ہے، میرے ابو جان ۴ سال سے سات لا کھ کے مقروض ہیں، والد صاحب ۲ سال سے گھر نہیں آئے ہیں، گھر کاخر چااور بہن بھائیوں کا بوجھ مجھ پر آن پڑاہے، دن رات کی مشقت اور بیہ غم میری صورت کو دیمک بن کر چاٹ گیاہے۔

جواب: مرشد کریم صفور قلندر بابا اولیا گاار شاد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بچے کو عالم ارواح سے عالم دنیا میں بھیجتا ہے تو زندگی گزار نے کے لیے جو روشنیاں اس کے اندر ہوتی ہیں اگر ان کابروقت اور صحیح استعال کیا جائے تو یہ روشنیاں 10,000 سال تک کام کرتی ہیں ،
یعنی جب کوئی بچے اس دنیا میں بیدا ہو تا ہے تو اس کے اندر دس ہز ارسال کے لیے لائف اسٹر یم Life Stream موجود ہوتی ہے۔
پہلے زمانے میں آدم زاد یہ 10,000 سال کا ذخیرہ بارہ سوسال ، نوسوسال میں خرج کرتا تھا۔ جیسے جیسے انسان وسائل اور مصائب میں گرفتار ہو تارہااسی رفتار سے طبعی عمر کم ہوتی گئی ، یہاں تک کہ ڈیڑھ سوسال پر آکر رک گئی پھر اور مصائب اور مسائل کے اثر دھے انسان کے سامنے آگھڑے ہوئے اور عمر طبعی گھٹ کر سوسال رہ گئی ، پھر ترقی کے پُر فریب پر دول میں انسان کا شعور سسکنے لگا اور لزنے لگا تو اوسط عمر گھٹ کر ۴ موادر ۵ میں انسان کی ترقی کا یہ عالم ہے لرنے لگا تو اوسط عمر گھٹ کر ۴ موادر ہوتی ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ آئ کا دور بے ۔ انسان کی ترقی کا یہ عالم ہے کہ ایک سینڈ کے ہز ارویں جھے میں امر یکہ بات کرتا ہے ۔ لیکن جب وہ صبح الی سینٹر وجن بم وجود میں آگیا ہے تو کہ اسے خبر مل گئی ہے کہ ہائیڈروجن بم بن گیا ہے اور وہ اسے ختم اس کے اندر سینٹر وں سال کی انر جی بھک سے اڑ جاتی ہے۔ اس لئے کہ اسے خبر مل گئی ہے کہ ہائیڈروجن بم بن گیا ہے اور وہ اسے ختم اس کے اندر سینٹر وں سال کی انر جی بھک سے اڑ جاتی ہے۔ اس لئے کہ اسے خبر مل گئی ہے کہ ہائیڈروجن بم بن گیا ہے اور وہ اسے ختم

نہیں کر سکتا، ختم نہ کرنے کامطلب بیہ ہے کہ ہائیڈروجن بم ایک دن ضرور شعلے اگلے گااور دنیا بھسم ہو جائے گی۔ میرے عزیز سات لا کھ کا قرضہ آپ کے ابانے لیا، وہ سب چھوڑ کر فرار ہو گئے، آپ غم میں اپنی انرجی ضائع کررہے ہیں، سب طرف سے ذہن ہٹاکر محنت مز دوری کریں، اللہ برکت دے گا، کوئی وظیفہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے

## روح کا جمو د انسان کو بے چین کر دیتاہے

سوال: میں ۱۷ سال سے ملازمت کررہاہوں۔ میرے کام سے دفتر کے متعلقہ حکام نہ صرف مطمئن ہیں بلکہ تعریف کرتے ہیں، لیکن اتنی مدت گزرنے کے باوجو دمجھے ابھی تک نہ مستقل کیا گیا اور نہ ہی ترقی دی گئی میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ میں پنجگانہ نماز ادا کرتا ہوں جب سے مجھے پرروزے فرض ہوئے آج تک کوئی روزہ قضاء نہیں ہوا۔ اس کے باوجود مجھے ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جواب: اگر آپ نمازروزہ کے اس لیے پابند ہیں کہ اس طرز عمل سے سارے مسائل آپ کی حسب منشاء نتیجہ خیز ہوں گے تو یہ روش فکر غلط اور نادرست ہے۔ نماز روزہ انسان کے اوپر فرض ہے، زندہ رہنے کے لیے کھانا پینا بھی فرائفن میں داخل ہے، خور دونوش کا فریضہ ہمارے جسمانی نظام کو بحال رکھتا ہے۔ نماز، روزہ، ارکان اسلام کی بجاآ وری سے ہماری روی تقویت حاصل کرتی ہے، ہم اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ نماز روزہ کی ادائیگی خالق اور مخلوق کے در میان قربت کا ذریعہ ہے۔ لیکن اگر ہم نماز اس لیے اداکریں کہ ہماری دنیاوی پریشانیاں دور ہو جائیں تو بین قص عقل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے" پس نماز پڑھنے والوں کے لیے ان کی نمازیں ہلاکت کا موجب ہوتی ہیں، اگر وہ نماز پڑھتے ہیں اور بے خبر ہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں، " آپ کی تحریر اس بات کی غلانی کرتی ہے کہ نماز روزہ کی طرف آپ کی توجہ خالصتاً اللہ کے لیے نہیں ہے، بلکہ دنیاوی المجتوں اور پریشانیوں سے نجات حاصل مخازی کرتی ہے کہ نماز روزہ کی طرف آپ کی توجہ خالصتاً اللہ کے لیے نہیں ہے، بلکہ دنیاوی المجتوں اور پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے ہیں، جب بیہ طرز فکر کی ذہن میں در آتی ہے تو نماز کا مقصد فوت ہوجاتا ہے اور روئ کے اوپر جود طاری ہوجاتا ہے، روز کا محود انسانی شعور کو بے جین اور بے قرار کر دیتا ہے۔ شعور کی بے تابی انسانی صلاحیتوں کو اس حد تک مفلوج کر دیتی ہے کہ وہ ناز سرف اللہ کے لیے قائم بیجے، انشااللہ طرز فکر کی اس تبدیلی سے آپ کے ساتھ در پیش ہے۔ آپ اپنی طرز فکر کا محاسبہ سیجے، نماز اللہ کی رحت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

# انسان کے اندر دو دماغ کام کرتے ہیں

سوال: پچھلی اشاعت میں طلباوطالبات کے لیے حافظ کی تیزی اور ذہن کشادہ ہونے کے لیے، آپ نے ''یاحی ویا قیوم'' پڑھنے کے بعد مراقبہ میں دماغ کے اندر دیکھنے کی ہدایت کی ہے، دماغ میں دیکھنے سے مراد بھیجے کا تصور کرناہو گا؟ ازرہ کرم وضاحت کر دیں؟



جواب: قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کاار شاد ہے کہ "آدم تم اور تمہاری ہوی جنت میں رہو، جہاں ہے جو چاہو نوش ہو کر کھاؤ اور اس درخت کے قریب مت جاناور نہ تمارا شار ظالموں ہے ہوگا" آیت مقدسہ جمیں اس بات کی دعوت دیتی ہے جہاں سے چاہو نوش ہو کر کھاؤ میں اسپیس کی نفی کر دی گئی ہے۔ یعنی جنت کالامتناہی سلسلہ تمہارے تصرف میں ہے، اس درخت سے قربت اسپیس سے اثبات ہے یعنی اس درخت کے پاس جانے ہے وہ آزاد زہنیت ختم ہو جائے گی جو جنت کی فضاء میں سانس لینے کے لیے ضروری ہے، جب تمارے اوپر اسپیس غالب آ جائے تو جنت کی فضاء شمیس رد کر دے گی۔ اس طرح تم اپنے اوپر ظلم کر وگے۔ جنت میں آدم اسپیس سے آزاد زندگی گزارتے تھے، جب درخت کے قریب گئے تو ان پر اسپیس مسلط ہوگی، اس طرح دو دماغ وجود میں آ ہے، پہلا دماغ ٹائم اینڈ اسپیس سے آزاد دو سراٹائم اینڈ اسپیس میں گر فتار۔ اس کی وضاحت سے ہوئی کہ آدم زاد کے آزاد پرت پر محدود اور مقید پرت غالب ہوگیا، مادہ خاکی جم ہے، بھیجہ اور کھو پڑی کی سات ہڈیاں بھی مادی ہیں، لیکن خاکی جسم اور اس کے تمام اعضاء کی بنیاد وہ بی آزاد پرت میں دور کرتی ہے۔ پرت ہے جو ٹائم اینڈ اسپیس سے آزاد ہے۔ فکر اور حکمت کی صلاحیتوں کا تعلق ان روشنیوں سے ہو آزاد پرت میں دور کرتی ہے۔ پر وشنیاں جب نافرمانی کے مرتکب پرت میں نزول کرتی ہیں تو بھیجہ ، دماغ ، ہور کہ تھو، پیر اور دوسرے اعضاء کاعلم بن جاتی ہیں۔

مراقبہ ایک اصطلاحی لفظ ہے جس کا مفہوم ہے ہے کہ انسان خود کو مقید زندگی سے آزاد کرنے کی سعی کرے، لیعنی ٹائم اینڈ

اسپیس ( Time and Space ) کی دنیاسے ذہن ہٹا کر اِس دنیا میں جھانکنے کی کوشش کی جائے، جہاں پابندی نام کی کسی چیز کا وجود

نہیں ہے۔ دماغ میں دیکھنے سے مر ادبیہ ہے کہ ہم خود کو اِس دماغ میں منتقل کر دیں جو ہمارا آبائی ورشہ ہے۔ لیعنی وہ دماغ جس کے بارے

میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "ہم نے آدم کو اپنے اساء کا علم سیھادیا ہے وہ علم ہے جو فرشتے بھی نہیں جانت"۔ مر اقبہ کا طریقہ بیہ کہ

میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "ہم نے آدم کو اپنے اساء کا علم سیھادیا ہے وہ علم ہے جو فرشتے بھی نہیں جانت"۔ مر اقبہ کا طریقہ بیہ ہے کہ

دن بھر کے سارے کا موں سے فارغ ہونے کے بعد وضو کر کے کسی اندھیری جگہ آلتی پالتی مار کر بیٹے جائیں، ایک سوبار درود شریف،

ایک سوباریا علیم پڑھ کر آ تکھیں بند کر لیں اور بیہ تصور کریں کہ میرے چاروں طرف نیلے رنگ کی روشنیاں جل بچھر ہی ہیں۔ یہ عمل

روزانہ دس سے پندرہ منٹ کریں اور روشنیوں کے تصور میں ہی سوجائیں، مر اقبہ ہر شخص کر سکتا ہے، اس میں خواتین و مر دکی کوئی

پابندی نہیں اس عمل سے رفتہ رفتہ مر اقبہ کر نے والے کی شخصیت کے او پر سے کثافت کے خول انتر جاتے ہیں اور صاحب مر اقبہ کے اندر چھٹی حس بیدار ہوجاتی ہے اور دما نی خلفشار سے نجات مل جاتی ہے، ذہنی سکون میسر آجا تا ہے۔

## اندروني صلاحبيتين

سوال: جیسا کہ ہمیں بتایا گیاہے کہ مراقبہ اس مثق کو کہتے ہیں جس میں آئکھیں بند کرکے ذہن کو کسی خیال یا تصور پر مر کوز کیاجا تا ہے۔ سوال بیہ ہے کہ آئکھیں بند کرکے ذہن کو مر کوز کرنے سے ہمیں کس طرح روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں؟ جواب: آیئے ہم اپنی دن بھر کی مصروفیت کا جائزہ لیں۔ صبح بید ارہوتے ہی ہمارے ذہن پر دفتریا دُکان پر جانے کا خیال وار دہو تا ہے اس خیال کے زیر اثر ہم تیار ہو کر دُکان یا دفتر کی جانب چل پڑتے ہیں۔ راستے میں بہت سے چہرے اور مناظر نگاہوں کے سامنے سے گزرتے ہیں۔ فتیم قسم کی آوازیں کان میں پڑتی رہتی ہیں، چند مناظر یا واقعات توجہ اپنی طرف تھنچے لیتے ہیں، کوئی حادثہ نظر آتا ہے تو ہمارے ذہن پر نقش چھوڑ جاتا ہے۔ کسی نئے سائن بورڈ پر نگاہ پڑتی ہے تواسے پڑھنے گئتے ہیں۔ دفتریا دُکان پر بہنچ کر ہم کاروباری امور کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، اور ذہن میں زیادہ تر دفتری معاملات سے متعلق خیالات دور کرتے رہتے ہیں۔

دفتریادگان سے گھر پہنچ کر گھر یلو معاملات میں مصروف ہوجاتے ہیں، کبھی سیر و تفریح کے لیے نکل جاتے ہیں، کسی عزیز یا دوست سے ملنے چلے جاتے ہیں، کوئی رسالہ یا کتاب پڑھنے لگ جاتے ہیں یا ٹی وی دیکھنے میں مشغول ہوجاتے ہیں یہاں تک کے رات ہو جاتی ہے اور سوجاتے ہیں، اگلادن بھی کم و بیش اسی طرح مصروفیات لے کر طلوع ہوتا ہے۔ ان تمام امور کا تجزیہ کرنے سے پہۃ چلتا ہو جاتی ہمہ وفت ماحول کی اطلاعات میں منہمک رہتا ہے۔ ہماری توجہ زیادہ اور بہت زیادہ وقفہ تک ہیر و فی اطلاعات کی طرف مبذول رہتی ہے۔ بیداری کا تمام وفت اسی طرح ذہنی مصروفیت میں گزرجاتا ہے تفکر کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہمیں خال مبذول رہتی ہے۔ بیداری کا تمام وفت اسی طرح ذہنی مصروفیت میں گزرجاتا ہے تفکر کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہمیں خال الذہمن ہونے کا دفت بالکل نہیں ملتا۔ ماحول کے معاملات ہر وفت ذہن میں گردش کرتے رہتے ہیں۔ خالی الذہمن ہونے سے مرادیہ نہیں کہ ذہمن میں خیالات کی آ مد بند ہوجا ہے، بلکہ خالی الذہمن ہونے کا مطلب توجہ کا رُخ تبدیل ہونا ہے۔ اگر ہم کوئی کتاب پڑھ رہے ہیں تو توجہ کو مر کز مخاطب ہوگا۔ چنانچہ جس چیز کی طرف ہم اردادے کے ساتھ متوجہ ہونگے وہ چیز توجہ کام کز قراریائے گی اور دیگر چیزوں کی حیثیت ثانوی ہوگا

ان تشریحات کی روشنی میں خالی الذ بمن ہونے کی تعریف ہے ہے کہ ہماری توجہ یا ذہنی مرکزیت کسی ایک نقطہ پر قائم رہے اور ہم ماحول کی اطلاعات یا ذبن میں آنے والے کسی اور خیال پر توجہ نہ دیں۔ جب ہم اس بات کو حاصل کر لیں گے کہ ہمارا ذہن ماحول کی اطلاعات سے غیر متعلق ہو کر ایک نقطہ پر مرکوز ہوجائے تو اِس حالت کو ذہن کی مرکزیت یا خالی الذہنی کہتے ہیں۔ عام حالات میں ہمیں خالی الذہن ہونے کی عادت نہیں ہے ، لیکن انسان کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے کہ ارادے کے ساتھ جس عمل کی تکرار کر تا ہے اسے حاصل کر لیتا ہے ، چنانچہ مسلسل مشق کے ذریعے ہم خالی الذہن ہونے کی صلاحیت بیدار کر سکتے ہیں ، اس مشق کا اصطلاحی نام "مراقبہ" ہے۔

مراقبہ کی مشق میں وہ تمام ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں جن سے انسان کا ذہنی تعلق ماحول کی اطلاعات یا خارجی تحریکات سے منقطع ہو جائے۔ جب ماحول سے آنے والی اطلاعات یا بیر ونی تحریکات کا سلسلہ رک جاتا ہے اور ذہنی قوتیں ارادے کے ساتھ ایک نقطہ پر مجتمع رہتی ہیں تو اندرونی تحریکات خفی اطلاعات ذہن کی سطح پر آنے لگتی ہیں۔ اس وقت آدمی ان صلاحیتوں کے ذریعے دیکھا، سنتا، چپتا پھر تا اور سارے کام کرتا ہے جو اندورنی صلاحیتیں یارو حانی صلاحیتیں کہلاتی ہے



## نسمه کیاہے

سوال؛ آپ نے اپنے کالم میں لکھاتھا کہ زندگی کی بنیادروشنیوں پرہے اور مادی جسم یا گوشت پوست کا جسم ان روشنیوں کے تنزل سے وجود میں آتا ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے لفظ''نسمہ" استعال کیا تھا۔ مضمون کے تسلسل کے اعتبار سے تواس لفط کے معانی اور مفہوم میں نے اخذ کر لئے تھے لیکن نسمہ کیاہے؟ اِس کو عنوان بناکر آپ دوبارہ لکھیں توامید ہے کہ اس کی مزید تفہیم ہوجائے گی۔

جواب: کائنات کی ساخت میں بساط اول وہ روشی ہے جس کو قر آن پاک نے "ماء" (پانی) کے نام سے یاد کیا ہے، موجودہ دورکی سائنس میں اس کو گیسوں کے نام سے باد کیا ہے، موجودہ دورکی سائنس میں اس کو گیسوں کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے، نسمہ کا انہی صد ہا گیسوں کے اجتماع سے اولاً جو مرکب بناہے اس کو پارہ یا پارہ کی مختلف شکلیں بطور مظہر بنا کر پیش کرتی ہیں، ان ہی مرکبات کی بہت می ترکیبوں سے مادی جسم کو موالید مثلاثہ یعنی حیوانات، نباتات اور جمادات کہتے ہیں، نصوف کی زبان میں ان گیسوں میں سے ہر گیس کی ابتدائی شکل کانام نسمہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں نسمہ حرکت کی ابتدائی شکل کانام نسمہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں نسمہ حرکت کی ان بنیادی شعاعوں کے مجموعہ کانام ہے جو وجو دکی ابتداء کرتی ہیں، حرکت اِس جگہ ان لیروں کو کہا گیا ہے جو خلاء میں اس طرح پھیلی ہوئی ہیں کہ وہ نہ توایک دوسرے میں پیوست ہیں۔ یہی لیریں مادی اجسام میں آپس کے رابطہ کو اسطہ ہیں، ان لیروں کو صرف شہود کی آنکھ ، وہ آنکھ دیکھ سکتی ہے جو روح کی نگاہ کہلاتی ہے۔ کوئی بھی مادی خورد بین اِس کو کسی شکل کاواسطہ ہیں، ان لیروں کو صرف شہود کی آثامت کو مادیت یا مظہر کی صورت میں پاسکتی ہے۔ انہی کیروں کو اہل شہود کی تحقیق میں مورت میں پاسکتی ہے۔ انہی کیروں کو اہل شہود کی تحقیق میں میں خیروں کی نمود کہاجا تا ہے۔

جب اسکول میں لڑکوں کو ڈرائنگ سیمائی جاتی ہے توایک کاغذجی کو گراف پیچر کہتے ہیں ڈرائنگ کی اصل شکل میں استعال ہو تاہے۔

اِس کاغذ پر چھوٹے چھوٹے چو کور خانے ہوتے ہیں، ان چو کور خانوں کو بنیاد قرار دے کر استاد بیہ بتاتے ہیں کہ ان چھوٹے خانوں کی اتنی تعداد آدمی کا سر، اتنی تعداد سے ناک اور اتنی تعداد سے منہ اور اتنی تعداد سے گردن بنتی ہے۔ ان خانوں کے ناپ سے وہ مختلف اعضاء کی ساخت کا تناسب قائم کرتے ہیں، جس سے لڑکوں کو تصویر بنانے میں آسانی ہوتی ہے۔ اس گراف کو ترتیب دینے سے تصویر بن جاتی ہوتی ہے۔ بالکل اس طرح نسمہ کی بہ کلیریں تمام مادی اجسام کی ساخت میں اصل کا کام دیتی ہیں، انہی کلیروں کی ضرب و تقسیم موالید خلافہ کی جیئیں بناتی ہیں۔ لوح محفوظ کے قانون کی روسے دراصل بیہ لکیروں یا ہے رنگ شعاعیں چھوٹی بڑی حرکات ہیں، ان کا بعتنا اجتماع ہو تا جائے گا، اتنی ہی اس طرز کی ٹھوس حیات ترکیب پاتی جائیں گی۔ ان ہی کی اجتماعت سے رنگ اور کشش کی طرزیں کام کرتی ہیں اور ان کلیروں کی حرکات ہوں کر قتی ہیں، اس بیک کلیروں کی اجتماعیت مکانیت بناتی ہے اور دو سری طرف ان کلیروں کی گروں کی گروں کی ترکیت کی تخلیق کرتی ہیں، اس بیکت کانام کشوف کی زبان میں " سختی "کیروں کی گروں میں نسمہ کی وہ شکل وصور سے جس کو مادی تنہیں دیچہ سکت مفرد، شختی ، یا تمثیل کہا جاتا ہے۔ یہ بیکت دراصل مفرد ہے، اوح محفوظ کے قانون میں نسمہ کی وہ شکل وصور سے جس کو مادی تنہیں دیچہ سکت ہوئت مفرد، شختی ، یا تمثیل کہا جاتا ہے۔ یہ بیکت دراصل مفرد ہے، اوح محفوظ کے قانون میں نسمہ کی وہ شکل وصور سے جس کو مکتی۔ بیکت مفرد، شختی ، یا تمثیل کہا تی ہے اور نسمہ کی وہ شکل وصور سے جس کو مکتی۔ بیکت مفرد، تحقی ، یا تمثیل کہا جاتا ہے۔ یہ بیکت دراصل مفرد ہے، اوح محفوظ کے قانون میں نسمہ کی وہ شکل وصور سے جس کو مکتی۔ بیکت مفرد، تحقی ، یا تمثیل کھی کہا جاتا ہے۔ یہ بیکت دراصل مفرد ہے ، اوح محفوظ کے قانون میں نسمہ کی وہ شکل وصور سے جس کو مکتی۔ بیکت مفرد، تحقی ، یا تمثیل کہا تی ہے اور نسمہ کی وہ شکل وصور سے جس کو مکتی۔ بیکت مفرد کی بیکت مفرد کی دور شکل کی دور شکل کو میکتی۔ بیکت مفرد کی دور شکل کو کا کی دور سکر کی بیکت کی دور شکل کو دور کی دور سکر کی دور سکر کیت کی دور سکر کو کرکی ہونے کی دور سکر کی دور سکر کی دور سکر کی دور سکر کر کی بیکت کی دور سکر کی دی



ہیئت مرکب، تشخص یا جسم کہلاتی ہے۔ جب ہیئت مفرد اجتماعیت کی صورت میں اقدام کرکے اپنی منزل تک پہنچ جاتی ہے تو ہیئت مرکب ہوجاتی ہے، گویا ابتدائی حالت ہیئت مفرد ہے اور انتہائی حالت ہیئت مرکب ہے، ابتداء کی حالت کو روح کی آنکھ اور انتہائی حالت کو جسم کی آنکھ دیکھتی ہے۔

جسم کی طرح تمثیل میں میں بھی ابعاد یعنی Diminsions ہوتے ہیں اور روحانی آئھ ان ابعاد کے طول وعرض کو مشاہدہ ہی نہیں کرتی بلکہ ان کی مکانیت کو محسوس بھی کرتی ہے۔ صوفیاء حضرات اسی تمثیل کو ہیولی کہتے ہیں۔ دراصل یہ محسوسات کاڈھانچہ ہے جس میں وہ تمام اجزائے ترکیبی موجو د ہوتے ہیں جن کا ایک قدم آگے بڑھنے کے بعد جسمانی آئھ اور جسمانی لامسہ با قاعدہ احساس کر تاہے، کسی چیز کی موجو دگی پہلے ایک تمثیل یا ہیولی کی شکل وصورت میں وجو دپذیر ہوتی ہے۔ یہ ہیولی نسمہ مفر دکی ترکیبی ہیئت ہے اس کے بعد دوسرے مرحلے میں نسمہ مفر دجب نسمہ مرکب کی شکل اختیار کرتاہے تواس حرکت میں انتہائی سستی اور جمود پید اہوجاتا ہے۔ اس ہی سستی اور جمود کانام مھوس حسیں ہیں۔

## تصوف کیاہے؟

سوال: آپ تضوف اور روحانیت کے موضوع پر جس انداز سے لکھتے ہیں اور جو کچھ لکھتے ہیں وہ ہم نے نہ اپنے بزر گوں سے مُنااور نہ ان کی تحریروں میں پڑھاہے، یہ ہی وجہ ہے کہ میں آپ کی تحریروں کو ذہنی طور پر قبول نہ کر سکا ہوں۔ شک اور یقین کے دوران پھنساہوا ہوں جومیرے لیے اب چیلنج بن گیاہے؟

جواب: عزیز م نقتوف نور باطن ہے اور نور باطن نام ہے ایسے خالص ضمیر کا جس میں آلاکش قطعاً نہیں ہوتی۔ یہ ہماری بدقتہ ہم ہے کہ ہم اپنے سامنے دیکھنے کی بجائے پیچھے دیکھنے ہیں، اگر غور کیا جائے تو یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اگر پیچھے دیکھنا مقصود ہو تا تو آ تکھیں پیشانی پر ہونے کی بجائے سرکے پیچھا جھے میں ہو تیں، جہاں کہیں ہماراذ ہن الجتاہے ہم بجائے اس کے کہ جو پیچھ ہماری آ تکھوں کے سامنے ہے یاجو پیچھ ہمارے تجربے میں ہے اس کی روشنی میں نتانج اخذ کریں، ہم اپنے بزرگوں کے تجربات پر روشنی ڈالتے ہیں یا نہوں سامنے ہے یاجو پیچھ ہمارے تجربے میں ہے اس کی روشنی میں نتانج اخذ کریں، ہم اپنے بزرگوں کے تجربات پر روشنی ڈالتے ہیں یا نہیں اپنے لیے معراج سمجھ لیتے ہیں۔ اس کالاز می نتیجہ یہ ہو تا ہے کہ ہماری فہم محدود ہو جاتی ہے اور ہم زمانے کی ترقی کا ساتھ نہیں دے سکتے اور بالآخر و سوسوں اور تو اہم کا شکار ہو کر نہ آگ برطے ہیں نہیں نہیجھے ہٹتے ہیں، ساکت و جامد ہو جاتے ہیں۔

سیدنا حضور اکرم مَلَّا اللَّیْمِ کا ارشادِ عالی مقام ہے کہ علم سیکھو چاہے شہمیں چین جانا پڑے، قرآن پاک کا ارشاد ہے کہ کوئی احتجاد کی ارشاد ہے کہ کوئی سی چھوٹی میں جھوٹی میں جھوٹی میں وضاحت کے ساتھ بیان نہ کر دی گئی ہو، یہ ہی وجہ ہے کہ قرآن پاک ہیں، قدرت ان سے سر داری چھین لیتی ہے اور وہ قرآن پاک ہمیں تفکر کی دعوت دیتا ہے، جو قومیں تفکر سے تھی دست ہو جاتی ہیں، قدرت ان سے سر داری چھین لیتی ہے اور وہ



مفلوک الحال ہو کر غلامی کی زندگی بسر کرتی ہیں، ہمارے اسلاف نے اپنے زمانے کی ترقی کے مطابق ہمیں قدم قدم آگے بڑھنے کے لیے روشنی دکھائی ہے جس طرح ہمارے اسلاف نے اپنی آنے والی نسلوں کے لیے اپنے خون سے چراغ روشن کئے ہیں ہمارے اوپر مجھی لازم ہے کہ سائنسی دور کے تقاضوں کے تحت علمی برتری حاصل کرنے کے لیے اپنی نسل کو بصیرت کی راہ دکھائیں۔

## خيال اور اناء

سوال: انسان کے اندریہ خواہش ہر وقت کروٹ بدلتی رہتی ہے کہ وہ اس بات سے باخبر ہوجائے کہ انسانی زندگی میں خیالات کی کیا اہمت ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ زندگی کے ہر تقاضے کی تکمیل میں خیالات کی کار فرمائی ہے۔ خیال آتا ہے توجذبہ بنتا ہے، درخواست ہے کہ ہمیں بتایاجائے کہ خیالات کیوں آتے ہیں اور کہاں سے آتے ہیں؟ اور خیالات کس طرح زندگی بنتے ہیں۔

جواب: عام زبان میں تفکر کو اتاء کانام دیاجا تاہے اور اناء یا تفکر الیں کیفیات کا مجموعہ ہیں جن کو مجموعی طور پر فرد کہتے ہیں۔ اس طرح کی تخلیق سیارے بھی ہیں اور ذرے بھی۔ ہمارے شعور میں یہ بات یا تو بالکل نہیں آتی یا بہت کم آتی ہے کہ تفکر کے ذریعے ساروں، ذروں اور تمام مخلوق سے ہمارا تبادلہ خیال ہو تار ہتاہے، ان کی اناء یا تفکر کی لہریں ہمیں بہت کچھ دیتی ہے اور ہم سے بہت کچھ لیتی ہیں، تفکر کے تمام کائنات اِسی وضع کے تبادلہ خیال کا ایک خاندان ہے۔ مخلوق میں فرشتے اور جنات ہمارے لیے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں، تفکر کے اعتبار سے وہ ہمارے زیادہ قریب ہیں اور تبادلہ خیال کے لحاظ سے ہم سے زیادہ مانوس ہے

کہکٹانی نظام اور ہمارے در میان بڑا مستحکم رشتہ ہے، پے در پے جو خیالات ہمارے ذہن میں آتے ہیں وہ دوسرے نظاموں اور آبادیوں سے ہمیں موصول ہوتے رہتے ہیں، یہ خیالات روشنی کے ذریعے ہم تک پہنچتے ہیں، روشنی کی چھوٹی بڑی شعاعیں خیالات کے بے شار تصویری خانے لے کر آتی ہیں، ان ہی تصویری خانوں کو ہم اپنی زبان میں تواہم، تخیل، تصور اور تفکر کانام دیتے ہیں، سمجھا یہ جا تا ہے کہ یہ ہماری اختر اعات ہیں، لیکن ایبا نہیں ہے بلکہ تمام مخلوق کے سوچنے کی طرزیں ایک نقطہ مشترک رکھتی ہیں وہی نقطہ مشترک تصویری خانوں کو جمع کر کے ان کاعلم دیتا ہے، یہ علم نوع اور فرد کے شعور پر منحصر ہے۔

شعور جو اسلوب اپنی اٹاء کی اقد ار کے مطابق قائم کرتا ہے تصویر کی خانے اِس اسلوب کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں، اس موقع پر یہ بتا دینا ضرور ک ہے کہ تین نوعوں کے طرز عمل میں زیادہ اشتر اک پایا جاتا ہے، ان کا تذکرہ قر آن پاک میں انسان، فرشتہ اور جنات کے نام سے کیا گیا ہے۔ یہ نوعیں کا کنات کے اندر سات کہ شانی نظاموں میں پائی جاتی ہیں، قدرت نے کچھ ایسا انتظام کیا ہے جس میں یہ تین نوعیں تخلیق کارکن بن گئ ہیں، ان کے ذہن سے تخلیق کی لہریں خارج ہو کر کا کنات میں منتشر ہوتی ہیں اور جب یہ لہریں معین مسافت طے کر کے معین نقط پر پہنچی ہے تو کا کناتی مظاہر کی صورت اختیار کر لیتی ہے، کا کنات زمانی اور مکانی فاصلوں کانام ہے۔ یہ فاصلے اٹاء کی چھوٹی بڑی مخلوط لہروں سے بنتے ہیں، ان لہروں کا چھوٹا بڑا ہونا ہی تغیر کہلا تا ہے۔



یہ قانون بہت زیادہ فکر سے ذہن نشین کرناچاہے کہ جس قدر خیالات ہمارے ذہن میں دور کرتے ہیں ان کا تعلق قریب اور دور کی ایس اطلاعات سے ہو تا ہے جو اس کا نتات میں کہیں نہ کہیں موجود ہیں، یہ اطلاعات اہروں کے ذریعے ہم تک چپنچی ہے، سائنس دان روشنی کوزیادہ سے زیادہ تیزر فار قرار دیے ہیں، لیکن وہ اتنی تیزر فار نہیں ہوتی کہ زمانی اور مکانی فاصلوں کو منقطع کر دیں البتہ اٹاء کی اہریں لا تنہایت میں بیک وفت ہر جگہ موجود ہے۔ زمانی اور مکانی فاصلوں کی گرفت میں رہتے ہیں، باالفاظ دیگریوں کہہ سکتے ہیں کہ ان اہروں کے لیے زمانی اور مکانی فاصلے موجود نہیں ہوتے۔ روشنی کی اہر جن فاصلوں کو کم کرتی ہے، اناء کی اہریں ان فاصلوں کو بیائے خود موجود ہی نہیں جانتیں، اہریں دماغ پر نزول کرتی ہے تو خیالات کا روپ دھار لیتی ہے، خیالات کہاں سے آتے ہیں؟ روحانی علوم کی روشنی میں لوح محفوظ سے جب اہریں منتشر Display ہو کر دماغ پر گرتی ہیں اور وہاں ٹوٹ کر چھوٹی ہڑی اہروں میں منتشر ہو جاتی ہیں، مجموعی طور پر جذیوں کانام زندگی ہے۔

# كيالى چرطالى

سوال: ہم نے اپنے بزرگوں سے سناہے کہ ساد ھو اور جوگی دنیاوی لذتوں سے تعلق ختم کر کے اونچی پہاڑیوں پر بسیر اکر لیتے تھے اور وہاں روحانی اور جسمانی ریاضت اور مجاہدے سے روحانی کمالات حاصل کر لیتے ہیں۔ اس سلسلے میں کہاجا تاہے جوگی کو سانس کے اوپر اتناع بور حاصل ہو تاہے کہ کپالی چڑھا کر سو، سوسال زندہ رہتاہے اور جتناع صہ کے لیے وہ سانس کو اندر لے کریہ ارادہ کرتا کہ است سال میرے اوپر موت غالب رہے گی وقت پورا ہونے پر اتنی مدت کے بعد وہ شعوری طور پر زندہ ہو جاتا ہے۔ اس بات کا تذکرہ بے شار کتابوں میں ملتاہے آپ سے درخواست ہے کہ آپ سانس کی اہمیت اور سانس کے ذریعے موت اختیار کرنے کے بارے میں ہماری راہنمائی فرمائیں۔

جواب: موجودہ علمی اور سائنسی دورنے یہ بات معلوم کرلی ہے کہ انسان کو اگر پچھ وقفے کے لیے آئسیجن نہ ملے تواس کے دماغ کے کھر بول خلیوں کاعمل ختم ہوجا تا ہے۔ سارا جسم آئسیجن کے اوپر قائم ہے اور سانس کی آمد وشدیا عمل شخس ہواسے آئسیجن حاصل کرنے میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے۔

ھوامنہ یاناک کے ذریعے جسم میں کھینچی جاتی ہے اور آواز کے خانے ( Larynx ) سے گزرتی ہوئی ھواکی خالص نالی ( Trachea) میں جاتی ہے اور پھر وہاں سے نالیوں کے ایک نازک نظام میں داخل ہو جاتی ہے۔ جیسے جیسے ھوا آ گے بڑھتی ہے اور ھوا کا دباؤ زیادہ ہو جاتا ہے ، ان نالیوں کا قطر بتدر تئج چھوٹا ہو تار ہتا ہے ، چنانچہ ھوا پھیچھڑوں کی انتہائی گہر ائیوں تک پہنچ جاتی ہے ، جہاں تقریباً تین سوملین ھواکی تھیلیوں سے گزر کر آئیجن خون میں داخل ہو جاتی ہے۔ اگر ھواکا دباؤ سیجن کی مقدار بھی صحیح ہوتو پھر آسانی کے ساتھ ھوا تھیلیوں اور باریک رگوں کی حجلیوں میں سے ہوکر اندر تک پھیل جاتی ہے۔ جب ہم سانس اندر کھینچتے ہیں تو

سینے کی خالی جگہ بڑی ہو جاتی ہے، اہذا ہوا تیزی سے اندر چلی جاتی ہے، پھر جب ہم سانس باہر نکالتے ہیں تو پھیپھڑوں کالچکدار نظام ہوا کو باہر بھینک دیتا ہے، سانس لینے کا مقصد بھی یہی کہ جسم کو مناسب آئیبچی رہے تاکہ خلیوں میں نھی نھی انگیبھیاں دہمتی رہیں اور کاربن ڈائی آئسائیڈ خارج ہوتی رہے۔ انسان جب آرام کر تا ہے، اس وقت وہ ایک منٹ میں دس سے سولہ بار تک سانس لیتا ہے اور تقریباً ایک پوائٹ ہوااندرونی جسم میں داخل ہوتی رہتی ہے، جب زیادہ آئیسیجن کی ضرورت پیش آتی ہے توسانس لینے کی رفتار میں اضافہ ہو جاتا ہے، عام طور پر سانس کی رفتار اور گہر ائی خود بخود دماغ کنٹر ول کر تار ہتا ہے۔

قدرت نے انسان کے اندر میہ صلاحیت پیدا کی ہے کہ وہ حسب ضرورت سانس کی رفتار میں تیزی یا کمی پیدا کر سکتا ہے،
انسان اگر ذہنی طور پر صحت مند ہے تو پیشتر حالات میں سے اپنے سانس پر اختیار حاصل ہو تا ہے۔ اس کی مثال میہ ہے کہ تیرا کی کے دوران جب آدمی غوطہ لگا کر نیچے چلاجا تا ہے تو اسے سانس رو کئے کی ضرورت پیش آتی ہے اور وہ یہ کام آسانی سے کرلیتا ہے، جب جمائی آتی ہے یا گہر اسانس لیاجا تا ہے تو اس سے سکون حاصل ہو تا ہے اور جب سانس کی نالی میں کوئی خرابی واقع ہو جاتی ہے تو آدمی بے حد سر اسمیہ ہو جاتا ہے اور اس کادم گھٹے لگتا ہے۔ مختر میہ کہ زندگی کا قیام سانس کے اوپر ہے، سانس جاری ہے تو زندگی ہر قرار ہے اور جب سانس کا سالمہ ختم ہو جاتا ہے تو زندگی ختم ہو جاتی ہے۔

سانس کا تعلق آسیجن کے اوپر ہے، آسیجن کا ایک بہت بڑا ذخیر ہ دماغ کے ایک مخصوص جھے میں جمع رہتا ہے۔ دماغ کا دہ بی حصہ ہے جو دل کی دھڑ کن اور عمل تنفس کو ہر قرار رکھتا ہے، فی الواقع انسان کی موت اس وقت واقع ہوتی ہے جب دماغ کے اندر موجود آسیجن کا ذخیر ہ خوجود ہے قوم نے کو موت نہیں کہتے، طبعی اصطلاح میں اسے منستہ "کہاجاتا ہے۔ اب روز مرہ کے مشاہدہ کی بات ہے کہ بیار کو نازک حالت میں آسیجن دی جاتی ہے اور اس طرح بڑی ہے بڑی بیستہ "کہاجاتا ہے۔ اب روز مرہ کے مشاہدہ کی بات ہے کہ بیار کو نازک حالت میں آسیجن دی جاتی ہے اور اس طرح بڑی ہے کہ بیاری پر عارضی طور پر ہی سہی غلبہ حاصل کر لیاجاتا ہے، احسن الخالقین اللہ نے ہمارے کچھپچر وں کی تخلیق کچھ اس طرح کی ہے کہ تمان منٹ کے بعد جسم میں جم کاخون تین منٹ میں کچھپچر وں کے راہتے آسیجن لے کروالیں جسم میں چلاجاتا ہے مطلب یہ کہ تین منٹ کے بعد جسم میں دور کرنے والاخون آسیجن لینے کے لیے دوبارہ کچھپچر وں میں آجاتا ہے۔ ہم سانس اندر کھنچتے ہیں تو ہوا میں موجود ۲۱ فیصد آسیجن ہمارے اندر چلی جاتی ہے اور جب ہم سانس باہر نکا لتے ہے تو آسیجن خرج ہونے کے بعد تقریباً بارہ فیصد رہ جاتی ہے۔ مشق کے ذریعے اور دوحانی طرزوں میں اس ذخیرے کا استعال کرنے کا طریقہ سکھ لیاجائے تو اپنے ادرادے اور اختیارے ادرادے اور اختیارے دوران میں اس ذخیرے کا استعال کرنے کا طریقہ سکھ لیاجائے تو اسید دوں ، ہفتوں اور مہینوں کی دھڑ کن اور عمل تعفس کو بند کرکے آد می مہینوں تک زندہ رہ سکتا ہے اور پھر اپنے ارادے اور اختیارے

# اند هیر انجمی روشنی ہے

سوال: محفل مراقبہ میں ایک جملہ سُنا"اند هیر ابھی روشن" میں نے سیجھنے کی بہت کوشش کی، لیکن عاجز رہا، آپ سے درخواست ہے کہ آسان الفاظ میں سمجھادیں کہ اند هیر اروشنی کس طرح ہے؟

جواب: نوع انسانی کے پڑھے لکھے حضرات کہتے ہیں کہ آدمی شعور اور لاشعور سے مرکب ہے جبکہ روحانیت ہمیں بتاتی ہے کہ آدمی کے اندر بیک وقت جار شعور کام کرتے ہیں۔ ایک شعور اور تین لاشعور۔ سائنسدان اپنی کوشش، تفکر اور جدوجہد سے دوسرے شعور ا اینی لاشعور سے کسی حد تک واقف ہو گئے ہیں، اس لاشعور سے واقفیت کے اوپر ہی ساری سائنسی عمارت کھڑی ہو ئی ہے۔ مذکورہ جار شعور ہر فر د کی ذات میں موجو دہیں، ان کی موجو دگی کاعلم شعور کہلا تاہے اور لاعلمی لاشعور سمجھی جاتی ہے۔ یعنی ان جاورل شعور میں عوامته الناس صرف چوتھے شعور سے باخبر ہے۔ اگر ہم اِس باخبری کی اصلیت تلاش کریں تو بالا آخر روشنی کوہی وجہ شعور قرار دیں گے۔ یہاں لفظ روشنی سے مراد وہ روشنی نہیں ہے جس کوعوام روشنی کانام دیتے ہیں ، بلکہ وہ روشنی مراد ہے جو آئکھ کے دیکھے جانے کاذر بچہ بنتی ہے خواہ وہ اند هیر اہی کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی جاندار اند هیرے میں دیکھنے کاعادی ہے تواس کے لیے اند هیر اہی روشنی کے متر ادف سمجھاجائے گا۔ کتنے ہی حشرات الارض اور در ندے رات کے اندھیرے میں دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ عام حالات میں اِس چیز کو جانچنے کے بہت سے طریقے ہوسکتے ہیں ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ اگریانی سے بھرے ٹب میں ایک پیالہ ڈبودیا جائے تو اس کی گہر ائی، قطراور وزن میں تغیر ہوجائے گا۔ یہ تغیر شعور کا تغیر ہے یاروشنی کا، دونوں صور توں میں ہم ایک کلیہ قائم کرسکتے ہیں کہ جو چیز خارج میں روشنی ہے وہی چیز داخل میں شعور ہے گویا شعور اور روشنی ایک ہی چیز ہے۔ قر آن یاک کی ایک آیت کے مطابق کائنات کی ہرچیز کے دورُخ ہیں،روشنی کے بھی دورُخ ہے،روشنی کا ایک رُخ روشنی ہے اور روشنی کا دوسر ارُخ اندھیر اہے یعنی روشنی، اند هیرا اورروشنی دورُ خوں سے مرکب ہے، بیہ ہم بتا چکے ہیں کہ دیکھنے کی عادت پر منحصر ہے، حشرات الارض اور بے شار دوسری مخلو قات جو اند هیرے میں دیکھتی ہیں اِن کے لیے اند هیرا ہی روشنی ہے۔روحانیت میں ایک عمل کانام "استر خاء" ہے،اس عمل کی مثق کے بعد کوئی بھی انسان اندھیرے میں اِس طرح دیکھ سکتاہے جس طرح وہ روشنی میں دیکھتاہے، آپ یوں سمجھئے کہ جس طرح روشنی روشنی ہے اسی طرح اندھیر ابھی روشن ہے اس کی مثال ہیہے ٹھنڈ ایانی بھی یانی ہے اور گرم یانی بھی یانی ہے۔

#### آئينه اور صورت

سوال: میں جب بھی آئینہ میں اپن صورت دیکھتی ہوں، میری آئکھوں کے نیچے ساہ حلقے پڑجاتے ہیں اور گال غیر معمولی طور پر بیکئے ہوئ محسوس ہوئے محسوس ہونے لگتے ہیں اور کبھی کبھی تو دل چاہتا ہے کہ آئینہ توڑ دوں، اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لیے میں نے آئینہ دیکھاچھوڑ دیا۔ ویسے یہ کوئی مسئلے کاحل نہیں کہ آدمی ساری زندگی آئینہ نہ دیکھے لیکن چونکہ بات غیر معمولی ہے اس سے طبعیت



پر ایک بو جھ پڑنے لگتا ہے۔ برائے کرم اپنے علم کی روشنی میں بتائیں کہ ایسا کیوں ہو تاہے اور بعض دفعہ آئینہ میں چہرہ اتنا ہبت ناک کیوں نظر آتاہے؟

جواب: علم روحانیت میں دیکھنے کی طرزاس سے بالکل مختلف ہے جو ہمارے یہاں رائج ہے۔ ہم سیحھتے ہیں کہ ہم آئینہ کو دیکھتے ہیں، حالانکہ ہم آئینہ نہیں دیکھتے، آئینہ ہمیں دیکھتا ہے۔ دراصل ہم آئینہ کے دیکھنے کو دیکھتے ہیں یعنی آئینہ ہمیں اپنے اندر جذب کرلیتا ہے اور ہم وہ ہی کچھ دیکھتے ہیں جو آئینہ ہمیں دکھا تا ہے۔ یہ بات غور طلب ہے کہ آئینہ کے اندر گوشت پوست کا جہم نہیں ہو تا بلکہ وہ لہریں ہوتی ہے جن کے تانے بانے میں گوشت پوست کا جسم نباہو تا ہے۔ یہ بات عام طور پر مشاہدہ میں آتی ہے کہ بعض دفعہ آئینہ میں لہریں ہوتی ہے جن کے تانے بانے میں گوشت پوست کا جسم نباہو تا ہے۔ یہ بات عام طور پر مشاہدہ میں آتی ہے کہ بعض دفعہ آئینہ میں منعکس تصویر دیکھ کر انسان خود سے بددل ہوکر اپنے آپ کو بد صورت مجموس کر تا ہے۔

#### أئينه كاقانون

یہاں سے اِس قانون کا انتشاف ہوتا ہے کہ جس طرح انسان کے اندر دوسروں کو قبول کرنے اور ان کے تصورات جذب کرنے کی صلاحیت ہے بالکل اسی طرح آئینہ بھی انسانی شکل وصورت کے ساتھ اِس کے خیالات و تصورات اپنے اندر جذب کرکے ان کی عکاسی کرتا ہے۔ کسی چہرہ کو خراب کرنے میں جو صور تیں واقع ہوتی ہیں ان کو یہاں بیان کرنے سے مسکلے کی کسی حد تک وضاحت ہوسکتی ہے۔

ا (شیشه پر قلعی کرنے میں جو چیزیں استعال ہوتی ہیں وہ ناقص ہوں

۲ (دیکھنے والے شخص کی آنکھ کافو کس صحیح نہ ہو

۳ (ان اہروں میں جو آئینہ کے اندر جذب ہوتی ہیں کوئی بیاری چیپی ہوئی ہے، جو بعد میں کوئی شکل و صورت اختیار کرلیں۔ جیسے آئکھوں کے نیچے سیاہ جلقے دماغی کمزوری کی وجہ سے کوئی دماغی بیاری وغیرہ۔

دیکھنے کی ایک طرزیہ ہے کہ ہم جو کچھ دیکھتے ہیں وہ باہر نہیں بلکہ اندر دیکھتے ہیں، کسی بھی چیز کا عکس آ تکھوں کے ذریعے
ایک فلم کی صورت میں ہمارے دماغ کی اسکرین پر پڑتا ہے، دماغ اس تصویر میں معانی پہنا کر ہمیں اِس کی موجود گی کی اطلاع دیتا ہے،
اور ہم اِس دی جانے والی اطلاع کو محسوس کر لیتے ہیں اگر گھر کے کسی آئینہ میں دیکھنے سے سیاہ حلقے نظر آتے ہیں تو بیان کر دہ وجو ہات
میں سے کوئی وجہ ہو سکتی ہے اور ان وجو ہات کو دور کرنے کے بعد سیاہ حلقے نظر آتے ہیں تو کسی نسوانی بیاری کا پیش خیمہ ہے، آپ کسی معالج سے رابطہ قائم کرکے لیکوریا کا علاج کر وائیں۔

# علم لا اور علم إلا

أسئلو

سوال: یہ ہمارہ روز مرہ مشاہدہ ہے کہ کائنات میں جو بھی چیز ظاہر ہوتی ہے یا پیدا ہوتی ہے اس کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے، اسباب و وسائل ایک خاص ترتیب سے جع ہوتے ہیں تو کسی چیز کا ظہور ہوتا ہے۔میرے بعض دوست کہتے ہیں کہ جب ہر چیز کسی وسلے سے پیدا ہوتی ہے اور جب یہ کہاجاتا ہے کہ سب چیز وں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے توسوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پہلے کیا تھا؟

جواب: اس سوال کے جواب کے لیے علم روحانیت اور تصنوف کی بعض اصطلاحات کا تذکرہ ضروری ہے، وہ انوار جن کو ہم الف کانام دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہیں جس کا تجربہ ہم ذات انسانی میں کرسکتے ہیں، یہی صفت انسان کالا شعور ہے، مجموعی طور پر لا شعور اعمال کی ایسی بنیادوں کو قرار دیا جاتا ہے جن کا علم عقل انسانی کو نہیں ہو تا۔ اگر ہم کسی ایسی بنیاد کی طرف پورے غور و فکر سے ماکل ہو جائیں جس کو ہم یا تو نہیں سمجھتے ہیں تو اس کی معنویت اور مفہوم ہمارے ذہن میں صرف "لا" کی ہوتی ہے یعنی ہم اس کو صرف نفی نصور کرتے ہیں۔

جب ہم ابتدائی معنویت کو سیجھنے کی کو شش کرتے ہیں تواس وقت ہمارے نقتوں کی گہرائیوں میں صرف" لا"کا مفہوم ہوتا ہے۔ یعنی ہم ابتداء کے پہلے مرحلے میں صرف نفی سے متعارف ہوتے ہیں۔ ہر وہ حقیقت جس کو ہم کسی طرح چاہے توہماتی طور پر، خیالاتی طرز پریا تصوراتی طرز پر روشناس ہیں ایک ہستی رکھتی ہے، خواہ وہ ہستی نفی یا" لا" ہو یااثبات ہو۔ جب ہم اثبات کو" ہیں "کہتے ہیں یعنی اس کو ایک ہستی قرار دیتے ہیں جس کے ہونے کا علم ہمیں ہیں یعنی اس کو ایک ہستی سیجھتے ہیں تو نفی کو " نہیں۔ "کہتے ہیں۔ یعنی اس کو بھی ایسی ہستی قرار دیتے ہیں جس کے ہونے کا علم ہمیں عاصل نہیں ہے۔ گویاہم لاعلمی کانام نفی رکھتے ہیں اور علم کانام اثبات، جب ہمیں ایک چیز کی معرفت حاصل ہوگی خواہوہ لا علمی کی معرفت کا علم ہمیں معرفت کے چارہ نہیں ہے کہ ہم لاعلمی کی معرفت کا علم ہی معرفت کا علم اللہ کہتے ہیں، دونوں معرفت کا علم اللہ اور علم کی معرفت کا علم اللہ اور علم کی معرفت کا علم اللہ اور علم کی معرفت کا علم اللہ ہی جب کوئی طالب روحانیت لاشعور یعنی علم لاسے متعارف ہونا چاہتا ہے تو اسے خارجی دنیا کے تمام تواہمات، تصورات اور خیالات کو بھول جانا پڑتا ہے۔

"لا" کے انوار اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات ہیں جو وحد انیت کا تعارف کر اتی ہیں، ایک صوفی کے یہاں جب سلوک کا ذہن پوری طرح ترتیب پاجاتا ہے اور لا کے انوار کی صفت سے واقف ہوجاتا ہے تو پھر اس کے ذہن سے اس سوال کا خانہ حذف ہوجاتا ہے، کیونکہ صوفی اللہ تعالیٰ کی موجود گی سے پہلے بھی کسی کیونکہ صوفی اللہ تعالیٰ کی موجود گی سے پہلے بھی کسی موجود گی کا امکان ہے۔ "لا" کے انوار سے واقف ہونے کے بعد سالک کا ذہن پوری طرح وحد انیت کے تصور کو سمجھ لیتا ہے، یہی وہ نقطہ اول ہے جس سے ایک صوفی یا سالک اللہ تعالیٰ کی معرفت میں پہلا قدم رکھتا ہے اِس قتم کی حدود اور دائر ہے میں پہلے پہل اسے اپنی ذات سے روشناس ہونے کاموقع ملتا ہے، یعنی وہ تلاش کرنے کے باوجود خود کو نہیں پاتا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی وحد انیت کا صحیح



احساس اور معرفت کا صحیح منہوم اس کے احساس میں کروٹ بدلنے لگتا ہے اس مقام کو فنائیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ مخضریہ کہ جب تک لاکے انوار کامشاہدہ حاصل نہیں ہو تا اِس وقت تک کوئی شخص اِس بات کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی موجو دگی سے پہلے کسی موجو دگی کاامکان نہیں ہے۔

## جوا کھیلنے کی عادت

سوال؛ اچھے خاصے مالد ار گھر انے کا فرزند ہوں، مجھے جو اکھیلنے کی بہت بری عادت ہے ہر چند چاہتا ہوں کہ اس بری عادت سے چھٹکارا مل جائے مگر کامیاب نہیں ہو تاہوں، پچھلے تین دنوں میں پانچ ہز اررویے کی بازی ہار چکاہوں، خدارامیر کی مدد کریں۔

جواب: ایک بڑا آئینہ لیجئے، کسی گوشہ میں بیٹھ جائے جہاں آپ کو کوئی دوسر اشخص نہ دیکھے، چند منٹ آئینے میں اپنی شکل دیکھئے اور پھر منہ چڑھائیئے، چند ہفتوں میں اس بری عادت سے نجات حاصل کرلیں گے، رات کو سونے سے پہلے آئکھیں بند کر کے سیدھے آرام سے لیٹ جائیں، آئکھیں بند کرکے دونوں ہاتھ منہ پرر کھ لیں اور یہ الفاظ دھر اتے دھر اتے سوجائیں کہ مجھے اللہ دیکھ رہاہے۔

# مكان كى ضرورت (توكل اور استغناء)

سوال: ہمارے بزرگ روز مرہ کی گفتگو میں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ آد می کے اندر تو کل اور استغناء ہونا چاہے، مسلمان قوم میں سے جب سے استغناء ختم ہو گیا ہے ساری قوم مادیت پرست ہو گئی ہے اور مادی زندگی کی تیزر قاری نے آد می کو توڑ کر رکھ دیا ہے، ہوس زرایک الی بیماری ہے جو قوم کے لیے کینسر سے بھی زیادہ مہلک ہے۔ آپ ہم نوجوان نسل کو یہ بتائیں کہ جب آد می ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے گا اور تو کل کو اپنا اوڑ ھنا بچھونا بنالے گا تو ہم ترقی یافتہ دنیا میں کس طرح اپنا مقام بنائیں گے۔ تو کل کی تعریف یہ بھی تو ہو سکتی ہے کہ ہمارا بھائی امریکہ میں بیمارہ ہو بھوڑ دیں کہ وہ خود ہی ہو سکتی ہے کہ ہمارا بھائی امریکہ میں بیمارہ دوسروں کی مدد کرنے کا حکم دیتا ہے اور مدد کا ذریعہ یہ ہے کہ ہمارے پاس ٹیلفون ہو، ٹیکس ہو، امریکہ جانے کے دولت کی ضرورت ہوتی کہ ہم جلد از جلد اپنے بھائی کے پاس پہنچ کر اسکی دیکھ بھال کر سکیں۔ اگر ہم زمین پر پھیلے ہوئے وسائل کو استعال نہیں کریں گے تو ہمارا بھائی ہماری مدد سے محروم رہ جائے گا، ہو سکتا ہے بھائی کی شکل دیکھنے کی آرزودل میں بھی ہوئے وسائل کو استعال نہیں کریں گے تو ہمارا بھائی ہماری مددسے محروم رہ جائے گا، ہو سکتا ہے بھائی کی شکل دیکھنے کی آرزودل میں بھی ہوئے وسائل کو استعال نہیں کریں گے تو ہمارا بھائی ہماری مددسے محروم رہ جائے گا، ہو سکتا ہے بھائی کی شکل دیکھنے کی آرزودل میں بھی بہی ہوتا ہے۔

جواب: عظیم روحانی سائنسدان قلندر بابا اولیاءً فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ خود کھاتے ہیں نہ سوتے ہیں اور نہ ہی انہیں مکان کی ضرورت ہے۔ دنیا پر پھیلے ہوئے سارے وسائل بندوں کے لیے ہیں اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ نوع انسانی وسائل سے بھرپور فائدہ اٹھائے



انہیں خوب جی بھر کے اور خوش ہو کر استعال کریں اگر وسائل کو استعال نہ کیا گیا تو زمین پرسے ان کا وجود مٹ جائے گا اور اللہ کی نعمت کا کفران ہو گا۔ مذہبی نقطہ نظر سے قر آن پاک میں تو کل اور استغنا کی تعریف بیہ ہے کہ اللہ ایک ہے، اللہ ہر فتهم کی احتیاج سے بے نیاز ہے، نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ بی اسکا کوئی بیٹا ہے اس کا کوئی خاند ان بھی نہیں ہے، جب ہم خالق اور مخلوق کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے مخلوق اور خالق کی تعریفی حدیں اس طرح قائم ہوتی ہے کہ اللہ ایک ہے، واحد ہے، بیٹا ہے، بے مثال ہے، لیکن مخلوق ایک نہیں ہے کثرت سے ہیں، مخلوق کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی کی اولاد ہوتی ہے یااس کا کوئی باپ ہوتا ہے، مخلوق کے لیے ہمی ضروری ہے کہ وہ کسی کی اولاد ہوتی ہے یااس کا کوئی باپ ہوتا ہے، مخلوق کے لیے ہمی ضروری ہے کہ این مقدم نہیں نکال سکتی، اس کی زندگی کا ایک ہر قدم ، ہر ہر جذبہ احتیاج اور ضرورت میں قید ہے۔ ان پانچ باتوں میں وائرے سے باہر قدم نہیں نکال سکتی، اس کی زندگی کا ایک ہر قدم ، ہر ہر جذبہ احتیاج اور ضرورت میں قید ہے۔ ان پانچ باتوں میں مخلوق خالق سے بر اہر است اگر رابطہ رکھ سکتی ہے تو ہ وہ یہ ہے کہ اپنی تمام ضرور توں کا کفیل اللہ کو سمجھے۔

جب ہم شعوری زندگی کا تجربہ کرتے ہیں تو جان لیتے ہیں کہ زندگی ہے متعلق ہر چھوٹی بڑی خواہش یاضر ورت کے لیے ہم اس طرح پابند اور بند سے ہوئے ہیں کہ ہمیں اِس سے چھٹکارا نہیں ماتا ہی وجہ ہے کہ ہم خالی الذہن نہیں ہوتے، کبھی ہمارا ذہن اِس بات میں مطروف رہتا ہے کہ ہمیں مکان بنانا ہے وغیرہ وغیرہ ، لیکن بات میں لگار ہتا ہے کہ ہمیں مکان بنانا ہے وغیرہ وغیرہ ، لیکن جب کوئی شخص شعور کے دائر سے نکل کر تفکر کرتا ہے تو یہ بات اِس کا یقین بن جاتی ہے کہ فی الوقع ہر ضرورت کا کفیل اللہ ہے ، اِس کی ایک نہیں ہز ارمثالیں ہیں ، نوماہ مال کے پیٹ کی زندگی ، پیدائش کے بعد لڑکین اور بچین کی زندگی ہمارے سامنے ہے ، جب ہم اربوں کھر بول دانہ چگنے والے پر ندوں کی طرف آئھ اٹھا تے ہیں تو وہاں یہ بات سورج کی طرح روشن نظر آتی ہے کہ کفالت کا نظام دروبست اللہ کے ہاتھ میں ہے ، کسان جب بھیتی کا ثنا ہے تو جھاڑو سے ایک دانہ جبح کر لیتا ہے ، انتہا یہ ہے کہ جو دانہ کرم خوردہ اور خراب ہوجاتے ہیں وہ بھی محفوظ کر کے کھتی کے کام کرنے والے جانوروں کو کھلا دیتا ہے ۔ سوال یہ پید اہو تا ہے کہ کسان نے ایک دانہ زمین پر سے سمیٹ لیا تو یہ اربوں کھر بول سنگھوں پر ندے کہاں سے دانہ کھاتے ہیں ، ان کے لیے تو کوئی کاشت ہوتی نہیں ہے ۔ اس طرف تو جہ کرنے سے بھی یہ بات لیتیں بنتی ہے کہ کوالت کا نظام دروبست اللہ کے ہاتھ میں ہے ۔

یعنی اللہ کے ساتھ بحیثیت خالق کے رابطہ کرنے لیے ضروری ہے کہ ہمارے اندر بیہ طرز فکر راسخ ہو جائے کہ جس طرح اللہ ہمیں پیدا کرتا ہے اسی طرح اللہ ہماری زندگی کی کفالت بھی کرتا ہے اور بیہ سارے وسائل بھی اللہ کی زمین سے حاصل ہوتے ہیں، توکل اور استغناء بیہ ہے کہ آدمی روٹین میں وسائل کو حاصل کرنے کی کوشش کرے اور زمین پر پھیلے ہوئے وسائل سے بھر پور فائدہ اٹھائے لیکن وسائل کو مقصد نہ بنائے۔ آج مسئلہ بیہ ہے کہ ہم صرف نفع اور دولت کے حصول کو ہی سب پچھ سبجھتے ہیں۔ بیہ توکل اور استغناء کے منافی ہے، ایک بیٹا اپنے باپ سے اس لیے محبت نہیں کرتا کہ باپ اسے پینے دیتا ہے، بیٹا باپ سے اِس لیے محبت کرتا ہے کہ وہ اس کا باپ ہے۔ یہی صورت حال مخلوق کے ساتھ خالق کی ہے۔



سوال: ۱) کیا ہیناٹزم اور جادو کی کوئی اہمیت ہے یا بیسب محص اوہام پرستی ہے؟

۲) یہ بتائیں کہ مختلف دھاتوں، پھر وں اور انگوٹھیوں میں نگینوں کے اندر بیاریوں کو دور کرنے اور الجھنوں کو ختم کرنے کی طاقت ہوتی ہے یا نہیں، آج کل اس سلسلہ میں اچھے خاصے پیانے پر اشتہار بازی ہور ہی ہے ، کیا جو اہر ات مثلاً موتی، یا توت، نیلم وغیرہ انسان کو مال داریا امیر ہنا سکتے ہیں؟

جواب: ۱) انسان کی زندگی تو ہمات پر مبنی ہے ، قر آن پاک میں جگہ جگہ اس کی شہاد تیں موجو دہیں ، اسکامطلب یہ ہوا کے بیپناٹزم ، وہم پر ستی کانام ہے اور وہم پر ستی بنی نوع انسانی کی زندگی کا جزواعظم ہے۔ بیپناٹزم صرف ان کے لیے صحیح ہے جو وہم پر ستی میں مبتلا ہیں ، اگر کچھ لوگ وہم پر ستی میں مبتلا نہیں ہیں ان کے لیے ہیپناٹزم کچھ نہیں بے معنی بات ہے۔

۲) انسان کی زندگی کا مخصار وہم پرہے، بنی نوع انسان میں 999 فی ہز ار لوگ وہم پرست ہیں، اس کا مطلب ہے کہ انسان کی زندگی انسان کی زندگی انسان کی زندگی ایک مخصوص نفسیات کے گرد گھوم رہی ہے، اگر انسان کے اپنے نفس میں نگینوں، پھروں اور دھاتوں کی برائی یا بھلائی قبول کرلے تو سکینے اور اس قبیل کی دوسری تمام چیزیں اس کے لیے یقیناً مفنریا مفید ہیں۔ اگر قبول نہ کیاتو بے اثر ہیں۔

علم کی دوصور تیں ہیں، ایک حصولی اور دوسری حضوری۔ اکتساب سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ حصولی ہے، وہ علم جو اللہ تعالی نے بحیثیت نائب اور خلیفہ اللہ فی الارض کے انسانوں کو ودیعت کیا ہے حضوری ہے۔ تمام علم جو اکتساب سے تعلق رکھتے ہیں ان کی بنیاد کسی نہ کسی مفروضہ پر ہے اور مفروضہ بہر حال مفروضہ ہے۔ اس میں ردوبدل ہو تار ہتا ہے، علم حضوری ایک الیہ حقیقت ہے جس میں کبھی تغیر نہیں ہوتا، بیہ علم کا کنات پر انسان کی حاکمیت قائم کر تا ہے۔ زمین و آسان کے اندر جو بچھ ہے سب کاسب اسی علم کے تحت انسان کے لیے مسخر ہے۔ بہناٹزم اور جادو بھی علم حصولی کے ضمن میں آتے ہیں۔ اگر انسان پر وہم اور مفروضہ غالب ہے تو بیہ سب علوم اس کے اوپر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں۔ اگر ایسے علم حضوری حاصل ہو جائے تو یہ علوم اس کے سامنے ہے بس نظر آتے ہیں۔

# علم الاساء كباي

سوال: قرآن پاک میں اللہ تعالی فرماتے ہے میں زمین پر اپنانائب (Assistant) بنانے والا ہو۔ فرشتوں نے کہا یہ خون خرابہ کرے گاا، اللہ تعالی نے کہا جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے اور آدم کو چیزوں کے نام سیما کے کہا جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے اور آدم کو تین کوں ہے، مثلاً یانی کوماء، جل، واٹر وغیرہ کہا جاتا ہے، کچھ لوگ کہتے نام سیکھائے گئے تو پھر ایک ہی چیز کانام ہر دوسری زبان میں مختلف کیوں ہے، مثلاً یانی کوماء، جل، واٹر وغیرہ کہا جاتا ہے، کچھ لوگ کہتے

ہیں، علم الاساء سے مرادیہ ہے کہ آدم کو چیزوں کی خاصیت بتادی گی، ایک گروہ یہ کہتا ہے علم الاساء دراصل اللہ تعالی کی صفات ہیں،
یعنی آدم کو اللہ نے اپنی صفات بتادیں اور بیر صفات خداوندی غیب کی دنیا ہے، آدم نے اللہ تعالی کی صفات کے عمل سے غیب کو جان لیا
تھا، جب کہ یہ بات ہمارے سامنے ہے کہ غیب فرشتوں کو بھی حاصل ہے جب فرشتون کو غیب حاصل ہے تو آدم کی فضیلت ہوئی اور
آدم کو فرشتوں سے سجدہ کیوں کروایا گیا؟

جواب: دنیامیں ہر چیز اپنی بنیاد پر قائم ہے، مکان بنیادوں اور دیواروں پر، کرسی چار پایوں پر، درخت اپنی جڑوں پر وغیرہ وغیرہ، اسی طرح انسان کی ساخت میں چھ ستون ( Six Pilar ) کام کرتے ہیں اور یہ ستوں ( Three Dimantion ) پر قائم ہیں،روحانیت میں ان تینوں کے الگ الگ نام ہے

ا (روح اعظم، ۲ (روح انسانی، ۳)روح حیوانی

روح حیوانی کے ذریعے انسانی جبلت کے تقاضے پورے ہوتے ہیں، روح انسانی میں فطرت کے علوم کام کرتے ہیں اور روح انسانی میں فطرت کے علوم کام کرتے ہیں اور روح اعظم دراصل اللہ تعالیٰ کے علم کی سربند فلم ہے۔ کا نئات کی تخلیق کے فار مولے ہے۔ کا نئاتی رموز واسر ار اور مشیت کا علم بھی اسی فلم میں اللہ تعالیٰ کی ساڑھے گیارہ ہزار نام درج ہے اور ہر نام تخلیق کا ایک فار مولہ ہے۔ کا نئاتی رموز واسر ار اور مشیت کا علم بھی اسی فلم میں ریکارڈ ہے ، یہ ہی وہ علم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں علم الاساء کہا ہے۔ اس علم کا جانے والا بندہ کا نئاتی اسر ار و رموز سے واقف ہو جاتا ہے اور جیلی کا مشاہدہ کرلیتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ذاتی وصف ہے کہ وہ جسے چاہے اس نور اور جیلی سے آشا کر دیں۔ نور اعلیٰ نور ھو اللہ النورہ من تشاء

# پيراسائيكالوجي (قلندر كامقام)

سوال: طریقت اور معرفت میں اولیا کرام اپنے مراتب کے اعتبار سے مختلف کر دار اداکرتے ہیں، میں بیر جانناچاہتی ہوں کہ"قلندر کا مقام"کیاہے اور ان کی تعلیمات کیا ہیں؟

جواب: قدرت اپنے پیغام کو پیچانے کے لیے دیے سے دیا جلاتی رہتی ہے، معرفت کی مشعل ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ منتقل ہوتی رہتی ہے۔ معرفت کی مشعل روشن ہے، یہ پاکیزہ لوگ رہتی ہے۔ صوفی، ولی، قطب، مجذوب، او تار، قلندر، ابدال قدرت کے وہ ہاتھ ہیں جن میں روشنی کی مشعل روشن ہے، یہ پاکیزہ لوگ اس روشنی سے اپنی ذات کو بھی روشن رکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی روشنی کا انعکاس دیتے ہیں، ان بندوں میں جو بندے قلندر ہوتے ہیں وہ زمان و مکان (Time& Space) کی قید سے آزاد ہوجاتے ہیں اور سارے ذی روح اس کے ماتحت کردیئے جاتے ہیں۔ کا کنات کاہر ذرہ ان کے تالع فرمال ہو تا ہے لیکن اللہ کے یہ نیک بندے غرض، طبع، حرص اور لالجے سے بنیاز ہوتے ہیں، مخلوق جب



ان کی خدمت میں کوئی گزارش پیش کرتی ہے تووہ اس کو سنتے بھی ہیں اور اس کا تدراک بھی کرتے ہیں کیونکہ قدرت نے ان کواس کام کے لیے مقرر کیا ہے۔

یمی وہ پاکیزہ نفس بندے ہیں جن کے بارے میں اللہ کہتا ہے" میں اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہوں اور ان کے کان ، آئھ اور زبان بن جاتا ہوں ، پھر وہ میرے ذریعے بولتے ، میرے ذریعے سنتے اور میرے ذریعے چیزیں پکڑتے ہیں"۔ صرف تاریخ کے اوراق ہی نہیں لوگوں کے دلوں پر بھی ان بزرگوں کی داستا نیں اور چیثم دیدہ واقعات زندہ اور محفوظ ہیں۔ ان کی دعاؤں سے مر دوں کو زندگی ، بیاروں کو شفا، بھو کوں کو غذا، غریبوں کو زر ، بے حال لوگوں کو بال و پر ، بے سہار ااور بے کس لوگوں کو اولا د اور مال و متاع کے انعامات ملتے رہتے ہیں۔ ان از لی سعید بندوں کی تعلیمات سے ہیں کہ ہر بندہ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبوبیت کارشتہ قائم ہے ، ایسی محبوبیت کارشتہ جس میں بندہ اپنے اللہ کے ساتھ راز و نیاز کرتا ہے۔

### جاً گنا اور سونا

سوال: ہر انسان کی زندگی کا بیہ تجربہ عام ہے کہ وہ خواب دیکھتا ہے۔ لیکن بھول جاتا ہے، البتہ بعض خواب ایسے ہوتے ہیں کہ بیدار ہونے کے بعد خواب میں دیکھے ہوئے پورے حالات اور مناظر یادرہتے ہیں، بعض خواب ایسے ہوتے ہیں اِن کی تعبیر فوراً سامنے آجاتی ہے، ایسے خواب بھی نظر آتے ہیں کہ آدمی جب سو کر اٹھتا ہے تواس کے پورے تاثرات قائم رہتے ہیں، مثلاً میں نے خواب میں بریانی کھائی، آنکھ کھلی تو بریانی کی خوشبوموجود تھی۔ سوال بیہ ہے کہ آدمی خواب کیوں دیکھتا ہے اور خواب کے اثرات کا تعلق انسان کی ذات کے ساتھ کس طرح ہے؟

جواب: روح کی ساخت مسلسل حرکت چاہتی ہے، کیونکہ روح مسلسل متحرک رہتی ہے اس لیے انسان بیداری میں اور نیند میں بھی کچھ نہ کی تار ہتا ہے، لیکن وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے واقف نہیں ہوتا صرف خواب کی حالت ایسی حالت ہے کہ جس کا اسے علم ہوتا ہے۔ انسان کی عادت جاگئے کے بعد سونا اور سونے کے بعد جاگنا ہے، انسان دن تقریباً جاگ کر اور رات سو کر گزار تاہے، یہی طریقہ طبیعت کا تقاضہ بن جاتا ہے۔

ذہن کاکام دیکھناہے وہ یہ کام نگاہ کے ذریعے کرنے کاعادی ہے ، روحانیت میں نگاہ ذہن کے علاوہ پچھ نہیں ہے ، جاگنے کی حالت میں نگاہ ذہن کے علاوہ پچھ نہیں ہے ، جاگنے کی حالت میں نجمی یہ عمل جاری رہتا ہے البتہ اس کے حالت میں نجمی یہ عمل جاری رہتا ہے البتہ اس کے نقوش ملکے ہوتے ہیں توحافظہ ان کو یاد نہیں رکھ سکتا، یہی وجہ ہے کہ ہمیں کوئی خواب یاد رہتا ہے اور کوئی خواب ہم بھول جاتے ہیں ، انسان کی ذات نیند میں جو حرکات کرتی ہے اگر حافظہ کسی طرح اس سے لا تعلق ہو جائے تواس کو یاد کی حواب یادر کھتا ہے کہ جبدوہ نقش گہر اہو۔ نوع انسانی کامشاہدہ ہے کہ بیداری کی



حالت میں ہم جب کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تواسے یادر کھ سکتے ہیں اور جس چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اسے بھول جاتے ہیں۔

## درخت کے تین یے

سوال۔: بہت سے لوگوں کے مختلف مسائل، مخالفت، شوہر بیوی کا جھگڑا، والدین کا جھگڑا، نالا کُق اور نکما بھائی، بیوی اور والدین کی لڑائی، شادی کے مسائل، سسر ال کے مسائل، اولاد کانافرمان ہونا، شوہر کا توجہ اور خرچیہ نہ دینا۔

جواب: کسی بڑے درخت کے بڑے تین عد دیتے لے لیں، تینوں پتوں میں رگیں ہے ان کو ثار کریں جو عد د سامنے آئے آئی مرتبہ
"یااللّٰہ، یار حمن، یار حیم" پڑھ کر مقصد حاصل کرنے کے لیے دعا کریں۔ دوسرے دن پھر تین عد دپتوں کے اوپر ابھری ہوئی رگیں
ثار کریں اور اتنی مقدار میں "یااللّٰہ، یار حمن، یار حیم" پڑھ کر دعا کریں، اس طرح اِس عمل کو بعد نماز عشاء چالیس روز تک کریں،
چالیس روز کے عرصہ میں یقینا آپ کے مسائل کاحل فکل آئے گا، حسب اسطاعت غریبوں کو کھانا کھلادیں۔

### تعويذ اور ہندسے

سوال: ایک صاحب کئی سال سے خارش کے مرض میں مبتلاتھ آپ کے مشورے سے مستفید ہو کر صحت یاب ہو گے ہیں، عجیب بات میر کہ کئی مصفی خون دواؤں کا استعمال کر چکے تھے، آپ سے میر کہ کہ پ نے انہیں سات عد دعناب کا پانی پینے کا مشورہ دیا تھا، جبکہ وہ نامعلوم کتنی مصفی خون دواؤں کا استعمال کر چکے تھے، آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تعویذ میں ہندسے اور دوسری اشکال کا کیا مطلب ہے اور ہندسے کیاکام کرتے ہیں۔

جواب: ایک بات ذہن نشین ہونا بہت ضروری ہے کہ کائنات میں انسان اللہ تعالیٰ کی بہترین صنعت ہے اور اللہ تعالیٰ خود احسن الخالقین ہیں، مفہوم واضح ہے یعنی دوسری مخلوق بھی اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اختیارات کے تحت تخلیق کر سکتی ہے بالفاظ دیگر انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں مفید یا تخریب کے دونوں اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے ہم اس تخلیق سے تعمیر اور تخریب کے دونوں کام لے سکتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ ہم نے حدید (لوہا۔ دھات) نازل کیا اور ان میں انسانوں کے لیے بے شار فائدے ہیں مگر اسی لوہے سے جہاں انسانی فلاح و بہود کے لیے بڑی سے بڑی مشینیں تیار کی جاتی ہیں وہاں اس دھات کو تخریب میں بھی استعال کیا جاسکتا ہے اور کیا جارہا ہے بعنیہ بھی صورت کا نئات میں موجود ہر اس شئے کاقدرت نے ہمیں اختیار دیا ہے۔

انسان کے اندر کام کرنے والی ساری صلاحیتوں کا دارومد ار ذہن پرہے۔ ذہن کی طاقت ایسے ایسے کارنامے انجام دیتی ہے جہاں شعور بھی ہر اساں اور خوف ذدہ نظر آتا ہے، انسان کی ایجاد کا بیہ کتنا بڑا کارنامہ ہے کہ اس نے اپنی ذہنی صلاحیتوں کو استعال





کرکے ایک ایٹم کو اتنابڑا درجہ دیدیا کہ اس ایک ایٹم سے لاکھوں جانیں ضائع ہو سکتی ہیں، یعنی بیہ کہ ایٹم کو لاکھوں اشر ف المخلو قات انسان پر فضیلت دی گئی ہے، جس طرح ایٹم میں مخفی طاقتیں موجو دہیں بالکل اسی طرح کا ئنات کی ہر تخلیق میں مخفی اور پوشیدہ طاقتوں کا ایک سمندر موجزن ہے اور ان ساری طاقتوں کی اصل روشنی ہے۔ اللہ نور السلوات اولارض۔

عملیات اور تعویذ میں بھی یہ ہی روشیٰ کام کرتی ہے چو نکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اس لیے روشیٰ پر اس کو تصرف کا اختیار دیا گیاہے، تعویذ کے نقوش میں جو روشنیاں کام کرتی ہیں وہ ذہن انسانی کے قابو میں ہے۔ لیکن یہ بات بہت زیادہ غور طلب ہے کہ کسی بھی عمل کے صحیح نتائج اس وقت سامنے آتے ہیں جب ہماری صلاحیتیں دلچیسی اور یکسوئی کے ساتھ عمل پیر اہوں۔ قانون یہ ہے کہ دلچیسی اور یکسوئی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے روشنیاں بھر جاتی ہیں۔ یہی حال تعویذ کے اوپر لکھے ہوئے نقوش اور ہندسوں کا بھی ہے۔ کوئی عامل جب تعویذ لکھتا ہے قورہ اپنی پوری صلاحیتوں کو روبہ عمل لا کرماورائی قوتوں کو حرکت میں لے آتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ پاک اور اعلیٰ ہے وہ ذات جس نے معین مقد اروں کے تحت تخلیق کی۔ تعویذ کے اوپر لکھے ہوئے نقوش اور ہند سے بھی اس قانون کے پابند ہیں، علم لدّنی میں یہ پڑھایا جاتا ہے کہ یہاں ہر چیز مثلث (Tri Angle) اور دائرہ (Circle) کے تانے بانے میں بُنی ہوئی ہے۔ فرق بیہ ہے کہ کسی نوع کے اوپر دائرہ غالب ہے اور کسی نوع کے اوپر مثلث غالب ہے۔ مثلث کا غلبہ ٹائم اینڈ اسپیس (Time & Space) کی تخلیق کرتا ہے اور جس نوع کے اوپر دائرہ غالب ہوتا ہے وہ مخلوق لطیف اور ماورائی کہلاتی ہے جو ہمیں نظر نہیں آتی جیسے جنات اور فرشتے۔

انسان چونکہ اشرف المخلوقات اور اللہ تعالی کی بہترین صناعی ہے اس لیے وہ چاہے توخود کو مثلث کے دباؤسے آزاد کر کے دائرہ میں قدم رکھ سکتا ہے۔ جیسے ہی وہ دائرہ کے اندر قدم رکھ دیتا ہے اس کے اوپر جنات اور فر شتوں کی دنیا کا انکشاف ہوجا تا ہے، یہی دائرہ اور مثلث تعویذ میں ہندسے بن کر عمل کرتے ہیں۔ جو نقطہ • سے شروع ہو کر 9 کے ہندسہ پر ختم ہوجاتے ہیں اب ہم مثلث، دائرہ اور نقطہ کے تشر تک کرتے ہیں

#### لقط ٠

ذہن میں ایک نقطہ ہو تا ہے، اِس میں کوئی لمبائی چوڑائی نہیں ہوتی بلکہ وہ نقطہ کے تصور کی اصل ہے۔ جب کسی طاقت کویا کسی عمل کو مفاعت کرنا ہو (مفاعت کرنے مر اوبیہ ہے کہ طاقت یا عمل کی طاقت دو گنا، بیس گنا، وس ہز ار گنا، ایک لا کھیااِس سے بھی ذیادہ کرنا ہو) توالیسی صورت میں سید ھی طرف ایک نقطہ کھتے ہیں

ایک کاہندسہ(۱)



اگریہ طاقت کسی چیز کو کمزور کرنے کے لیے استعال کی جائے توایک لکیر اوپرینچے کی طرف یعنی ایک کاہندسہ (۱) استعال کیاجا تاہے۔

دوكا بندسه (۲)

اگر کسی طاقت کو تغمیر اور تخریب دونوں کے لیے استعال کیا جائے یعنی مضر کو ختم کرنے کے لیے اور مفید کو تخلیق کرنے ے لیے توایک لکیر پوری اور سرے پر ایک نصف دائر ہبنایا جاتا ہے۔اس سے دو کا ہندسہ بن جاتا ہے

تین کاہندسہ (۳)

اگر بہت ساری چیزیں غلط ہیں ان کو مٹاناہے اور صرف ایک مفید کو تخلیق کرناہے تو دونصف دائرے ایک سیدھی کیبر یعنی ایک کے ساتھ شامل کر دیئے جائے اور بیرتین (۳) کا ہندسہ بن جائے گا۔

چار کاہندسہ (۴)

اگر ایک غلط کو حذف کرناہے اور بہت سی مفید طاقتیں تخلیق کرنی ہیں تو الف مسکورہ اور نصف دائرہ کو ایک کے ہندسے سے ملائیں یہ چار (۴) کاہندسہ بن جائے گا۔

يانچ کامندسه (۵)

اگر صرف مضرت رسال حالات پیش نظر ہیں اور صرف مشکلات ہی مشکلات پیش نظر ہیں، یعنی خارجی دنیاسے حوادث پے در پے جمع ہور ہے ہیں اور تسلسل کے ساتھ آرہے ہیں تو آنے والے واقعات کوروکنے کے لیے ورائے ذہن طاقت استعال کرنی پڑے گی۔اس کاطریقہ بیہ ہوگا کہ دودائروں کواس طرح ملایاجائے جس میں مثلث نمایاں ہو، یہ پانچ (۵)کاہندسہ بن جاتاہے۔

چھ کاہندسہ (۲)

اگر ذہن کے اندر تعمیر کی صلاحیتیں معطل ہیں توان کو حرکت میں لانے کے لیے ایک (۱) کے ساتھ بائیں جانب اوپر ی حصہ پر نصف دائرہ کااضافہ کر دیں گے۔ یہ چھ کاہند سہ بن گیا۔

سات كالهندسه (٤)



مشکلات ونارساز گار حالات کو اگر طبعیت اختر اع کرر ہی ہیں اور انسان کام کرتے کرتے صبیح کام کوخو د ہی بگاڑ دیتا ہے یا کوئی ایسی حرکت کر بیٹے تاہے کہ اس کے مفید نتائج نہ نکلیں تواس کے لیے دوخط استعال ہوتے ہیں۔ ایک سیدھااور ایک آڑا، دونوں کو ملایا جائے توسات کاہندسہ بن جائے گا۔ اِس سے ذہن تخریبی حرکات اور اشتعال اور تیاہی کے رجحانات سے مسدود ہوجاتے ہیں۔

آٹھ کاہندسہ (۸)

تخریبی حرکات، اشتعال اور تباہی کے رجحان اور اس قبیل کی دوسری چیزیں اگر ماحول سے آر ہی ہیں اور طبیعت ان کا اثر قبول کرنے پر اس لیے مجبور ہے کہ وہ ماحول کی پابند ہیں، اس قشم کے آنے والے بیر ونی حملوں کوروکنے کے لیے دو آڑے خط استعال ہوتے ہیں۔ ان سے آٹھ (۸)کا ہند سہ وجو د میں آتا ہے۔

شلث(+)

گھر میں یاورا ثناً تخریبی آثار ملیں ان کو ختم کرنے کے لیے تین آڑے خط تعویذ پر لکھے جاتے ہیں جو مثلث کی شکل اختیار کرلیں گے۔اسلاف سے ور ثه میں ملی ہوئی بیاریاں، بری عاد تیں ختم کرکے تعمیر مقصود ہو تواس مثلث میں ایک نقطہ لگادیا جاتا ہے اور ان تخریبی ور ثوں کے علاوہ آسانی بلاؤں، آسیب، گیس، ھواکے زھر لیے جراثیم، مونو گیس وبائی لہریں وغیرہ وغیرہ کی روک تھام ہو جاتی ہو جاتے، کینمر لاحق ہو جائے ،کینمر لاحق ہو جائے کا کینمر لاحق ہو جائے کا گئار ان کی ملائے ہو کا ایک مثلث بنادیا جاتا ہے ، یہ کینمر اور کینمر کے قبیل کے دو سرے امر اض کا شافی علاج ہے،

نو کامندسه (۹)

ابرہ گیانو(۹)کاہندسہ ،نوکاہندسہ بچی ہوئی چیزوں اور وسائل معلوم کرنے کے لیے بینی روپیہ بیسہ ضروریات کی چیزیں کھانے پینے کی چیزیں حاصل کرنے کے لیے کئی طریقوں سے لکھاجاتا ہے۔ مثلاً کاغذ کے اوپر ، دھات کے پتروں پر ، جھلی کے اوپر ، گھانے بھوج پتر کے اوپر ، کھال کے اوپر ، ہڈی کے اوپر ، گولائی کے اوپر ، ناخن کے اوپر ، سونے چاندی اور نگو تھی کے نگینے کے اوپر ، کھال کے اوپر ، ہڈی کے اوپر ، گولائی کے اوپر ، ناخن کے اوپر ، سونے چاندی اور نگو تھی کے نگینے کے اوپر جو مسائل سمجھ میں نہ آئیں ، ان کو حل کرنے کے لیے بھی ۹ کاہندسہ استعال ہوتا ہے۔ جو امراض بہت پیچیدہ ہوں ان کو دفع کرنے اور کرنے اور کرنے اور کرنے دور کرنے اور کرنے دور کرنے کے لیے بھی ۹ کاہندسہ غیل کرنے میں بھی ۹ کاہندسہ عجیب وغریب صفات کا حامل ہے۔ نو کاہندسہ غلط تحریکات کور فع کرتا ہے اور ذہن کے اندر مفید تحریکات کو جنم دیتا ہے۔



## خصوصی عمل برائے روز گار

سوال: لو گوں کے ناموں کی ایک لمبی لسٹ

جواب: نصف شب یا صبح سورج نکلنے سے پہلے کچی زمین پر ننگے پاؤں کھڑے ہوجائے اور اس طرح ہاتھ باندھ لیس جس طرح نماز میں باندھتے ہیں۔ سو (۱۰۰) مرتبہ یاحی یا قیوم کا ور دکرنے کے بعد انگشت شہادت سے زمین پر ۳۱ کے ہندسے لکھنے اور کھڑے ہو جائے۔ یہ عمل ۲۱روز تک کریں، انشااللہ اس عمل سے آپ کی معاشی روکاٹیس دور ہوجائیں گی۔

نوٹ: کوئی صاحب یاصاحبہ اس عمل کو خصوصی اجازت کے بغیر نہ کریں

## مقصد بوراهو گيا

سوال: ناموں کی ایک کمبی لسٹ

جواب: مسائل اور مشکلات کے حل کے لیے آپ سب رات کو سونے سے پہلے ایک سو(۱۰۰) مرتبہ درود شریف، ایک سومر تبله نور علی نود پڑھ کر آئکھیں بند کر کے بیٹے جائے اور مراقبہ میں نصور کریں کہ چاروں طرف گھپ اندھیرا ہے، جب اندھیر ابند آئکھوں سے نظر آنے لگے تویہ دیکھیں کے بہت دور ایک شمخ روشن ہے، شمع کی لوپر بند آئکھوں سے نظر جمائیں، جب اندر کی آئکھ کھل جاتی ہے تو اندھیر احجیٹ جاتا ہے اور مراقبہ کرتے وقت روشنی کا ایک جھماکا ہو تا ہے۔ جیسے ہی جھماکا ہو، مقصد ذہن میں دوہر اگر کہہ کہ "میر امقصد پور اہوگیا"۔ اس کے بعد ترک کر دیں۔ کام یقینی طور پر ہوگا اس بات کا خیال رکھا جائے کہ مقصد کسی کی دل آزاری یا شیطانی کام نہ ہو۔ جو صاحب اس عمل کو کرنا چاہیں وہ صرف پوسٹ کارڈ کے ذریعے اطلاع دیں۔ اور خط لکھنے کے بعد یانچویں روز سے یہ عمل کریں پوسٹ کارڈ کے فافے کے اوپر موٹے قلم سے تکھیں میر امقصد پور اہوگیا تا کہ خطوط الگ کئے جاسکیں۔

# روحانی قوت اور ایٹم بم ایک ہی اصول کے تحت کام کرتے ہیں

سوال:لو گوں کے ناموں کی ایک لمبی لسٹ ہے، متفرق شہروں سے تقریباً • ۵ سے زائد نام ہے

جواب: الله تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد کیاہے کہ "ہم نے ہر چیز کوجوڑے جوڑے پیدا کیا" اور یہ بھی ارشاد ہے کہ "ہم نے ہر چیز کو تخلیق کیاجوڑے اور دوہرے " یعنی تخلیق کے اجزائے ترکیبی پر غور کیاجائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ دورُخ مونث اور مذکر ہیں، اللہ تعالیٰ نے مذکر اور مونث کے ذریعے اس کا کنات کو روشنی بخشی، دوسری بات جوڑے اور دوہرے کی ہے، جوڑے دہرے



سے مرادیہ ہے کہ مذکر بھی دورُخ سے مرکب ہے اور مونث کے بھی دورُخ کام کرتے ہیں۔ اِس کی مثال حضرت آدم سے دی جاسکتی ہے ، حضرت آدم سے حواپیدا ہوئیں، مطلب واضح ہے کہ آدم دورُخ سے مرکب ہے۔ ایک رُخ ظاہر جس کانام آدم ہے اور آدم کا دوسرارُخ باطن ہے جس کانام حواہے۔ حواکی پیدائش سے پہلے آدم کے اندر حواموجود تھی اور جب آدم کے اندر ہم جنس کے لیے تقاضا پیدا ہواتو یہ تقاضا تخلیقی عمل بن گیا اور تخلیقی عمل کے نتیجہ میں حواکا وجود ظاہر ہوگیا۔ جس طرح آدم کے اندر حواموجود تھیں اس طرح حواکے اندر آدم موجود ہے، یہ مختصر تشر ت کہے "جوڑے دوہرے"کی،

انفرادی حیثیت میں آدمی خواہ عورت ہویا مر د دورُ خسے مرکب ہے۔ یہ دورُخ مکمل آدمی یاعورت میں ایک رُخ چھپاہوا اور ایک ظاہر ی رُخ ہے، اسی طرح دماغ کے بھی دورُخ ہے۔ ایک چھپاہوا دماغ اور ایک ظاہر دماغ، چھپاہوا دماغ لا شعور ہے اور ظاہر دماغ شعور ہے، اسی طرح دماغ کے بھی دورُخ ہے۔ ایک چھپاہوا دماغ اور ایک ظاہر دماغ، چھپاہوا دماغ لا شعور ہے ہوں خبیں دماغ شعور ہے، ہمیشہ اس چیز کی طاقت ذیادہ ہوتی ہے جو چھپی ہوئی ہے۔ ایٹم کی تھیوری پر اگر تبھر ہ کیا جائے تو بجز کوئی کہنے میں نہیں آتی کہ ایٹم (Atom) مخفی اور چھپی ہوئی طاقت کا مظاہرہ ہے۔ سائنسد انوں نے جب اس مخفی طاقت کو تلاش کر لیا تو ایٹم وجو د میں آگیا۔ روز مرہ کی مشاہدہ کی بات ہے گاڑی میں پیٹر ول جاتا ہے اور پیٹر ول جب جاتا ہے تو جب تک اس کے اندر مخفی توت کو متحر ک نہ کیا جائے تو گاڑی نہیں چلے گی۔

آدمی گوشت پوست سے بناہوا ہے اسکے اندر مخفی رُخ کا نام ''روح'' ہے، جب تک روح اس گوشت پوست کے جہم کو متحرک رکھتی ہے یہ گوشت پوست کا جہم چپتا پھر تا، بھا گنا دوڑتا ہے اور جب مخفی قوت روح دنیا سے رشتہ منقطع کر لیتی ہے تو گوشت پوست کا جہم چپتا پھر تا، بھا گنا دوڑتا ہے اور جب مخفی قوت روح دنیا سے رشتہ منقطع کر لیتی ہے تو گوشت پوست کا جہم بے جان، بے حرکت اور بے عمل ہو جاتا ہے۔ مخضر تمہید آپ سب حضرات کے مسائل سامنے رکھ کر بیان کی گئی ہے، فرداً فرداً اس لیے ممکن نہیں کیونکہ خطوط کی تعداد بہت زیادہ ہیں۔ جو اباً عرض ہے کہ آپ سب اپنے اندر مخفی قوت متحرک کریں جیسے ہی ہے قوت بر سریکار ہو جائے گی مسائل کا حل نکل آئے گا۔ اس مخفی قوت کو متحرک اور باعمل کرنے کا طریقہ ہے ہے

سب کاموں سے فارغ ہونے کے بعد رات کو سونے سے پہلے عنسل کریں، عنسل کرنے کے بعد کوئی خوشبو سلگائیں اور شال رُخ مصلی پر بیٹھ جائیں، گیارہ مرتبہ درود شریف، گیارہ مرتبہ پہلا کلمہ اور گیارہ مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھیں، آئھیں بند کرلیں، بند آئھوں سے یہ دیکھیں کے سرمیں دو دماغ ہیں، ایک دماغ الی طرف اور سید ھی طرف دو سرا دماغ ہے۔ دونوں دماغ کے در میان ایک پردہ ہے، اللی طرف کے در میان ایک پردہ ہے، اللی طرف کے دماغ میں پردہ کے اندر جھانکنے کی کوشش کریں۔ ابتداء میں خیالات کا ایک ہجوم ہوجاتا ہے اور آدمی کیسو نہیں ہو پاتا لیکن مسلسل مشق سے خیالات کی بلغار کم ہو کر ختم ہوجاتی ہے۔ جب خیالات ایک نقط پر مرکوز ہوجاتے ہیں توالی کیسو نہیں ہو پاتا لیکن مسلسل مشق سے خیالات کی بلغار کم ہو کر ختم ہوجاتی ہے۔ جب خیالات ایک نقط پر مرکوز ہوجاتے ہیں توالی طرف کے دماغ سے روشنیاں پھوٹتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جس گھڑی جس آن بیروشنی کوئی بندہ حالت مراقبہ یا حالت مشاہد میں دیکھ لیتا ہے۔ اس کی زندگی سے خوف نکل جاتا ہے۔

جب کسی بندے میں سے خوف نکل جاتا ہے تواللہ کے بقول اس کا شار اللہ کے دوستوں میں ہو تا ہے اور اللہ کے دوست کے لیے ساری دنیا مسخر ہوتی ہے۔ وہ اپنے بائیں رُخ کی طرف کے دماغ (لا شعور) سے اپنے حسب منشاء کام لے سکتا ہے اس لیے کہ تمام مظاہر ات (ان کا تعلق زندگی کے کسی بھی شعبے سے ہو) جن میں ہم زندہ ہیں سانس لے رہے ہیں سب کے سب لا شعوری حواس پر قائم ہیں۔ جب تک لا شعور ہمیں اطلاع فر اہم کر تا ہے رہتا ہے ہمارے اندر زندگی کے تقاضے اور ان تقاضوں کی جمیل کے لیے جدوجہد کا عمل جاری رہتا ہے اور جب لا شعور اطلاعات فر اہم کر نابند کر دیتا ہے تو ہم مر جاتے ہیں۔

### پير اسائيکالوجي

سوال: ابدال حق قلندر بابااولیاً گی کتاب لوح و قلم میں علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین کا کئی جگه تذکره آیا ہے۔ برائے مہر بانی تشریح فرمایئے که تین یقینوں سے کیامر ادہے ؟

جواب: یہ ساری کا نئات اور کا نئات کا سارا پھیلاؤاور تمام نوعی اور انفرادی حالت دراصل اللہ کا یقین ہے۔ جب پھے نہ تھاتو اللہ تھا۔ اللہ نے چاہا کہ میں پیچانا جاؤں۔ پیچانئے کے لیے ضروری ہے کہ کوئی جستی سامنے موجود ہو، چنانچہ اللہ نے کا نئات کو وجود میں لانے کے لیے یقین کا اظہار کُن کہہ کر کیا۔ کا نئات کا پورا پروگرام اللہ کی مرضی اور منشاء کے مطابق جاری وساری ہو گیا۔ کا نئاتی پروگرام کی جُزئیات پراگر غیر جانبدار نہ غور کیا جائے توایک ہی بات حقیقت بن کر سامنے آتی ہے کہ یہ پروگرام صرف نظر ( زگاہ ) کے اوپر قائم ہے۔ نظریا نگاہ میں مختلف زاوئے ہیں، نظر کے ان زاویوں کو تصوف میں تین اصطلاحوں سے بیان کیا گیا ہے۔ ا) علم الیقین، ۲) عین الیقین، ۳) حق الیقین، ۳) حق الیقین۔

علم الیقین کی تعریف ہیہ ہے کہ ایک شخص آئینہ میں اپناعکس دیکھ رہاہے اس کے ذہن میں صرف ہیہ ہے کہ میں اپنے جیسا ایک انسان دیکھ رہاہوں اس کے علاوہ نہ اسے آئینہ کی صفت کا پیتہ ہے نہ ہی اس عکس کی صفت کو جانتا ہے، اس یقین کو کہ مجھ جیسا انسان سامنے کھڑا ہے تصوف میں علم الیقین کہتے ہیں۔ یقین کی دوسری صورت ہیہ ہے کہ ایک شخص آئینہ دیکھ رہاہے اس کو ہی علم ہے کہ میں آئینہ کے اندر اپناعکس دیکھ رہاہوں، وہ خود کو بھی دیکھتا ہے اور اپنے عکس کو بھی دیکھتا ہے اور آئینہ کو بھی دیکھتا ہے، لیکن وہ اپنی حقیقت سے واقف نہیں اور نہ ہی آئینہ کی حقیقت سے واقف ہے۔ اس حالت کو عین الیقین کہتے ہیں۔

یقین کی تیسر می صورت رہے کہ دیکھنے والا یہ جانتا ہے کہ دیکھنے کی دوطر زیں ہیں، براہ راست دیکھنا اور بالواسطہ دیکھنا، وہ یہ بھی جانتا ہے کہ آئینہ میں جو عکس دیکھر ہاہوں دراصل وہ آئینے کے دیکھنے کو دیکھ رہاہے، یعنی آئینے نے اس شخص کے عکس کو اپنے اندر جذب کیا اور آدمی نے آئینہ کے دیکھنے کو دیکھا۔ اگر آئینہ سے دریافت کیا جائے تونے کیاد کھر رہاہے تو آئینہ کیے گا کہ میں آدمی کے دیکھنے کو دیکھ کو دیکھ رہاہوں۔



پیراسائیکالوجی کابی علم بتاتا ہے کہ ہر چیز اپنے اندر دوسری چیز کے عکس کو جذب کررہی ہے اور جذب کر کے دوسرے کو دیکھارہی ہیں۔ کائنات کے جتنے بھی افراد ہے بر اہراست طرز فکر میں دیکھتے ہیں توبیہ سمجھتے ہیں کہ چیز خود کچھ نہیں دیکھر ہی بلکہ کسی کے دیکھنے کو دیکھنے کو دیکھر نہی ہے۔ جب یہ صورت حال علمی اعتبار سے مکشف ہوجاتی ہے اور دیکھنے والا اپنی ، آئینہ کی اور عکس کی حقیقت سے واقفیت کو جان لیتا ہے تو تصوف میں اسے حق الیقین کہاجا تا ہے۔

### پیراسائیکالوجی (شک اور وسوسے)

سوال: آج کل لوگوں کی اکثریت شک اور وسوسوں میں مبتلاہے ہر شخص کہتاہے کہ میرے اوپر جادو کر دیا گیاہے، سکون نام کی کوئی چیز نہیں ہے ٹینشن اور ذہنی خلفشار کی وجہ سے طرح طرح کی بیاریوں نے انسان کو دیوچ رکھاہے، خوف وہر اس نے اس کی زندگی میں زیر گھول دیاہے۔ ظاہر ہے کہ بیہ سب خیالات میں پاکیزگی نہ ہونے کی وجہ سے ہو تاہے۔ درخواست ہے کہ وضاحت فرمایئے کہ خیال کیاہے؟ زندگی اور خیال کا آپس میں کیار شتہ ہے؟، خیالات کا شک اور تقین سے کیا تعلق ہے۔

جواب: روحانیت میں خیال اس اطلاع کانام ہے جوہر آن ہر لمحہ ہمیں زندگی سے قریب کرتی ہے، پیدائش سے بڑھا پے تک زندگی کے سارے اعمال کسی اطلاع کی دوش پر رواں دواں ہیں۔ کبھی ہمیں اطلاع ملتی ہے کہ ہم بچہ ہیں، پھر ہمیں اطلاع ملتی ہے کہ یہ دور جوانی کا ہے اور پھر یہی اطلاع بڑھا ہے کا روپ دھار لیتی ہے، سر دوخشک، تلخ وشریں حالات سے گزر کر ہم موت سے قریب ہوجاتے ہیں اور ہم جان لیتے ہیں کہ اس دنیا سے ہمارار شتہ منقطع ہو گیا ہے۔

یہ بات واضح ہو چک ہے کہ ہماری پوری زندگی خیال کے گرد گھومتی ہے اور یہ کہ ہمارے اور کا نئات کے در میان جو مخفی
رشتہ ہے وہ بھی خیال پر قائم ہے اب ضرورت اس بات کی ہے کہ دماغ میں خیالات کی اس شکست وریخت کو کم سے کم کیاجائے، اس کا
ایک ہی طریقہ ہے کہ دماغ میں شک و سوسوں کو کم سے کم جگہ دی جائے، یہ جان لینا بہت ضروری ہے کہ قوت ارادی میں کمزوری کی
سب سے بڑی وجہ شک کی موجود گی ہے، و سوسوں اور شک کی بنیاد وہم اور یقین پر ہے اس کو مذہب کی زبان میں شک اور ایمان کہا گیا
ہے۔

آدمی زندگی کے تمام مراحل وقت کے چھوٹے چھوٹے گلڑوں میں طے کرتا ہے لینی ایک سکینڈ کا کوئی فریشن (Firiction) خواہ اس کی زندگی (100) سوبرس ہی کیوں نہ ہولیکن وہ ان ہی و قفوں میں تقسیم ہوتی رہتی ہیں، غور طلب امریہ ہے کہ آدمی اپنی زندگی بسر کرنے کے لیے ذہن میں وقت کے یہ چھوٹے چھوٹے گلڑے جوڑ تا ہے اور ان ہی گلڑوں سے کام لیتا ہے، ہم یا تو وقت کے اس گلڑے سے پلٹتے ہیں، اس کو اس طرح سمجھنا تو وقت کے اس گلڑے سے پلٹتے ہیں، اس کو اس طرح سمجھنا چاہئے کہ آدمی ابھی سوچتا ہے کہ میں کھانا کھاؤں گالیکن اس کے پیٹ میں گرانی ہے اس لیے وہ یہ ارادہ ترک کر دیتا ہے، وہ کب تک



اس ترک پر قائم رہے گا اس کے بارے میں اسے کچھ معلوم نہیں ، علی اہذالقیاس اس کی زندگی کے اجزائے ترکیبی یہی افکار ہیں، جو اسے ناکام یا کامیاب بناتے ہیں۔ ابھی وہ ارادہ کر تاہے پھر ترک کر دیتاہے، چاہے منٹوں میں ترک کر تاہے ، چاہے گھنٹوں میں ، چاہے مہینوں میں ، چاہے سالوں میں ، ہم یہ واضع کرناچاہتے ہیں کہ ترک آدمی کی زندگی کا جزواعظم ہے۔

بہت سی باتیں الیی ہوتی ہیں جن کو انسان د شواری ، مشکل ، پریشانی ، بیاری ، بے چینی وغیر ہ کہتا ہے ، دوسری طرف ایک چیز
کانام انسان "سکون "رکھتا ہے۔ انسان سکون سے مراد وہ چیزیں سمجھتا ہے جس میں اسے ہر قتیم کی آسانیاں حاصل ہوں حالانکہ ان
کیفیتوں میں زیادہ تر مفروضات ہیں ، مگر یہ ہی چیزیں انسان کو آسان معلوم ہوتی ہے ، انسان اپنی زندگی کامحور ان دوچیزوں کو بناتا ہے ،
اس کی حرکت کامنبع ان دوستوں میں سے ایک سمت ہوتا ہے۔

# پیراسائیکالوجی (سیجی خوشی)

سوال: زندگی توہم بھی گزار رہے ہیں مگر ایک آپ کی زندگی ہے کہ محبق اور مسر توں سے لبریز زندگی ہے، میری طرح روئے زمین کا ہر فرد خوش کن زندگی گیاہوتی ہے؟ اور کا ہر فرد خوش کن زندگی گرزندگی کی مادیت ہمیں مایوس کردیتی ہے آپ ہمیں بتائیں کہ سچی خوشی کیاہوتی ہے؟ اور حقیقی مسرت کس طرح حاصل کی جاتی ہے تا کہ رہی سہی زندگی ہم بھی سکون سے گزار سکیں۔ آپ میرے سوال کو اہمیت دیتے ہوئے روحانی طرزوں میں اس کاجواب شائع کریں۔

جواب: آپ کی پہ بات درست ہے اور زندگی کے تجزیہ سے ہمارے سامنے ایک ہی بات آتی ہے کہ آدم کاہر بیٹا اور حوا کی ہر بیٹی خوش
کن زندگی گزار ناچاہتے ہیں۔ لیکن زندگی کامادی نظر یہ ہر قدم پر انہیں مالوس کر تاہے اس لیے کہ ہماری زندگی ہر ہر لمحہ فانی اور متغیر ہے، مادی اعتبار سے ہمیں یہ بھی علم نہیں کہ سچی خوشی کیا ہوتی ہے؟ اور کس طرح حاصل کی جاسکتی ہے، حقیقی مسرت سے واقف ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی اصل بنیاد کو تلاش کریں۔جب ہم پچھ نہ سے تو پچھ نہ پچھ ضرور سے اِس لیے کہ پچھ نہ ہونا ہمارے وجود کی نفی کرتا ہے۔

ہماری زندگی ماں کے پیٹ سے شروع ہوتی ہے اور بیہ مادہ جب ایک خاص پروسیس سے گزر کر اپنی انہاکو پہنچتا ہے تو ایک جی جیتی جاگتی تصویر عدم سے وجو د میں آجاتی ہے۔ ماحول سے اِس تصویر کو ایسی تربیت ملتی ہے کہ اسے اِس بات کا علم نہیں ہوتا کہ سچی خوشی حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اور کس طرح سچی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ حقیقی خوشی اور مسرت سے ہم آغوش ہونے کے لیے انسان کو سب سے پہلے یہ جانناچا ہے کہ زندگی کا دارومدار جسم پر نہیں بلکہ اِس حقیقت پر ہے کہ جس حقیقت نے خود اپنے لیے جسم کو لباس بنالیا ہے۔ ہم اِس حقیقت تک اِس طرح رسائی حاصل کر سکتے ہیں کہ ہم یہ جان لیں کہ جیتی جاگی تصویر ایک جسم نہیں بلکہ ایک



شعور ہے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جسم کے ختم ہونے پر مادی کثافت اور آلود گی ختم ہو جاتی ہے لیکن شعور فنانہیں ہو تابلکہ شعور کسی دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتا ہے۔

جتنی آسانی کتابیں ہیں ان سب میں ایک بات کا بار بار تذکرہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی صرف مادی جہم نہیں بلکہ ایک شعور ہے، شعور کا گھٹنا اور بڑھنا عمر کا تعین کرتا ہے، شعور ایک زمانے کو "جپین" دوسرے کو"جوانی" اور شعور تیسرے زمانے کو "بڑھاپا" کہتا ہیں، بالاخر جو شعور اس مادی زندگی کو سنجالے ہوئے ہے اور جس شعور پر یہ جہم ارتقاکی منازل طے کر رہا ہے قائم رہتا ہے۔ انسان جب اپنے آپ کا مطالعہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے پاس ایک محدود اور فناہونے والاجهم ہے ای جہم کو زندگی کی بچپان کہتا ہے یہ انسان جب اپنی جہم جو جمیں نظر آرہا ہے اسکے اجزائے ترکیکی گافت، گندگی، تعفن، سرانڈ ہیں۔ اس سرانڈ کی بنیاداس نظر سے پر قائم ہے کہ ہر آدمی سیحقا ہے کہ میں ماڈہ ہوں اور اس ماڈی پیدائش ہوں، یہ محدود نظر یہ آدمی کو کسی ایک مقام پر محدود کر دیتا ہے اور ہر آدمی کید محدود دیت کے تانے بانے میں نود کو گرفتار کر لیتا ہے اور اس طرح محدود داور پابند نظر یہ کے ساتھ زندگی پر مادیت کا اور ہر آدمی کید محدود دیت ہو گائی ہوں نندگی پر مادیت کا خول اپنے اوپر چڑھالیتا ہے، نتیجہ میں کنویں کے مینڈک کی طرح اِس خول کو بی زندگی کا اثاث شرجیتا ہے طالا نکہ وہ سب پچھوال کو بی زندگی گزار نے کے لیے انسان کو بیہ جانا خروری ہے کہ ہماری کا نوت اللہ کی آواز ہے، خداجب اپناتعارف کرواتا ہے تو گہتا ہے کہ میں گلوق کا دوست ہوں جس طرح ایک باپ اپنے بیٹے کو نہیں بھولتا ہی طرح خدا بھی اپنی مخلوق کو فراموش نہیں کر تا۔ اگر انسان میں مرت دندگی میں انسان پر مسرت زندگی سب کو اپنادوست اور کفیل سمجھ لے تو دنیاوی وسائل خود بخود اس کے آگے سرگوں ہوجاتے ہیں اور نتیجہ میں انسان پر مسرت زندگی کیا جائے۔

# پیراسائیکالوجی (سانس کے دورُخ)

سوال: قر آن حکیم کے مطابق اللہ تعالی نے ہر چیز دورُخوں سے بنائی ہے، سانس کا عمل بھی دورُخوں سے مرکب ہے، یعنی ایک رُخ سانس کا اندر جانا اور دوسر ارُخ سانس کا باہر آنا۔ نظریہ رنگ و نور سے اس کی تشریح فرمائیں کہ زندگی میں سانس کی کیا حیثیت ہے، سانس کا جسم سے باہر نکلنا اور جسم میں داخل ہوناکن فار مولوں پر قائم ہے؟

جواب: تخلیقی فارمولوں کاعلم رکھنے والے بندے جانے ہیں کہ کائنات اور کائنات کے اندر تمام مظاہر ات کی تخلیق دورُخ پر کی گئی ہے اس حقیقت کی روشنی میں سانس کے دورُخ متعین ہیں، ایک رُخ یہ ہے کہ آدمی سانس اندر لیتا ہے دوسر ارُخ یہ ہے کہ سانس باہر نکالا جاتا ہے۔ نظریہ رنگ ونور کی اصطلاح میں گہر ائی میں سانس لیناصعودی حرکت ہے اور سانس کا باہر آنانزولی حرکت ہے۔صعود اس



حرکت کانام ہے جس حرکت میں مخلوق کابر اہر است خالق کے ساتھ تعلق قائم ہو اور نزول اِس حرکت کانام ہے جس حرکت میں بندہ غیب سے دور ہو جاتا ہے اور ٹائم اینڈ اسپیس کی گرفت اس کے اوپر مسلط ہو جاتی ہے۔

تخلیق کی بنیاد اللہ کاچاہناہے، اللہ کاخاہنا اللہ کاذبن ہے یعنی کائنات اور ہمار ااصل وجود اللہ کے ذبن میں ہے، قانون یہ ہے کہ شئے کی وابستگی اصل سے بر قرار نہ رہے تو وہ شئے قائم نہیں رہتی، اس وابستگی کا قیام مظاہر اتی خدو خال میں صعودی حرکت (اندر سانس لینا) سے قائم ہے۔ اس کے برعکس جسمانی اور مادّی تشخص کی بنیاد نزولی حرکت ہے۔ کائنات اور اس کے اندر تمام مظاہر ات ہر کھے اور ہر آن ایک سرکل میں سفر کررہے ہیں اور کائنات میں ہر مظاہرہ ایک دوسرے سے آشنا اور متعارف ہے۔ تعارف کا یہ سلسلہ خیالات کے تابع ہے سانس نے آپس میں اس تبادلہ خیال اور رشتہ کو تو انائی کانام دیا ہے۔

سائنس کی روسے کائنات کی کسی شے کو خواہ وہ مرکی ( Visible ) ہویا غیر مرکی ( Unvisible ) کلیتاً فناء نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مادہ مختلف ڈائیوں میں نقل مکانی کر کے توانائی بن جاتا ہے اور توانائی روپ بدل بدل کر سامنے آتی رہتی ہیں، پیر اسائیکالوجی میں اس توانائی کو " روح" کہا گیا ہے۔ روح کو جو علم ودیعت کر دیا گیا ہے وہی علم خیالات، تصورات اور محسوسات بتا ہے۔ یہ خیالات اور تصورات اہروں کے دوش پر ہمہ وقت اور ہر آن اور ہر لمحہ سفر میں رہتے ہیں۔ اگر ہماراذ ہن ان اہروں کو پڑھنے اوران کو حرکت دیئے پر قدرت حاصل کر لے تو ہم کائنات کے تصویر خانوں میں خیالات کے ردوبدل سے و توف حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن جب تک کائنات کی فور کے تلے میں قدم نہیں رکھ سکتے ، کائنات اور آسانوں کی دنیا میں واخل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہم سانس کے اِس رُخ پر کنٹر ول حاصل کریں جس رُخ پر صعودی حرکت کا قیام ہے۔

سانس کا گہر انی میں جانالا شعور ہے اور سانس کا گہر انی سے مظاہر اتی سطح پر آناشعور ہے۔ شعوری زندگی میں حرکت ہوتی ہے تولا شعوری زندگی پر دہ میں چلی جاتی ہے اور لا شعوری زندگی میں شعوری زندگی مغلوب ہو جاتی ہے۔ اس قانون سے واقف ہونے کے لیے شعوری اور لا شعوری دونوں تحریکات کا علم حاصل کرناضر وری ہے۔ جب انسانی ذہن سانس کی صعودی حرکت کا احاطہ کرلے تو ہمارے اندر مرکزیت اور توجہ کی صلاحیت بروئے کار آجاتی ہے۔ لا شعوری صلاحیتوں کو بیدار اور متحرک کرنے کے لیے یقین طریقہ مراقبہ نفس ہے۔ مراقبہ نفس کے بارے میں رسول اللہ مَا اللہ عَمالیہ فی مراقبہ نفس کو پیچانا اس نے اپنے دب کو پیچان لیا"

## پیراسائیکالوجی (تد"لی)

سوال: اسلامی تصّوف میں (جس کو آپ نے پیر اسائیکالوجی کانام دیاہے) تخلیقی فار مولوں کے ضمن میں تدّ لی کی اصطلاح بیان ہوئی ہے۔ ۔ تدّ لی سے کیامر ادہے؟ تدّ لی اور اسم الاساء میں کیافرق ہے؟



جواب: قرآن پاک میں جہاں آدم کی نیابت اور خلافت کا تذکرہ کیاہے وہاں بنیادی بات یہ بیان ہوئی ہے کہ آدم کو علم الاساء عطاکیا گیا ہے۔ جوکائنات میں کسی کو حاصل نہیں ہے۔ علم الاساء ہی کی بنیاد پر فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا، علم الاساء کی حیثیت میں جو علم آدم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کیا گیاہے اس کوروحانی زبان میں تدّ لی کہتے ہیں۔ انسان کا شرف بیہ ہے کہ وہ اللہ کریم کا نائب ہے اور وہ نیابت کے علوم سے واقف ہے، اسے بحیثیت انسان کے اللہ تعالیٰ سے اختیارات حاصل ہیں، جب کوئی روحانی علوم کا طالب علم اپنے مرشد کی ہمت اور نسبت سے نیابت کے اختیارات کو جاننے اور استعال کرنے کے علوم حاصل کرتا ہے تواسے علم ہو جاتا ہے کہ اللہ کریم کا ہر اسم دراصل اللہ کی ایک صفت ہے اور یہ صفت ہر بندے کو اللہ کی طرف سے ازل میں حاصل ہوئی تھی۔ بندے سے مراد نوع انسان اور نوع انسان کے تمام افراد ہیں۔

آدم کی اولاد جب صفت تد"لی کو حاصل کرناچاہے تواس کے علم میں یہ بات ہونی چاہے کہ اللہ رحیم ہے اور رحیم صفاتی اعتبار سے تخلیق کرنے والی ہستی ہے، روحانی طالب علم اگر مراقبہ کے ذریعے اسم رحیم کی صفات کازیادہ سے زیادہ ذخیر ہ اپنے لاشعور میں کرلے تواس کے اوپر وہ علوم منکشف ہو جاتے ہیں جو تخلیق میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ کریم نے اسی اسم رحیم کی صفت کا یا تخلیقی علم کا تذکرہ حضرت عیسی کی نسبت سے کیا ہے۔ یعنی حضرت عیسی می کے جانور میں پھونک مار کر اُڑاد یتے تھے یا پیدائش کوڑھی یااندھے کو اچھا کر دیتے تھے۔ اِس عمل میں ان کے اندر اسم رحیم سے متعلق اللہ کی تخلیقی صفت متحرک ہو جاتی تھی یا وہ اللہ کے دیئے اختیارات سے اسم رحیم کی صفت کو عملاً جاری فرمادیتے تھے۔

اللہ کریم نے حضرت عیسیٰ کے اِس مجوزے کا تذکرہ کرکے تخلیق کا ایک فار مولہ بیان کیا ہے، تخلیقی فار مولہ یہ ہے کہ
انسان کے اندریا آدم زاد کے اندراللہ کی روح کام کررہی ہے، جب تک انسان کے اندریا آدم زاد کے اندرروح موجود نہیں ہے، آدم کا
وجود بے حرکت مٹی کا پتلا ہے، یہی بات اللہ نے حضرت عیسیٰ سے کہی ہے ''اور جب تو بناتا ہے مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم
سے ''یعنی میر کی مرضی اور میر کی منشاء اور میرے دیئے ہوئے علوم سے ''پھر اس میں پھونک مارتا ہے تو ہوجاتا ہے ۔ جانور ''یعنی مٹی
کے جانور میں حضرت عیسیٰ تخلیقی فار مولے کے تحت یا اسم رحیم کی صفت کے تحت مٹی کے جانور میں پھونک مارتے تھے تو وہ اُڑجاتا
تقا۔ پیدائش اندھ یا کوڑھی کے اوپر دم کرتے تھے یا پھونک مارتے تھے تو بھلا چنگا ہو جاتا تھا۔ اللہ کریم کا یہ فیضان قر آن حکیم کے
در لیع نوع انسانی کے لیے عام ہے۔ کوئی بھی انسان قر آن میں نظر سیدنا حضور علیہ الصلواة السلام کی نسبت سے اللہ کریم کے دیے
ہوئے تخلیقی اختیارات یا'' تد"لی'' سے مستفیض ہو سکتا ہے۔ اِسی بنیاد پر انسان اللہ تعالیٰ کانائب اور خلیفہ ہے



# پیراسائیکالوجی (دورُ خی تخلیق)

سوال: مقدس کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد جو انکشافات ہوئے ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ نسلی سلسلے کی تخلیق ایک پروگرام کے مطابق دورُخوں پر عمل میں آرہی ہیں۔خواہ وہ انسان ہویا حیوان، میں اور میرے ساتھی" دورُخی" تخلیق کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ازراہ شفقت اپنے کالم میں پیراسائیکالوجی کے تحت جواب شائع فرمادیں۔

جواب: پیدائشی سلطے کے بارے میں یہ کہنا حقیقت پر مبنی ہے کہ پیدائش میں انسان، کتے اور بلی یکساں نوعیت کے حامل ہیں، ایک مائع لعاب جب دو سرے مائع لعاب میں مل کر تحلیل ہو جاتا ہے اور ایک تخلیقی سانچے میں تھہر جاتا ہے تو ایک خاص پر وسیس کے تحت اِس کی نشوو نما نثر وع ہو جاتی ہے، پہلی رات یہ محلول مٹر کے دانے بر ابر ہو تا ہے اور پھر آہتہ آہتہ بڑھ کر ایک جیتی جاگی ہنسی سنی محسوس کرتی تصویر بن جاتی ہے۔ اِس تصویر میں دس سوراخ ہوتے ہیں اور یہ دس سوراخ پوری زندگی پر محیط ہیں۔ ان ہی دس سوراخوں محسوس کرتی تصویر بن جاتی ہے۔ اِس تصویر مین اور یہ دس سوراخ پوری زندگی پر محیط ہیں۔ ان ہی دس سوراخ ہوتے ہیں اور یہ دس سوراخ پوری زندگی پر محیط ہیں۔ ان ہی دس سوراخوں کی صلاحیتوں کا دار و مدار ہے۔ در کھنا، بولنا، سو گھنا، سننا جسم کے اند زہر یلے اور فاسد ماڈوں کو خارج کر کے جسم کو صاف ستھر اگر ناور ماڈی زندگی کی حفاظت کرنا ان ہی دس سوراخوں پر قائم ہے۔ ان دس سوراخوں میں سے ایک بھی سوراخ اپنی ڈیو ٹی پوری نہ کرے یا سوراخ کی معانی میں سوراخ نہ رہے تو اِسی منا سبت سے انسانی زندگی میں خلا واقع ہو جاتا ہے اور وہ بیکار، کم صلاحیت یا عضو معطل بن جاتا ہے۔

ان دس سوراخوں کی تقسیم اِس طرح ہے، کانوں کے دوسوراخ آدم زاد کے اندر قوت سامعہ ہیں، آنکھوں کے دوسوراخ ہمر موراخ بین باہر کے عکس کو دماغ کی اسکرین پر منتقل کر کے کسی چیز کے ہونے کاعلم فراہم کرتے ہیں اور بیا علم مختلف مر احل سے گزر کر لامسہ بن جاتا ہے۔ ناک کے دوسوراخ ہمیں غذائی معاملات میں خود کفیل کرتے ہیں، منہ اور حلق کے دوسوراخ ہمیں غذائی معاملات میں خود کفیل کرتے ہیں ایک طرف بیہ سوراخ قوت گویائی عطاکرتے ہیں۔ نوال کرتے ہیں ایک طرف بیہ سوراخ قوت گویائی عطاکرتے ہیں۔ نوال سوراخ جہاں کثافت دور کرنے کا ذریعہ ہے وہ افزائش نسل کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔ غذاسے توانائی حاصل کرنے کے بعد جو فضلہ باتی رہ جاتا ہے دسوال سوراخ ان کے اخراج کا ذریعہ بیتا ہے۔ یہ ایک نظام ہے جو تواتر کے ساتھ قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گا۔

ہمیں نے پھوٹے پر تین چیزوں کا ادراک ہوتا ہے، ایک تنا اور دو ہے۔ اِس تخلیقی عمل سے یہ بات سامنے آپھی ہے کہ ہر چیز دورُخ پر قائم ہے اور پھر دورُخ تقسیم ہوکر کئی رُخ بن جاتے ہیں۔ آدمی بھی دورُخ سے مرکب ایک تصویر ہے۔ آدمی کے اندر دو دماغ ہوتے ہیں، ایک دائیں طرف دو سر ابائیں رُخ، دو آئھیں ہوتی ہیں، ناک کے دو نتھنے ہوتے ہیں، حلق بظاہر ایک نظر آتا ہے مگر حلق کے اندر گوشت کا ایک لو تھڑ ایا گو الٹکار ہتا ہے اِس کی وجہ سے حلق دورُخوں میں تقسیم ہوجاتا ہے۔ دوہا تھ، دوٹا نگیں، دو پیر ہوتے ہیں، دوگر دے ہوتے ہیں، دو جگر ہوتے ہیں، اگر دل کو تقسیم کیاجائے تو ایک پر دے کے ذریعے بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم ہوجاتا ہے۔ دوہایں، دو جگر ہوتے ہیں، اگر دل کو تقسیم کیاجائے تو ایک پر دے کے ذریعے بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم ہوجاتا کے تو ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ انسان کی



تخلیق دورُخوں پر قائم ہے۔ مزید سوچ و بچار اور چھان بین کی جائے تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نوع انسان اور تمام نوعیں بھی دورُخوں پر قائم ہیں، ایک مذکر اور ایک مونث، ایک مر د اور ایک عورت، ایک باپ اور ایک ماں۔

## پیراسائیکالوجی (اسلام آخری مذہب)

سوال: کیا آپ تشریح فرمانا پیند کریں گے کہ اللہ تعالی نے مذہب اسلام کو آخری مذہب کیوں قرار دیا ہے؟ اسلام سے پہلے کے مذاہب اور مذہب اسلام میں کیافرق ہے جس کی بنیاد پر اسلام دیگر مذاہب سے ارفع اور اعلیٰ ہے اور روحانی نقطہ نظر سے دین فطرت ہے؟

جواب: جب علوم کا تذکرہ کیاجاتا ہے تو دوعلوم زیر بحث آتے ہیں، ایک علم وہ جواکتناب کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، اس علم میں زیادہ ترمظاہر (ناسوتی دنیا) کاعمل ہوتا ہے اور انسانی کی آفر نیش سے جو مفروضہ حواس ہمیں منتقل ہوتے ہیں دراصل ان کی ایک طرح کی تجدید ہوتی ہے اس لیے ابتدائے آفر نیش سے نوع انسانی کاشعور جن طرزوں پر اب تک قائم ہے وہ طرزیں اور زیادہ مستقلم ہوجائیں اور انسانی حواس شعور کی چھان پوئک کرتے ہیں تو اور انسانی حواس شعور کی گھان پوئک کرتے ہیں تا اور انسانی حواس شعور کی چھان پوئک کرتے ہیں تو ہمیں صرف ایک ہی بات نظر آتی ہے کہ شعور کادارو مدار مفروضہ اور فکشن Fiction باتوں پر ہے۔ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں وہ سب مفروضہ ہے ، ہم علم اکتسابی کے لیے الف، ب سیکھ کر آگے بڑھتے ہیں ہمارے پاس ایسی کوئی مفروضہ ہے ، ہم علم اکتسابی کے لیے الف، ب سیکھ کر آگے بڑھتے ہیں ہمارے پاس ایسی کوئی سب سیکھ کر آگے بڑھتے ہیں ہمارے پاس ایسی کوئی سب سیکھ کر آگے بڑھتے ہیں ہمارے پاس ایسی کوئی سب سیکھ کر آگے بڑھتے ہیں ہمارے پاس ایسی کوئی سب سیکھ کر آگے بڑھتے ہیں ہمارے پاس ایسی کوئی الف ہوتا ہے۔ چھوٹا بچہ ہم سے سوال کرے کہ بالف ہوتا ہے الف ہوتا ہے۔ چھوٹا بچہ ہم سے سوال کرے کہ بالف ہے الف بے ہو تا ہے یا بالف ہوتا ہے۔ کیوٹا بیکس کو بغیر سوچے سمجھے استعال کرے۔ القار مورائی نہیں کرے گاقو ہر گر علم اکتسابی کاعلم حصولی یاد نیادی علوم حاصل نہیں کرسکے گا۔

علم کادوسرانام علم حضوری ہے، علم حضوری علم اکتسابی سے بالکل متضاد ہے، وہاں کوئی بھی بات اِس وقت تک قابل یقین قرار نہیں پاتی جب تک اِس بات کو مشاہداتی طور پر ثابت نہ کر دیا جائے۔ یہ علم کے دورُ خ ازل سے لے کر قیامت تک جاری وساری رہیں گے۔ اِن علوم کی درجہ بندی کے لیے پچھ اصول اور ضا بطے متعین کئے گئے ہیں، یہ اصول اور ضا بطے دراصل مذہب ہیں۔ اِن مذاہب میں مفروضہ حواس سے متعلق گفتگو کی گئے ہے اور ساتھ ساتھ مفروضہ حواس کورد کرکے دوسرے علم کی نشاند ھی کی گئی ہے، مذاہب میں مفروضہ حواس سے متعلق گفتگو کی گئے ہوئے ہیں اور ان علوم کی درجہ بندی کی جاتی ہے توعقائد کے مجموعہ کانام مذہب ہے۔

انسانی زندگی میں جتنے بھی اعمال وحر کات ہیں وہ سب انہی دوعلوم پر مشتمل ہیں۔ جب علم اکتسابی یاعلم حصولی یامفروضہ علم زیر بحث آتا ہے تو ہماری فکر اشیاء میں تفکر کرتی ہے اور اشیاء میں تفکر ان عقائد سے دوچار کرتا ہے جن عقائد کو مذہبی دانشوروں نے



بدعقیدگی کہا ہے۔ جب انسان فکشن حواس میں رہ کر بندگی کے اعمال کا تجربہ کرتا ہے اور مادّی زندگی کو مقصد قرار دیتا ہے توان حالات میں اس کے اوپر علم حضوری کا تصور ٹوٹ جاتا ہے اور وہ عقل کی بھول بھلّیوں میں مبتلا ہو کر مظاہرہ کو سب کچھ سیجھنے لگتا ہے اور مظاہرہ ہی میں تجربات اور محسوسات کی حدیں قائم ہو جاتی ہیں۔ اِس کے برعکس انسان خود کو فکشن حواس سے آزاد کر کے حقائق میں تفکر کرتا ہے تواشاء یا مظاہر کے باطن میں داخل ہو جاتا ہے۔ باطن کو مذہب نے نفس کا نام دیا ہے۔ باطن آشنا انسان اشیاء میں غور کرنے کے ساتھ ساتھ اشیاء کی گہرائی میں جو کچھ حقائق ہیں یا جن حقائق پر اشیاء قائم ہیں ان کے بارے میں سوچ و بچار کرتا ہے تواس کے اوپر ایسے امور مکشف ہو جاتے ہیں جن امور سے وہ ان طرزوں سے واقف ہو جاتا ہے جو طرزیں اسے علم حضوری کی طرف لے جاتی ہیں، مذہب اسے علم "و حی "کانام دیتا ہے۔

آسان لفظوں میں ہم اسے یوں کہیں گے کہ دورُخ میں سے ایک رُخ مظاہرہ میں یعنی مادّی دنیا میں کام کر تا ہے دوسر ارُخ مظاہرہ کی گہرائی میں کام کر تا ہے ، مظاہرہ کی گہرائی میں کام کر تا ہے ، مظاہرہ کی گہرائی میں کام کر تا ہے ، مظاہرہ کی گہرائی میں جورُخ کام کر تا ہے ، فد ہمی نقطہ نظر سے اِس کانام "وحی"، الہام ، عالم امر ہوں جورُخ مادّیت میں کام کر تا ہے اس کو عالم خلق ہمیں اور جو کہ نفس یاباطن کارُخ ہے ہمیں نبوت کی راہوں پر چلا کر ہمارے اوپر حقائق مکشف کر تا ہے ۔ جبکہ ظاہری رُخ یاعالم خلق ہمیں مادّیت میں قید کر دیتا ہے ۔ انسانی عقل کامیرُخ جو خلق سے وابستہ ہے ایسے مذہب کی بنیاد ڈالتا ہے ، جن مذاہب کو لاد بنیت یامادہ پر ستی یابت پر ستی کہتے ہیں ۔ اِس لاد بنیت یامادہ پر ستی میں انسان جیسے جیسے گہرائی میں سفر کر تا ہے اسی مناسبت سے نئے نئے فلفے وجو د میں آتے رہتے ہیں ، بالا تخر نئے فلفے نئے نئے مذاہب کو جنم دیتے ہیں ۔ اِن مذاہب کا مقصد صرف حکومت ، ریاست اور مادّی زندگی قرار پایا جاتا ہے ، ان مذاہب میں کنفیوشی ، شنٹو ، اور یونانی فلفہ کے نظام ہائے حکمت جس میں افلاطون اِس کے معاصرین کی تعلیمات اور کمیونزم قابل ذکر ہے ۔

ان مذاہب میں ہزاروں فناہو چکے اور کتنے ہی باقی ہیں۔ بنیادی وجہ یہ ہے کہ انسانی عقل کا وہ رُخ جو مادّیت پر مبنی ہے متحرک رہتا ہے، دوسرارُخ جس کے ذریعے حقائق کا انکشاف ہوتا ہے معطل رہتا ہے، وہ رُخ جو مادّیت سے قریب کرتا ہے ہمارے لیے کوئی آسانی فراہم نہیں کرتا جبکہ تجرباتی زندگی میں ہمارے لیے آسائش و آرام کے بے شار وسائل موجود رہتے ہیں، نئے نئے تجربات اور ایجادات ہوتی رہتی ہیں ان سب کا مقصد انسانی زندگی کو پر آسائش بنانا ہے، لیکن ان آسائشوں کے حصول کے ہوتے ہوئے ہمی ہم تجرباتی طور پر محسوس کرتے ہیں کہ بیہ آسائشیں الجھنوں کے علاوہ پچھ نہیں، جیسے جیسے ہم مادّیت کے گور کھ دھندوں میں مبتلا ہوتے ہیں تکلیفوں کانہ ختم ہونے والا دور مسلط ہو تارہتا ہے، یہ سب الجھنیں مرنے کے بعد قیامت سے ابدا آلاباد میں مبتلا ہوتے ہیں تکلیفوں کانہ ختم ہونے والا دور مسلط ہو تارہتا ہے، یہ سب الجھنیں مرنے کے بعد قیامت اور قیامت سے ابدا آلاباد میں کئالیف بن جاتی ہیں۔

اب دوسرارُخ ہمیں بتاتا ہے کہ مادّیت کا تعلق خلق سے ہے اور خلق کی بنیاد عالم امر (یعنی ایسی دنیا یاوہ نظام جو عالم خلق یا مادّیت کو ہر لمحہ حیات نوعطا کر رہاہے) ہے اور عالم امر میں اِس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ عالم امر کی باگ ڈور ایک واحد ہستی کے



کنٹر ول میں ہے۔ وحی کے ذریعے جوعلوم نوع انسانی کو منتقل ہوئے ہیں۔ انہیں تصوف کی اصطلاح میں علم نفس کہا جاتا ہے۔ یعنی اِس علم میں عالم امر کی صراحتوں کے قانون پر بحث کی جاتی ہے اور جیسے جیسے علم نفس یاعالم امر کی بنیاد پر بحثیں سامنے آتی ہیں اسی مناسبت سے نئے نئے نذاہب وجو د میں آتے ہیں۔ بالکل ابتدائی دور میں نوع انسانی میں کتنے افراد غیبی چیزوں کامشاہدہ کرتے تھے اور مشاہدات کا تعلق ''عالم امر ''سے ہو تا ہے، اِس ابتدائی دور میں جب د نیا کی آبادیاں اور ضرور تیں بہت کم تھیں، یعنی چیزوں کامشاہدہ کرنے والے افرادانے مشاہدات کو اپنے قبیلے اور طرز زندگی کے محدود معانی میں سمجھتے تھے۔

اُن کے سامنے وسیع تر دنیا اور نوع انسانی کے بہت سے طبقے کی زندگی نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے ان پر "عالم امر " کے جو حقائق منکشف ہوتے تھے ان کی تعبیریں بہت محدود طرز زندگی تک ہوتی تھیں۔ چنانچہ ان روحانی بزرگوں کے بعد ان کے پیروکار اوصام باطلہ اور تصورات خام میں مبتلا ہوجاتے تھے۔ تمام بت پرست اور مظاہر پرست مذہبیوں کی تربیت اِسی طرح ہوئی ہے۔ یہ مقلدین جنہوں نے اس دور میں مذہب کے خدو خال مرتب کئے خود "عالم امر " کے حقائق سے ناواقف ہوتے تھے۔ یہ لوگ جو پچھ ایٹ راہنماؤں سے سیکھتے تھے اِس کو دوسروں تک بہچانے میں غلط عقائد، جادواور رہبانیت کی بنیادیں قائم کر دیتے تھے۔

اس قسم کے مذاہب کی مثالیں بابل میں پیداشدہ مذاہب، جین مت اور آریائی مذاہب میں ہندوویدانیت کے زیر اثر بہت سے مذاہب ہیں، بودھ مت بھی مہاتمابدھ کے مقلدین کی الیم کوشش سے دوچار ہو کر رہبانیت سے روشناس ہوا، منگولی مذاہب میں توحید کی خدوخال نہ ملنے کی بیہ ہی وجہ ہے کچھ ایسے ہی حالات سے متاثر ہو کر '' تاومت ''کو بھی بہت سے اوہام اور جادو گری کا اسیر ہونا پڑا۔

مشرق وسطی میں تین مذاہب سامنے آتے ہیں۔ یہودیت، عیسائیت اور اسلام۔ یہ تینوں مذاہب بتدریج آتے رہے اور سمطتے رہے ان تینوں مذاہب میں آخری مذہب اسلام ہے۔ اسلام آخری مذہب اس لیے ہے کہ عالم امر اور عالم حضوری سے متعلق جتنی معلومات تھیں یا دوسرے لفظوں میں عالم امر اور حضوری سے متعلق جتنی معلومات نوع انسانی کی سکت میں ساسکتی ہیں، اس ہستی فی معلومات تھیں یا دوسرے لفظوں میں عالم امر اور حضوری سے متعلق جتنی معلومات نوع انسانی کی سکت میں ساسکتی ہیں، اس ہستی نے جو دروبست عالم امر وعالم خلق کامالک ہے ایک انسان کو عطاکر دی اور یہی وجہ ہے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے اور اسلام آخری اور مکمل نہ ہب ہے جو پوری کی پوری نوع انسانی کو ہر طرح کے ماحول اور حالات میں عالم خلق اور عالم امر اور اِس ہستی کے متعلق جو عالمین چلا رہی ہے کامل ترین تعارف اور معلومات منکشف کرتا ہے۔

# پیراسائیکالوجی (قرب نوافل)

سوال: تصوف کی کتابوں میں ایک اصطلاح" قرب نوافل"کاعام تذکرہ ملتاہے، قرب نوافل سے کیام ادہے؟ اور انسان کس طرح قرب نوافل سے اللہ تعالیٰ کاعر فان حاصل کر سکتاہے؟



جواب: تصوف اورروحانیت کے بارے میں کچھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضور منگائیڈیڈ کے زمانے میں صحابہ کرائم نے روحانی علوم یا تصوف کی تدوین نہیں ہوئی جن کو سندمان کر روحانیت اور تصوف کو سلیم کیا جائے ، اس لیے تصوف کی کوئی حیثیت نہیں، پچھ لوگ تصوف اور روحانیت کے بارے میں یہ تصور کرتے ہیں کہ یہ ایسا علم سلیم کیا جائے ، اس لیے تصوف کی کوئی حیثیت نہیں، پچھ لوگ تصوف اور روحانیت کے بارے میں ہر چیز دلا کل کے ذریعے سمجھی جاتی ہے جس میں دنیاوی لذتوں سے منہ موڑ لیا جائے اور گوشہ نشینی اختیار کرلی جائے ، موجو دہ دور میں ہر چیز دلا کل کے ذریعے سمجھی جاتی ہے اس لیے ان سوالات کا سمجھنا بھی ضروری ہے ، دراصل انبیاء کرام علیہ لصلواۃ السلام کی طرز فکر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی تھی کہ انبیاء کے ذہن میں اللہ تعالیٰ کی صفات اور اللہ تعالیٰ کی ذات بے حد مستکم ہوتی ہے اس کی وجہ ہے کہ انبیاء کرام کو اس بات کا ادراک عاصل تھا کہ کا نتات اللہ تعالیٰ می صفات ہر لمحہ ہر قدم پر کا نتات کو حیات نو عاصل تھا کہ کا نتات اللہ تعالیٰ می کا نتات کے مالک ہیں کا نتات کے خواہ نوری اجسام ہوں ، روحانی اجسام ہوں یا اڈی اجسام ہوں ان سب کو اللہ تعالیٰ ہی کا نتات کے مالک ہیں کا نتات کے خواہ نوری اجسام ہوں ، روحانی اجسام ہوں یا اڈی اجسام ہوں ان سب کو اللہ تعالیٰ ہی کا رہم کر رہے ہیں۔

جب انبیاء کرام کواس بات کاادراک ہو جاتا تھا تووہ سمجھ جاتے تھے کہ کائنات اور کائنات کے افراد کے در میان جور شتہ ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی وجہ سے قائم ہے، انبیاءاکرام جب کسی چیز پاکسی فرد کے بارے میں سوچتے تھے یارابطہ کرتے تھے توسب سے یہلے ان کا ذہن بر اہ راست اللہ کی طرف جاتا تھا پھر اس شئے کی طرف،اس طرح مسلسل توجہ سے ان کا ذہن ان طرزوں کو اختبار کرلیتا تھا، کہ اختیاری اور غیر اختیاری طور پر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ رفتہ رفتہ اللہ کی صفات اور ذات ان کے ذہن پر اس طرح محیط ہو جاتی تھی کہ انہیں سوائے اللہ کے کچھ نظر نہ آتا تھا،اللہ ہی ان کی ساعت بن جاتا تھا،اللہ ہی ان کے حواس بن جاتا تھا، یہ طرز فکر انبیاء کی ہے۔ایک طرز فکریہ ہے کہ انسان اللہ کے بارے میں اور اللہ کی موجو دگی کے بارے میں عملی طورپریقین رکھتا ہو کہ اِس یقین کو حضور مُلَاثِیَّا نے مرتبہ احسان کا نام دیاہے، یہ بات کہ صحابہ کرامؓ کے زمانے میں روحانیت کے اوپر کوئی خاص تحریر نہیں مرتب ہوئی اس کی وجہ یہ کہ سیدنا حضور مُثَالِّیْنِیَّا کی موجو دگی حضور مُثَالِیْنِیِّا پر مرمٹنے والے اور فداہونے والے صحابہ کرام ؓ گی روح حضور صَالِقَيْئِم کی محیت میں رنگین تھیں۔ وہ حضور صَالِیْئِم کے اعمال زندگی اور حضور صَالِقَیْئِم کی محیت میں یکسوئی کے ساتھ غور وفکر کرتے رہتے تھے۔اس غورو فکر سے حضور مَلْ کالیُزِمِّ کے قریب رہنے والے حضرات کی روحانی بیاس بجھی رہتی تھی۔صحابہ کرام ٌلو حضور مَلْ کالیُزِمِّ کے اقوال میں بہت ذیادہ شغف تھااور حضور مَثَاثَیٰ مِی گفتگو میں انہاک کی وجہ یہ بھی تھی کہ حضور مَثَاثِیْا کاہر قول ہر عمل صحیح ادبیت اور ٹھیک ٹھیک مفہوم اور یوری گہرائیوں کے ساتھ ان کے اوپر واضح ہو تار ہتا تھا، مطلب بیہ کہ احادیث سُننے کے بعد صحابہ کرامؓ ان کے صحیح صحیح مفہوم سے یورایورااستفادہ کرتے تھے ، جس کی وجہ سے ان کی روح کے اندر انوارات کے ذخیر بے بغیر کسی کوشش یا ریاضت کے ذریعے ہوجاتے تھے اور اس لیے وہ حضور مَلْ اللّٰہُ مِنْ کے قدسی الفاظ اور حضور مَلْ اللّٰہُ مِنْ کی نورانی کر دار اور حضور مَلْ اللّٰہُ مِنْ کے پنج برانہ ذہن سے بغیر کسی تعلیم، بغیر کسی کوشش کے روشاس تھے،اس لیے اِس دور میں روحانی علوم کاتفصیلی ذکر نہ ہونااسی وجہ سے ہے۔ صحابہ کرامؓ کے بعد جوں جوں زمانہ گزر تا گیاروح کے انوارات معدوم ہونے لگے یہاں تک تبع تابعین کے بعدلو گوں کو جو حضور



منگافتیز سے بھر پور محبت رکھتے تھے، انہیں قرآن پاک اور احادیث کے انوارات کی تشکی محسوس ہونے لگی اور بیہ محسوس کیا کہ اگر روحانی علوم کے قاعدے و قوانین اور ضابطے جور سول اللہ منگافتیز سے منتقل ہوئے ہیں عام نہ کئے گئے توامت مسلمہ میں بہت بڑاخلاء واقع ہوجائے گا، لہذا انہوں نے رسول اللہ منگافتیز کم کے انوار کو اپنی روح میں ذخیرہ کرنے کے بعد اللہ کے عرفان حاصل کرنے کے ذرائع تلاش کئے پھر ضا بطے اور قاعدے بنائے۔

یہ ضابطے اور قاعدے علمی اعتبار سے بنائے گئے تھے تاکہ حضور مُنَّا اللّٰیہ علم حاصل کر کے رسول اللّٰہ منظانی کا عرفان حاصل ہوجائے۔ چنانچہ شخ نجم الدین کبری منظانی کا عرفان حاصل ہوجائے۔ چنانچہ شخ نجم الدین کبری اور ان روحانی قدروں سے الله تعالی کا عرفان حاصل ہوجائے۔ چنانچہ شخ نجم الدین کبری اور ان کے شاگر دشخ شہاب الدین سم وردی، خواجہ معین الدین چشتی ایسے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے علمی حیثیت میں الله تک رسائی کے مختلف طریقے اور لا شار اختر اعات ایجاد کیں۔ علمی حیثیت کے لیے اللّٰہ کے ان اساء اور قرآن پاک کی ان آیات کا انتخاب کیا گیا جس کے ورد سے ذہن انسانی میں زیادہ سے زیادہ نورانی ذخیرہ ہوجاتا ہے۔ یہ چیزیں شخ حسن بھری کے زمانے میں نہیں ملتی، حسن بھری کے بعد ایسادور آیا کہ حضور مُنَّا اللّٰہ کی ذات بابر کت سے متعلق انوارات و تجلیات لوگوں کے ذہنوں سے دور ہونے لگیں اور اللّٰہ کی صفات جانے میں وہ انہاک نہیں رہاجو صحابہ کرامؓ کے زمانے میں تھا۔

لہذاعلم تصوّف نے علمی حیثیت میں اللہ کے ان اساءاور قر آن پاک کی آیات کا انتخاب کیااور ورد کے مختلف طریقے ایجاد کئے ، یہ اس لیے کیا گیا کی جس طرح انبیاءاللہ سے ربط قائم کرتے تھے ، صحابہ کرامؓ ربط قائم کرتے تھے اس طرح تمام مسلمان بھی حضور مُکل ٹیڈیڈ سے اور اللہ سے ربط قائم کرے۔اس ربط کونسبت علمیہ کہتے ہیں اور اس کانام قرب نوافل ہے۔

## پیراسائیکالوجی (نسبت)

سوال: نسبت یاداشت کیاہوتی ہے؟ اور روحانی تعلیمات میں بید نسبت کیا کر دار ادا کرتی ہے؟

جواب: الله تعالى نے انسان كے نقطہ ذات ميں چار عالموں كو يكجاكرر كھاہے۔

ا (عالم نور، ۲ (عالم تحت الشعورياعالم ملائكه مقربين، ۳)عالم خلق

عالم خلق سے مر اد ناسوت ہو تا ہے، یعنی جس مادی د نیامیں ہم اور آپ رہتے ہیں اسے عالم خلق بھی کہتے ہیں۔ عالم امر کی وضاحت اس طرح ہوسکتی ہے کہ ہماری کا نئات اجرام ساوی، موالید ثلاثہ (نباتات، جمادات اور حیوانات) وغیرہ کتنی ہی لا تعداد میں مخلو قات اور موجو دات کا مجموعہ ہے۔ کا نئات کے تمام اجزا اور افراد میں ایک ربط موجو دہے مادی آئھ اس ربط کو دکھے سکیں یانہ دکھے سکیں اس کے وجو دکو تسلیم کرنا پڑے گا۔

جب ہم کسی چیز کی طرف نگاہ ڈالتے ہیں تواسے دیکھتے ہیں۔ مثلاً ہم سارہ کو دیکھتے ہیں، چاند کو دیکھتے ہیں، چھر وں اور پہاڑوں

کو دیکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ تمام اشیاء ہماری نوع سے تعلق نہیں رکھتیں گر ہم ان چیزوں کو دیکھنے میں کوئی دفت نہیں اٹھائی پڑتی ہے۔ ہم

ان تمام اشیاء کواسی طرح دیکھتے ہیں جے ہم اپنی نوع کے کسی فرد کو۔ یہ ایک عام بات ہے۔ ذہمن بھی اس طرف متوجہ نہیں ہو تا، آخر

ایسا کیوں ہے ؟ روحانیت میں یا پیر اسائیکا لوجی میں کسی چیز کی وجہ تلاش کر ناضر وری ہے خواہ وہ کتنی ہی ادئی درجہ کی چیز ہو۔ ہم جب کسی

چیز کو دیکھتے ہیں تو ہمیں اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے ہم اس کی صفات ٹھیک طرح سمجھ لیتے ہیں۔ سبجھنے کی ضرورت ذہن کی گہرائی

سے تعلق رکھتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اِس کو زیادہ واضع طور پر ہم اس طرح کہیں گے، شاہد (دیکھنے والا) جس وقت کسی چیز کو دیکھتا

ہے تواس کی صلاحیت معرفت شے نگاہ میں منتقل ہو جاتی ہے۔ گویادیکھنے والاخو د دیکھی ہوئی چیز بن کر اسکی معرفت عاصل کر تا ہے۔ یہ

عالم امر کا قانون ہے۔ مثال کو پھر سبجھنے ہم نے گلاب کے پھول کو دیکھا، دیکھتے وقت ہمیں خود کو گلاب کے پھول کی صفات میں منتقل

عالم خاتی کا ہر فرداپنے نقطہ ذات کو دوسری شئے کے نقطہ ذات میں تبدیل کرنے کی از کی صلاحیت رکھتا ہے اور جتنی مرتبہ روز جس طرح چاہے وہ کسی چیز کو اپنی معرفت میں مقید کر سکتا ہے اس قانون کے تحت ہر انسان کا نقطہ ذات پوری کا کنات کی صفات کا اجتماع ہے۔ اس قانون کے تحت جب روحانیت یا پیر اسائیکالو بی کا طالب علم اپنی توجہ اس سمت کی طرف مر کو زکر تاہے جس سمت میں ازل کے انوار چھائے ہوئے ہیں اور ازل سے پہلے کے نقوش موجود ہیں، لینی اللہ کے لفظ کن سے پہلے کے نقوش کی طرف جب روحانی طالب علم توجہ مر کو زکر تاہے تو بیہ نقش اس کے قلب پر بار بار وارد ہوتے ہیں۔ عارف کے مشاہدہ میں بیہ بات سامنے آجاتی ہے کہ کا کات کے ہر فروہ ہر فردہ ہر فروں میں اللہ بذات خود موجود ہے ، کوئی کام کوئی بھی چیز ہواسے اللہ کی وحدت کے علاوہ کچھ نہیں رہتا۔ پھر بیٹ غیر اختیاری اوراختیاری دونوں طرزوں میں سامنے آتا ہے اور اس کے ذہن میں اللہ کی وحدت کے علاوہ پچھ نہیں رہتا۔ پھر نیجنا آدمی اپنی آنا، اپنی مرضی ، اختیار ، عقل و شعور سے دست بر دار ہو جاتا ہے اور اس پر جذب طاری ہو جاتا ہے۔ یہ نسبت یا طرز قکر نسبت یا داشت کہلاتی ہے۔ حضرت خواجہ بہاء الحق نقشبندی نے اس طرز کونشان بے نشانی کانام دیا ہے۔

## جادو کیاہے؟

سوال: سفلی علم، کالاعلم، بیپناٹزم اور ٹیلی بیتی کیا ہے؟ کیسے سیکھے جاتے ہیں، کیااسلام میں ان کاسیکھنا جائز ہے، نیز روحانیت اور مراقبہ کیاہے اوراس کے فوائد کیاہیں؟

جواب: سفلی علم، کالاعلم، جادو، سحر ایک ہی علم کے نام ہیں، بپناٹز م میں ایک آدمی جس کی ول پاور طاقتور ہوتی ہے دوسرے آدمی کو اپنا معمول بنالیتا ہے اور اپنے کام کر والیتاہے اس عمل میں بعض حالات میں امر اض اور نفسیاتی الحجنوں کاعلاج بھی کیاجا تاہے۔



ملی پیتھی۔: خیال کاعلم ہے یعنی الفاظ کاسہارا لیے بغیر اپنے خیالات دوسروں تک پہنچادیئے جاتے ہیں۔ مشق ہے اتنی زیادہ پر یکٹس ہوجاتی ہے کہ ٹیلی پیتھی جانے والا دوسروں کوخواب بھی دکھاسکتا ہے یعنی خواب کے ذریعے وہ اُسے پریثان بھی کر دیتا ہے، اور خواب کے ذریعے اُسے راہ راست پر لانے کی ہدایت بھی دے سکتا ہے، ان سب علوم کو ماورائی علوم کہا جاتا ہے۔ جس طرح دوسرے دنیا میں موجو درائج علوم ہر آدمی سکھ سکتا ہے اسی طرح ماورائی علوم بھی ہر آدمی سکھ سکتا ہے۔ کتابیں پڑھ کر ان علوم سے متعلق مشقیں نہیں کرنی چاہئیں، دماغ کے اوپر چوٹ پڑ سکتی ہے جس سے حواس منتشر ہوجاتے ہیں۔استاد بھی ایساہونا چاہے جو کم سے متعلق مشقیں نہیں کرنی چاہئیں، دماغ کے اوپر چوٹ پڑ سکتی ہے جس سے حواس منتشر ہوجاتے ہیں۔استاد بھی ایساہونا چاہے جو کم سے کم اس علم کی مبادیات سے واقف ہو۔ اسلام کسی علم کے ذریعے لوگوں کو اذبت دینے سے منع نہیں کرتا، اسلام کسی علم کے ذریعے لوگوں کو اذبت دینے سے منع کرتا ہے۔

# روح کہاں نہیں ہے؟

سوال: روح کیاچیز ہے؟ یہ انسان کے کس جھے میں ہوتی ہے اور انسان کی موت جسم کے کس عمل کے رکنے کی وجہ سے واقع ہوتی ہے؟ روح کاعلم کس طرح سیکھتے ہیں؟ روح اور بدروح میں کیا فرق ہے؟ کیابدروح سے نقصان پہنچ سکتا ہے؟

جواب: روح الله کاامر ہے۔ روح کے بارے میں قرآن پاک میں ہے کہ آدم کا پتلا بنانے کے بعد الله نے کہااس میں داخل ہو جائے،
یعنی آدم کے پتلے میں روح پھونک دی۔ ایک سائل نے کسی بزرگ سے بو چھامیں روح کو دیکھنا چاہتا ہوں، روح کہاں ہے؟ بزرگ نے
فرمایا: روح کہاں نہیں ہے؟ سائل نے کہا نظر کیوں نہیں آتی؟ بزرگ نے فرمایا مکھن کہاں ہو تاہے؟ سائل نے کہا دودھ میں، بزرگ
نے بوچھا نظر آتا ہے، سائل نے کہا نہیں، بزرگ نے فرمایا جس طرح دودھ بلونے سے پچھ نظر آجاتا ہے اسی طرح آتما ٹٹو لئے سے
ریاضت، مجاہدہ سے اللہ اور اس کے رسول کے احکامات پر خلوص دل سے عمل کرنے سے روح نظر آجاتی ہے۔ قبر میں دفن کرنے کے
بعد پچھا لوگوں کے (Aura) بھٹک جاتے ہیں۔ اسی کو بدروح کہتے ہیں، بدروح تکیف پہنچاتی ہے۔

#### انسان اور جنات

سوال: روزنامہ جنگ میں آپکاکالم بہت عرصہ سے اور بہت شوق سے پڑھتا ہوں، کئی مرتبہ کی تحریروں سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ آپ بھی جنات کی انسانوں سے علیحدہ رہن سہن، بیوی بچوں اور تولیدگی کے قائل ہیں۔ جیسا کہ حال میں ہی ایک سوال کے جواب میں آپ بھی جنات کی انسانوں سے علیحدہ رہن سہن، بیوی بچوں اور تولیدگی کے قائل ہیں۔ جیسا کہ حال میں بھی بیدا ہوتا ہے۔ میں جانناچا ہتا ہوں کہ کس بنیاد پر آپ آپ نے فرمایا، ہمارے یہاں 9 ماہ میں بچے پیدا ہوتا ہے تو جنات میں 9 سال میں بچے پیدا ہوتا ہے۔ میں جانناچا ہتا ہوں کہ کس بنیاد پر آپ نے یہ فیصلہ صادر فرمایا ہے، امید ہے کہ جواب سے محروم نہیں فرمائیں گے۔



جواب: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ ہم نے انسان اور جنات کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا علماء کر ام اور مفسرین نے اس کی تشر تے میں ارشاد کیا ہے کہ انسان اور جنات کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے پیدا کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کاعرفان حاصل کریں، جہاں مخلوق زیر بحث آجاتی ہیں وہاں تولید کا سلسلہ امر لازم بن جاتا ہے، مخلوق کی تعریف ہی ہی ہے کہ وہ پیدا ہوتی ہے اور دو سرے کو پیدا کرتی ہے۔ اس کے برعکس خالق کی تعریف ہے کہ اسکانہ خاندان ہوتا ہے نہ ہی کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا ہے نہ ذی احتیاج ہے اور نہ ہی مخلوق کی طرح کثرت سے ہے۔

## ہاتھ کی لکیروں کی حقیقت

سوال: میں آپ سے ایک ایساسوال پوچھ رہاہوں جس نے جھے برسوں سے پریشان کیاہوا ہے۔ آج سے چندسال قبل ایک شخص نے جو دست شاسی کاماہر تھا، میر ہے ہاتھ کی کئیریں دیھ کر کہا تھا تمھارے ساتھ فلال براواقعہ پیش آئے گا، میں اس کی بات من کر ہنس دیا تھا یہ سوچ کر کہ ایسا کسے ممکن ہے مگر وفت نے ثابت کر دیا ایسابی ہوا، میر ہے ساتھ ایک حادثہ پیش آیا جس نے میری زندگی اجیر ن کردی اب نہ تو موت آتی ہے اور نہ بی زندگی ملتی ہے۔ دوسری بات اس دست شاس نے یہ بتلائی تھی کہ تمہیں بری شہرت ملے گ جس سے تم ذلیل وخوار ہو جاؤگے، یہ بات بھی صحیح نکل ۔ آج واقعی مجھے بدنام کر دینے والی بری شہرت حاصل ہے میں جس جگہ بھی جاتا ہوں وہاں بدنام زمانہ مشہور ہو جاتا ہوں، مجھے وہ لوگ بھی جانتے ہیں جن سے میری سلام دعا تک نہیں ہوتی، گویا اس شخص کی بتائی ہوئی دوسری بات بھی سوفیصد درست نکل ۔ خواجہ صاحب آپ کی بڑی عنایت ہوگی آپ اس بات پر روشنی ڈالیس کہ کیا واقعی ہاتھ کی کیریں واقعی بچ کہتی ہیں، کتاب و سنت کی روشنی میں جو اب دیں؟

جواب: ہاتھ کی ریکھا (کیبروں) کاعلم جو عام طور پر لوگوں تک پہنچاوہ کیروک سے پہنچاہے، کیروایک غورو فکر کرنے والا
ریسر پچ کرنے والا بندہ تھا۔ اس نے جب اپنے ہاتھ کی کئیریں دیکھیں تواسے تجسس ہوا کہ وہ دو سرے آدمی کی کئیریں بھی دیکھے۔ جب
اس نے اپنے اور دو سرے ہاتھ کی کئیروں کاموازنہ کیا تواسے دونوں ہاتھ کی کئیریں الگ الگ اور مختلف نظر آئیں، ہاتھ کی کئیروں کے
سلسلے میں اس کا تجسس بڑھا اور اس نے لوگوں کے ہاتھ دیکھنا شروع کر دیے اور لوگوں کے ہاتھ میں ایک سی کئیروں کو نام اور
آسٹر لوجی کے علم کے مطابق جع کرناشروع کر دیا اور اس نے ہز اروں ہاتھ دیکھ ڈالے۔



ہزاروں ہاتھوں میں اس نے دیکھا کہ ہاتھ میں دل کی کیبر ہے، دماغ کی کیبر ہے، شادی اور بچوں کی بھی کیبر ہے، لیکن کیبر اس فرق ہے، کوئی کیبر ہلکی یا گہری ہے، بہر حال اس نے کیبر وں ہیں فرق ہے، کوئی کیبر ہلکی یا گہری ہے، بہر حال اس نے کیبر وں کے اس کھیل کو کتابی شکل دے دی، کتابی شکل میں اس نے جو ہاتھ پر نٹ کئے ہیں اِس میں بھی مختلف ہاتھ مختلف کیبروں کو ظاہر کرتے ہیں اور اس سے نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ جہاں تک ہاتھ کی کئیروں کے علم کا تعلق ہے اس سے انکار نہیں کیا جاستا، لیکن سے کہنا کہ ہاتھ کی کئیریں عمر کے لحاظ اور حالات کے جاسکتا، لیکن سے کہنا کہ ہاتھ کی کئیریں جو نگھ کس جو نہیں ہونے والی شئے یا چیز کانام حقیقت نہیں رکھا جاسکتا کہ وہ فکشن ہوتی شہیں۔ اس لیے الہامی کتابوں کے مصداق اس علم پر اس طرح نیس پر بھین کرنا جس طرح غیب پر بھین کیاجا تا ہے جائز نہیں ہے۔ لیکن علم کی حیثیت میں اس کی حقیقت نہیں ہے جس طرح دوسرے علوم ہیں مثلاً میڈ یکل سائنس اور دوسری ایجادات کا علم ہے۔

# اسم اعظم

سوال: میں نے جب سے ہوش سنجالا ہے مذہبی معاملات میں بہت دلچپی رہی ہے۔ الحمداللہ بچپن سے ہی صوم و صلاۃ کا پابند ہوں۔ اس کے علاوہ بزرگان دین اور اولیااللہ کے قصے ، ان کے کشف و کر امت اور روحانی طریقے مجھے بہت پیند رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مجھے اگر کوئی و ظیفہ یا ور دعطا فرماتے ہیں تو میں بہت عقیدت واحترام کے ساتھ عمل کرتاہوں۔ اِس عقیدت واحترام کے ساتھ عطاکر دہ و ظائف پڑھنے سے نہ صرف دل اور ذہنی سکون میسر آتا ہے بلکہ اکثر و پیشتر میرے خواب سپچ ثابت ہوتے ہیں۔ میں اکثر سوچتار ہتاہوں کہ کس قدر خوش نصیب ہے وہ لوگ جو روحانی اقد ار اپنانے سے ذہنی اور قلبی سکون کی دولت سے مالا مال ہیں، مجھے سوچتار ہتاہوں کہ کس قدر خوش نصیب ہے وہ لوگ جو روحانی و خیابیں آپ میرے آئیڈیل ہیں۔ آپ کی پر نور سائیڈھک با تیں بہت جلد میر می سمجھ میں آتی ہیں۔

آپ مجھے سمجھائیں کہ اسم اعظم کیا ہے؟ اور اس کے جاننے اور اس کو پڑھنے سے انسان کے اندر کیا کیاروحانی صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔ یہ اس لیے بوچھ رہا ہوں کہ اکثر خواتین و حضرات کو دیکھا ہے کہ اسم اعظم جاننے اور اسے پڑھنے کی تلاش میں رہے ہیں۔ مجھے بھی شوق پیدا ہوا کہ اسم اعظم کو سمجھوں اور اسے اپناؤں، آپ میرے لیے مناسب اسم اعظم تجویز فرما کر اس کی اجازت مرحمت فرمادیں۔ کیا آپ کے عطا کر دہ اسم اعظم کی اجازت صرف میرے لیے ہوگی یا دیگر خواتین و حضرات بھی اس سے مستفیض ہو سکتے ہیں، وضاحت فرمادیں۔

جواب: لوح محفوظ کا قانون ہمیں بتا تاہے کہ ازل سے ابد تک صرف لفظ کی کارِ فرمائی ہے، حال مستقبل اور ازل سے ابد تک کا در میانی فاصلہ "لفظ"کے علاوہ کچھ نہیں ہے، کائنات میں جو کچھ ہے سب کاسب اللہ کا فرمایا ہوا" لفظ"ہے اوریہ نقطہ اللہ تعالی کا"اسم"ہے۔

اسی اسم کی مختلف طرزوں سے نئی تخلیقات وجود میں آتی رہیں گی۔اللہ تعالیٰ کالفظ اسم سے ہی پوری کائنات کو کنٹرول کر تاہے۔لفظ کی بہت سی قسمیں ہیں۔ہرقسم کے لفظ یااسم کاایک سر دار ہوتا ہے اور وہی سر دار اپنی قسم کے اساء کو کنٹرول کر تاہے۔ یہ سر دار اسم بھی اللہ تعالیٰ کااسم ہوتا ہے اور اس کواسم اعظم کہتے ہیں۔

اساء کی حیثیت روشنیوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے، ایک طرز کی جتنی روشنیاں ہیں ان کو کنٹر ول کرنے والا اسم بھی ان روشنیوں کامر کب ہوتا ہے اور یہ اساء کا کنات میں موجو د اشیاء کی تخلیق کے اجزا ہوتے ہیں۔ مثلاً انسان کے اندر کام کرنے والے تمام تقاضے اور پورے حواس کو قائم کرنے یار کھنے والا اسم ان سب کا سر دار ہوتا ہے اور یہ ہی اسم اعظم کہلاتا ہے۔ نوع جنات کے لیے الگ اسم اعظم ہے۔ کسی نوع سے متعلق اسم اعظم جاننے والا اس نوع کی کامل طرزوں، نقاضوں اور کیفیات کا علم رکھتا ہے۔ اسم ذات کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا ہر اسم اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کو کامل طرزوں کے ساتھ اپنے اندر رکھتا ہے اور تخلیق میں کام کرنے والا سب کاسب قانون اللہ کانور ہے۔

اللہ نورالسلوات والارض (اللہ نور ہے آسانوں اور زمین کا) یہ ہی اللہ کانور لہروں کی شکل میں نباتات ، جمادات ، حیوانات ،
انسان ، جنات اور فر شتوں میں زندگی اور زندگی کی پوری تحریکات پیدا کرتا ہے ، پوری کا نئات میں قدرت کا فیضان ہے کہ کا نئات میں ہر فرد نور کی ان لہروں کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ انسان کے اندر دوحواس کام کرتے ہیں۔ ایک دن کے اور دوسرے رات کے۔ ان دونوں حواسوں کی کیفیات کو جمع کرنے پر ان کی تعداد تقریباً گیارہ ہزار ہوتی ہے اور ان گیارہ ہزار کیفیات کے اوپر ایک اسم ہمیشہ غالب رہتا ہے یایوں کہہ لیس کہ زندگی میں اللہ تعالی کے جو اساء کام کرتے ہیں ان کی تعداد گیارہ ہزار ہے اور ان گیارہ ہزار اساء کو جو اساء کام کرتے ہیں ان کی تعداد گیارہ ہزار دن میں اور ساڑھے پانچ ہزار دات میں کام کرتے ہیں۔

انسان کے اشر ف المخلوقات ہونے کی وجہ سے اِس کے اندر کام کرنے والا ہر اسم کسی دوسری نوع کے لیے اسم اعظم کی حیثیت رکھتا ہے۔ یکی وہ اساء ہے جن کاعلم اللہ تعالیٰ نے آدم کو سکھایا ہے۔ یکوین یااللہ تعالیٰ کے ایڈ منسٹریشن کے نظام کو چلانے والے حضرات یاصاحب خدمت اپنے اینے عہدوں کے مطابق ان اساء کاعلم رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا اسم ''یا جی 'یا قیوم'' اسم اعظم ہے۔ آپ اس اسم کا ورد کثرت کے ساتھ اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، وقت بے وقت، وضو بے وضو کے وضو کر سکتے ہیں۔ آپ کو اور آپ کی طرح کے تمام قار کین حضرات و خوا تمین جو واقعی ذہنی سکون کے متلاشی ہیں اور اللہ کی تسلیم و رضا چاہتے ہیں ان سب کو اجازت عام ہے۔ اس اسم اعظم کے ورد کرنے کے ضمن میں یہ بات ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ ان گنت مرتبہ بغیر لالچ صلہ وستائش کے ورد کرناچاہے۔ اس طرز فکر کے ساتھ اسم اعظم کا ورد کرنے سے اللہ تعالیٰ کا عرفان نصیب ہو تا ہے اور د نیاوی تمام کام غائبانہ طور پر سر انجام پاتے ہیں۔



# پیراسائیکالوجی (علم واجب)

سوال: واجب کالفظ پیراسائیکالوجی میں استعال ہوتا ہے۔ کتابوں میں درج ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے عکس کو واجب کہتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں آپ اس کی تشریح فرمائیں کہ فی الواقع روحانی طرزوں میں کیا مراد ہوتی ہیں کیونکہ تفصیل کے ساتھ کتابوں میں اس کا مفہوم نہیں ملتا۔

جواب: جب کچھ بھی نہیں تھا یعنی ایک ایسادور تھا جب کا نئات کا وجود ہی نہیں تھا۔ تو صرف اللہ تعالیٰ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں اب ظاہر ہے کہ کسی ہستی کو اس وقت پہچانا جائسا ہے جب اس کے پہچانے کے لیے کوئی ہستی موجود ہو۔ تو چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو کا نئات کی ترتیب بنائی مگریہ ترتیب ابھی سامنے نہیں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو کا نئات کی ترتیب بنائی مگریہ ترتیب ابھی سامنے نہیں آئی تھی یعنی یہ ابھی صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں تھی۔ گویا کا نئات کی ہر مخلوق کی نوع ہر فرد کی ایک ایک حرکت اپنی مکمل شکل وصورت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود تھی، سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جس علم میں کا نئات کی موجود گی تھی اللہ تعالیٰ کے اس علم کوروحانیت میں واجب یا علم القلم کہاجا تا ہے۔ علم واجب اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بھی ہے جس کو ذات کا عکس بھی کہتے ہیں۔

علم واجب کے بعد جب اللہ تعالیٰ کی صفات یعنی کا ئنات ایک قدم اور پنچے اترتی ہے تو عالم واقعہ یا عالم ارواح کا ظہور بن جاتی ہیں یہی وہ عالم ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ظہور تخلیق کا ارادہ فر ما یا اور لفظ کن کہہ کر اپنے ارادے کو کا ئنات میں شکل وصورت بخشی۔ یہاں سے دو حیثیت قائم ہو جاتی ہیں۔ ایک حیثیت اللہ تعالیٰ کے علم کی اور دو سری حیثیت اللہ تعالیٰ کے ارادے کی۔ دراصل ارادہ بی ازل کی ابتداء کر تا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے لفظ کن سے پہلے یہ تمام کا ئنات اور کا ئنات کا ایک ایک ذرہ ابنی ایک ایک حرکت کے ساتھ اللہ کے جس علم میں تھا اس کو ''واجب'' کہتے ہیں۔ واجب ہی کو علم القلم اور اسی کو ذات کا عکس کہتے ہیں۔

# پیراسائیکالوجی (علم لا)

سوال: مجھ جیسے متوالے اور روحانیت کے طالب علم کے لیے آپ کے کالم میں پیراسائیکالو جی کے عنوان کے تحت سوالات کے جو ابات مشعل راہ ہیں۔ روحانی طالب علم کے ناطے سے خواہش رکھتا ہوں کہ میرے بھی ایک سوال کو شامل اشاعت فرمادیں۔ تو ذہن کی کھٹک دور ہوجائے گی، عرض ہیے ہے کہ روحانی علوم کے طلباء وطالبات کو علم "لا"کی اہمیت سے روشاس کرایاجا تا ہے اور علم "لا"کی اہمیت کو ذہن نشین کرایاجا تا ہے۔ آپ اس پر روشنی ڈالیس کہ علم "لا"کیا ہے اور یہ علم کیسے حاصل کیاجاسکتا ہے۔؟

جواب: جب بھی کسی علم کا تذکرہ زیر بحث آتا ہے توعلمی اعتبار سے دوبا تیں لاز ماً پیش آتی ہیں۔ ایک علم کا منفی پہلواور دوسر امثبت پہلو۔ علم کے منفی پہلوسے مرادیہ ہے کہ "کچھ نہیں ہے"اور مثبت پہلویہ ہے کہ" ہے"۔ جب ہم منفی پہلو کا تذکرہ کرتے ہیں لیتن کسی علم کی



نفی کرتے ہیں تو دراصل ہے ایک ایساکلام ہے جس کو مثبت پہلو کی نفی کرنا کہتے ہیں۔ ہم جس چیز کا اٹکار کرتے ہیں یاکسی چیز کی نفی تصور کرتے ہیں تو دراصل ہم یہ کسی " ہے "کی نفی کرتے ہیں، یعنی کوئی چیز موجود ہے۔اگر موجود نہیں ہے تواس کا تذکرہ ہی نہیں ہو گا۔

کوئی چیز موجود ہے تواس کادوطرح تذکرہ کیاجاتا ہے یاوہ چیز موجود ہے یاوہ موجود نہیں ہے۔ جب ہم علم کے بارے میں پچھ کہتے ہیں علم کی حیثیت ہمارے ذہن میں ایک معنی رکھتی ہیں، جب تک وہ چیز ہمارے علم میں داخل نہیں ہوتی اس چیز کے بارے میں ہماراعلم" لا"کا کہ حیثیت اختیار کرلیتا ہے۔ میں ہماراعلم" لا"کا کہ حیثیت اختیار کرلیتا ہے۔ ہم اثبات" ہے" ہیتے ہیں یعنی اللہ کو ہم ایک ہستی سمجھتے ہیں جب انکار کرتے ہیں تواس کو نفی کہتے ہیں گویاہم ایسی ہستی کا تذکرہ کرتے ہیں قواس کو نفی کہتے ہیں گویاہم ایسی ہستی کا تذکرہ کرتے ہیں جس کے ہونے کا علم ہمیں حاصل نہیں ہیں۔ مفہوم ہے ہوا کہ لاعلمی کانام نفی ہے اور علم کانام اثبات ہے۔ جب تک ہم لاعلمی کانام نفی ہے اور علم کانام اثبات ہے۔ جب تک ہم لاعلمی کے دائرے میں قدم نہیں بڑھاسکتے۔ اب ہم اس کے بغیر پچھ نہیں کہہ سکتے کہ لاعلمی بھی دراصل علم ہے۔

روحانی لوگ لاعلمی کی معرفت کوعلم" لا"اور علم کی معرفت کو" الا" تہتے ہیں۔ یعنی نور کی ایک تجلی کانام" لا"اور دوسری تجلی کانام" الا" ہے۔ جب کوئی روحانی طالب علم یاسالک علم" لا" یعنی لاشعور سے واقف ہو جاتا ہے یااپنے لاشعور سے متعارف ہو ناچاہتا ہے کانام" الا" ہے۔ جب کوئی روحانی طالب علم یاسالک علم" لا" یعنی کر دے۔ خارجی دنیا کے تمام قوہات، تمام تصورات اور تمام خیالات کو عارضی طور پر بھول جائے، جب تک وہ ایسانہیں کرے گائی وقت تک وہ اپنے ذہین کی داخلی گہرائیوں کی فکر نہیں کر سکتا۔ ایک عام آدمی کسی علم میں پی ایج ڈی ہے مگر وہ دو سرے علم کی الف بے سے بھی واقفیت نہیں رکھتا، اسے دو سرے علم کو سکھنے کے لیے اپنے پی ایج ڈی کے علم کی نفی کرناہو گی وہ جو نیا علم سکھنے جارہا ہے اس کی حیثیت باوجود یہ کہ وہ بہت پڑھا لکھا ہے اس کے لیے لا علمی ہے۔ جب کوئی سالک، روحانی طالب علم یا پڑھا لکھا آدمی اپنے علم کی نفی کر کے اس علم کو حاصل کرنا چاہتا ہے جو علم ابھی تک نفی کا در جدر کھتا ہے تو وہ یہ علم سکھ لیتا ہے اور اگر اپنی علمی حیثیت کو ہر قرار رکھتے ہوئے نیا علم سکھنا چاہے جو علم فی الواقع علم کا در جدر کھتا ہے تو وہ یہ علم سکھ لیتا ہے اور اگر اپنی علمی حیثیت کو ہر قرار رکھتے ہوئے نیا علم سکھنا چاہے جو علم فی الواقع علم کا در جدر کھتا ہے تو وہ یہ علم سکھ سکھ سکتا ہے۔

روحانیت کاطالب علم کسی روحانی استاد کی نگرانی میں علم "لا" سے متعارف ہو سکتا ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ ایک چھوٹا بچے ہے جو قاعدہ کے ابتدائی حروف سے ابھی واقف نہیں ہے اس کو ہم کسی استاد کی شاگر دی میں لے جاتے ہیں۔ استاد اس کی لاعلمی کو علمی دائر ہے میں جب داخل کرناچاہتا ہے تو کہتا ہے۔"الف" اور بچے بغیر سوچے سمجھے اور بغیر علم کے استاد کی نقل میں "الف" کہتا ہے اور وہ بتدر جج حروف کی شاخت کر کے یعنی لاعلمی کومان کر علم سیصنا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن اگر یہ ہی بچے علم "لا" سے واقف نہ ہونے کے باوجو دعلم کی حدود میں داخل ہو کر استاد کی بات تسلیم نہ کر ہے تو وہ علم نہیں سیھ سکتا۔



لوح محفوظ کے قانون کے تحت ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ جب تک لاعلمی کی معرفت حاصل نہیں کر لیتے ہمیں علم حاصل نہیں ہو تا۔ طالبِ روحانیت جب اللہ تعالیٰ کی صفت "لا" سے واقف ہوجا تا ہے تب وہ اللہ تعالیٰ کاعرفان حاصل کرلیتا ہے۔
سلسلہ عظیمیہ کے امام حضور قلندر ؒ بابا اولیار حمتہ اللہ علیہ کاار شاد ہے کہ جب سالک کاذبن پوری طرح علم "لا" یا واحد انیت کے تصور کو سمجھ لیتا ہے تو دراصل وہ اللہ کی معرفت میں پہلا قدم اٹھادیتا ہے، پہلے پہل اسے اپنی ذات کاعرفان حاصل ہو تا ہے اور وہ تلاش کرنے کے باوجو دخود کو کہیں نہیں پاتا۔ جب اس کے علم کی نفی ہوجاتی ہے تو اللہ کی وحد انیت کا صحیح احساس اور معرفت کا صحیح مفہوم اس کے اوجو دخود کو کہیں نہیں پاتا۔ جب اس کے علم کی نفی ہوجاتی ہے تو اللہ کی وحد انیت کا صحیح احساس اور معرفت کا صحیح مفہوم اس کے احساس میں داخل ہوجاتا ہے یہی وہ مقام ہے جس کو فنائیت سے تعبیر کیاجا تا ہے۔

#### تصوّف اوربیعت

سوال: نصوّف کیاہے؟ تصوف سکھنے کے لیے بیعت ہونا کیوں ضروری ہے؟، ایک دفعہ بیعت ہونے کے بعد کیا آد می کسی اور سے بیعت ہوسکتاہے وہ بھی اس صورت میں کہ پیرومر شدوصال یا چکے ہو۔

جواب: تصوّف نام ہے نور باطن ایسا خالص ضمیر ہے جو تمام آلائش سے پاک ہو، تصوف سالک کو غیب سے متعارف کر واتا ہے اور غیب میں مصروف غیبی دنیا کامشاہدہ و مطالعہ کر اتا ہے۔ تصوف بندے کو خداتک لے جاتا ہے اور بندے کو خداسے ملادیتا ہے، تصوف وہ راستہ جس پر چل کر کوئی سالک غیب کی منز لوں کو طے کر کے عرفان کی منز ل پر پہنچ جاتا ہے۔ اس مقام کے حامل بندوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کاار شاد ہے کہ میں ان کے ہاتھ، ان کی آئھ، ان کی ساعت اور ان کی زبان بن جاتا ہوں، کسی بھی علم کو سکھنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کاار شاد ہے کہ میں ان کے باتھ، ان کی آئھ، ان کی ساعت اور ان کی زبان بن جاتا ہوں، کسی بھی علم کو سکھنے کے لیے استاد کی ضرورت مسلمہ ہے۔ استاد اس وحانی شخصیت کا نام ہے جس کو کسی علم پر پورا پوراغبور حاصل ہو، اِس علم کے اصول و صوابط اور توانین سے پوری طرح واقف ہو اور اس کے حصول میں پیش آنے والے تمام مسائل ، آسانیاں، مشکلات و غیرہ سے نہ صرف اچھی طرح واقف ہو بلکہ ان کاسد باب بھی جانتا ہوں۔ استاد سالک کو مختلف منز لوں سے گزار کروہ گو ہر مقصود سالک کے حوالے کر دیتا ہے جو کسی سالک کا مقصد و منشاء ہوتے ہیں۔

تصوف سکھنے کے لیے بیعت ہونا ضروری ہے، ایک دفعہ بیعت ہونے کے بعد قانوناً آدمی کسی دوسری جگہ بیعت نہیں کر سکتا جس طرح کسی شخص کی دومائیں نہیں ہوسکتیں اِسی طرح روحانیت کے حصول کے سلسلے میں دوپیروم شد کا تصور ممکن نہیں۔ جہاں تک فیض کا تعلق ہے وہ پیروم شدسے ان کی وفات کے بعد بھی ان کی روح پر ُفتوح سے حاصل کیا جاسکتا ہے، یادر کھے روح بھی نہیں مرتی وہ ہمیشہ زندہ رہتی ہے کیونکہ روح قائم بالذات ہے لیکن اگر مرید کاظرف بننے سے پہلے مرشد کا وصال ہو گیا اور وہ اس کی

تربیت پوری نہ کرسکا ہو تو مرید ظرف کو بنانے اور تربیت پوری کرنے کے لیے کسی روحانی استاد کو جس کو اس نے اچھی طرح پر کھ لیا ہوکے حضور طالب ہو سکتا ہے۔ مگر فیض اسی پیرومر شدسے حاصل ہو گا جس کے ہاتھوں پر پہلی بار اس نے بیعت کی ہے۔

# حضرت عثمان غني

سوال: خواجہ صاحب آپ کی خدمت میں بیہ سوال عرض کررہاہوں اگرچہ سوال طویل ہے مگر بیہ سوال ہر ذی شعور انسان کے ذہن میں آتا ہو گا۔ عرض بیہ ہے کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے "اے مومنوں تم مجھ سے مائلو میں تمہاری دعائیں پوری کرونگا"جب سے ہوش سنجالا بیہ دعائیں سن رہے ہیں اور مانگ رہے ہیں کہ اللہ مسلمانوں کا بول بالا کر دے ، مسلمانوں کو تمام عالم میں حکمر انی عطا فرمادے ، فلسطین آزاد کر دے ، تر مرز کر دے ، ہر طرف دین اسلام کا چراغ روشن ہو،۔ مدت دراز سے فلسطین کے لیے دعائیں مائلی جارہی ہیں اس کے نتیجہ میں بیت المقدس ہی گنوا بیٹے ، تشمیر کے لیے دعامائی ، اس کا نتیجہ بیہ نکلا تشمیر تو خیر کیا آزاد ہو تا مشرتی پاکستان ہاتھ سے نکل گیا۔ آخر یہ سب کیا ہے ؟ قرآن حکیم میں اللہ کا وعدہ کیوں پورانہیں ہورہا؟ ہمیں (مسلمان قوم کو) کیا ملا؟۔ اس سے بہتر کہ دعانہ مائلی جائے ، آب برائے کرم اس پرروشنی ڈالے۔

جواب: عزیزم یہ بہت بد نصیبی اورافسوس کا مقام ہے کہ ہماری دوسری عبادتوں کی طرح دعا بھی ایک رسم بن کررہ گئی ہے۔ قر آن
پاک میں جہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی طرف دعا کے لیے رجوع کرنے کو کہا ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے قانون واضع فرمادیا ہے " بے
شک اللہ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جو خود اپنی تبدیلی نہیں چاہتی۔ (قر آن)" لوگ یہ تو پوچھے ہیں کہ اربوں کھر بوں مسلمان دعا
کرتے ہیں وہ دعائیں کہاں جاتی ہیں، مگر کبھی بھی اس طرف غور نہیں کرتے کہ اسی دنیا میں چو ہیں گھنے گانا بجانا، غضب، حق تلفی، قتل
وغارت گری، تعصب، بددیا نتی، اقرباء نوازی، خوایش پروری، حرص ولا پنچ، دھو کہ دہی اور فریب کے اعمال ہوتے رہے ہیں یہ سب
کہاں جاتے ہیں۔ بلاشبہ دعائیں اگر صدق دل سے نہ ہوں، گداز نہ ہو، ایسا گداز جو وجد ان کو حرکت میں لے آئے تو ایسی دعاوں کا بھی
وہی حشر ہو تا ہے جو ہمارے غیر حقیقی اعمال کا ہو تا ہے۔ اس قسم کی جنٹنی دعائیں مانگی جاتی ہے وہ سب بریکار اور بد نصیبی پر محمول کی جاتی
ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کا مسلمان بد نصیبی اور پھٹکار کے شکنج میں اس طرح جکڑا گیا ہے کہ اب مسلمان کو مسلمان کہتے ہوئے شرم آتی

یہ ساری دنیا اللہ کی مخلوق ہے، اس مخلوق کے طفیل دنیا قائم ہے اللہ کی مخلوق سے ہی دنیا میں رونق قائم ہے اللہ کے بندوں سے ہی بیہ دنیا ارتقائی منازل طے کررہی ہیں۔ آپ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ قوم نام ہے افراد کا، افراجب اپنے ہی نئی سائٹیٹیٹر کے مشن سے دور ہو جاتے ہیں توان کے اندراحساس کمتری پیدا ہو جاتا ہے اور احساس کمتری صلاحیتوں کو نیست ونا بود کر دیتا ہے۔ شیطانی گروہ اللہ کی مخلوق کی اس کمزوری سے واقفیت کی بناء پر ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ جس طرح بھی ہوان کو اس



www.ksars.ol

احساس سے نہ نگلنے دیا جائے۔ ہر مذہب کے نام نہاد پیشوا مخصوص لباس اور وضع قطع کو اپناکر اللہ کی مخلوق کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ ہم تمھارے در میان مقدس اور برگذیدہ ہیں اور تمیں اپنی زندگی ہماری بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق بسر کرنی چاہے اور یہی زندگی تمھارے لیے راحت اور آرام کی ضانت ہے اس کے خلاف قدم اٹھا کر تمھارے او پر دین اور دنیا کی راحتوں کے دروازے بند ہوجائے گے اور نعوذ باللہ، اللہ کی قربت سے دوری تمہارامقدر بن جائے گی۔ یہ گروہ وہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اور وہ لوگ جو سوناچاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کے لیے عذاب الیم کی بشارت ہے۔" (القرآن)

اپنے مخصوص رہن سہن اور اپنے بنائے ہوئے قواعد وضوابط کے ذریعے اللہ کی مخلوق کو اتناہر اسال کر دیتے ہیں کہ ان کا ذہن ماؤ ف ہوجا تا ہے اور دماغ تعطل کا شکار ہوجا تا ہے ، کیسوئی اور ذہنی آزادی ان کے لیے ایک نعمت غیر متر وقہ بن جاتی ہے اور بیہ احساس کمتری کا وہ درجہ ہے جہال پوری قوم بھیڑ اور بکریوں کی صف میں شامل ہوجاتی ہے۔ اس آیت کو پھر پڑھئے اور غور کیجئے، "جب تک کوئی قوم خود اپنے اندر تغیر نہیں چاہتی ،اللہ تعالیٰ اسکے اندر کوئی تبدیلی نہیں فرماتے "۔

جب کوئی قوم تبدیلی چاہتی ہے تو اللہ کے قانون کے تحت اللہ تعالی کی مدد اس کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اللہ تعالی کے حکم کے مطابق فرشتے قوم کی مرضی اور منشاء کے مطابق ان کے دائیں بائیں آگے پیچے رہ کر شیطانی طاقتوں سے گرا جاتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ السلام کی حیات مبار کہ میں اسلام کا عروج، خلفاء راشدین کے عہد میں مسلمانوں کا عروج، اندلس میں مسلمانوں کا عروج، روسی علاقوں میں مسلمان قوم کا عروج، برصغیر میں مسلمانوں کا عروج، پاکستان کے قیام کی مثالیں آپ کے سامنے ہیں، جب بھی مسلمان قوم نے اللہ کے بنائے ہوئے قانون کو بھول گئی اللہ تعالی نے مسلمانوں کو عروج بخشا۔ جب قوم اللہ تعالی کے قانون کو بھول گئی۔ اور اینی انفر ادی مصلحتوں کا شکار ہوگئی، ذلت، بدحالی اس کا مقدر بن گئی۔

یہاں مشکل یہ در پیش ہے کہ ایک مزدور سے لیکر بڑے سے بڑے کاروباری تک ہر شخص حرص اور دولت پر ستی جیسی بیاری کا شکار ہے۔ عالم اسلام میں یہ بیاری عام ہے۔ ندہب اور اللہ کے احکامات کو مصلحوں کے تحت قبول کیا جاتا ہے۔ دل سے قبول نہیں کیا جاتا۔ زبان پر اللہ کا تذکرہ ہے لیکن ان کادل اللہ سے خالی ہے۔ اللہ تعالی کے قانون کے تحت یہ ایک بہت بڑا جرم ہے اور اس کی پاداش بہت سخت ہے۔ لوگوں کے دلوں میں لالچ اور حرص وہوس جر جاتی ہے تو اللہ تعالی اسے ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ عامتہ السلمین کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے حبیب کی امت ہے، عمل دیکھو تو مسلمان کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حضور مُنگاللہ کی زندگی آپ کے سامنے ہے، آپ کے رہن سہن سے سب واقف ہیں۔ حضور جس گھر میں قیام فرماتے سے وہ ایک کیا کو ٹھایا ججرہ تھا، چھت مجبور کے پتوں اور سنے سے ڈھی ہوئی تھی، گھر میں بستر کی جگہ بوریا اور چرٹے کا تکیہ تھا۔ اس تکیہ میں روئی نہیں تھی فوم نہیں تھا، محبور کے گھر کا اثاث ہے سر براہ کی دفیقہ حیات حضرت عائشہ کے گھر کا اثاثہ ہے سے بہت کہ سر براہ کی دفیقہ حیات حضرت عائشہ کے گھر کا اثاثہ ایک بستر ا، ایک تکیہ آٹا اور محبوریں رکھنے کے لیے دو منگے، یانی کا ایک بر تن پانی پینے کے لیے۔



www.ksars.ol

حضور مَنَا اللَّيْمِ کَ صحابہ بھی آپ کی زندگی کا نمونہ تھے۔ ذرا انصاف سیجے کیا مسلمانوں کو زندگی حضور مَنَا اللَّیْمِ کی زندگی سے ملتی ہے۔ دولت مند ہر آدمی بننا چاہتا ہے مگر حضرت عثان غنی گوئی بننے کو تیار نہیں ہے۔ ہم ایک طرف زبانی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم حضور مَنَا اللَّیْمِ کی امت ہیں دوسری طرف ہماری زندگی کا ہر عمل حضور مَنَا اللَّیْمِ کی امت ہیں دوسری طرف ہماری زندگی کا ہر عمل حضور مَنَا اللَّیْمِ کی رعمی ہے اور پھر چاہتے ہیں کہ ہمارے اوپر اللّه کی رحمتیں نازل ہوں، دعائیں قبول کی جائیں اور دنیا میں ہم ایک معزز قوم بن کر رہیں، بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟

## خواب اور ہماری زندگی

سوال: خواب کی کیااہمیت ہے؟ کیاخواب محض ہمارے خیالات کاسلسلہ نہیں ہوتا کیونکہ خواب کے اعمال کا ہماری جیتی جاگئی زندگ سے کوئی واسطہ نظر نہیں آتا، مگر جب ہم حضور سرور کونین مُنَّا اللَّهُ کا فرمان پڑھتے ہیں کہ خواب نبوت کاچالیسوال حصہ ہے توازروئے حدیث خواب کی انتہائی اہمیت نظر آتی ہے مگر تجربہ اس کی تصدیق نہیں کر تا۔ آپ سے وضاحت کی درخواست ہے۔

جواب: خواب دیکھنے کا عمل ہمیں روح اور روح کی صلاحیتوں کا سراغ دیتا ہے۔ وہ اس طرح کے ہم سوئے ہوئے ہیں۔ تمام جسمانی اعضاء بالکل معطل ہیں صرف سانس کی آمد وشد جاری ہے لیکن خواب دیکھنے کی حالت میں ہم چل پھر رہے ہیں، باتیں کر رہے ہیں، سوچ رہے ہیں، غمز دہ اور خوشہ ہورہے ہیں کوئی ایسا عمل نہیں ہے جو ہم بیداری کی حالت میں کرتے ہیں اور خواب کی حالت میں نہیں کرتے ہیں۔

یہ اعتراض کیاجاتا ہے کہ خواب دیکھنا صرف ایک خیالی چیز ہے اور خیالی حرکات ہیں کیونکہ جب ہم جاگئے سے اٹھتے ہیں تو کئے ہوئے اعمال کاکوئی اثر باتی نہیں رہتا۔ یہ بات بالکل لا یعنی ہے، ہر شخص کی زندگی میں ایک، دو، چار، دس، ہیں ایسے خواب ضرور آتے ہیں کہ جاگئے اٹھنے کے بعد یا تو اسے عنسل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے یا کوئی ڈراؤنا خواب دیکھنے کے بعد اس کا پوراخواب اور دہشت دل و دماغ پر مسلط ہو جاتا ہے یا جو کچھ خواب میں دیکھا ہے وہ ہی چند گھنے، چند دن، یاچند مہینے، یاچند سال بعد من وعن بیداری کی حالت میں پیش آتا ہے۔ ایک فرد واحد بھی ایسا نہیں ملے گا جس نے اپنی زندگی میں اس طرح کا ایک خواب یا ایک سے زائد خواب نہ دیکھے ہوں، اس حقیقت کے پیش نظر اس بات کی تر دید ہو جاتی ہے کہ خواب محض خیالی حیثیت رکھتا ہے۔ جب یہ مان لیا گیا کہ خواب محض خیال نہیں توخواب کی اہمیت واضع ہو جاتی ہے۔

ہم بیداری کے انمال وواقعات نیز خواب کے انمال وواقعات سامنے رکھ کر دونوں کاموازنہ کرتے ہیں۔ یہ روز مرہ ہوتا ہے کہ ہم گھرسے چل کر بازار پہنچ کے کسی ایک خاص د کان پر کھڑے ہیں اور ایک سوداخریدرہے ہیں، اگر اس وقت کوئی شخص ہم سے سوال کرے کہ دکان تک پہنچنے کے راستے میں آپ نے کیا کیاد یکھا تووہ فوراً جواب دیتے ہیں کہ ہم نے بچھے خیال نہیں کیا، بات یہ



vw.ksars.org

معلوم ہوئی کہ بیداری کی حالت میں ہمارے ارد گر دجو کچھ ہو تاہے اگر ہم پوری طرح متوجہ نہ ہوں تو کچھ معلوم نہیں ہو تا کہ کیا ہوا، کس طرح ہوا؟ کب ہوا؟

اس مثال سے یہ معلوم ہوا ہے کہ بیداری ہو یاخواب جب ہماراذ ہن کسی چیز کی طرف متوجہ ہے تواس کی اہمیت ہے ورنہ بیداری اور خواب دونوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ بیداری کابڑے سے بڑا واقعہ بے خیالی میں گزر جاتا ہے ، کتنی ہی مرتبہ خواب کی بیداری کابڑے سے بڑا واقعہ بے خیالی میں گزر جاتا ہے ، کتنی ہی مرتبہ خواب کی بیداری کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہوتی پھر کیوں کر مناسب ہے کہ ہم خواب کی حالت اور خواب کے بیراری کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہوتی پھر کیوں کر مناسب ہے کہ ہم خواب کی حالت اور خواب کے اجزاء کی جو ہماری زندگی کانصف حصہ ہے نظر انداز کر دیں۔

باعث تخلیق کا نات فخر موجودات سید المرسلین حضور مَنَا لَیْدَا کا فرمان ہے کہ خواب نبوت کا چالیسوال باب ہے اس سے خود بخو د خواب کی اہمیت واضع ہو جاتی ہے۔ پغیمر ان علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے وہ برگزیدہ بندے جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم الاساء یعنی خود بخو د خواب کی اہمیت واضع ہو جاتی ہے ہوئے خواب کی تعبیر اور خواب میں موجود غیبی البنی صفات کا علم جے علم لدیٰ بھی کہتے ہیں نوازا ہے وہ بندے ہر شخص کے دیکھے ہوئے خواب کی تعبیر اور خواب میں موجود غیبی اشارات و کنایات کا مفہوم پوری طرح واضع کرنے کے اہل ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کوئی بھی شخص جو پیغیبر ان علیہ السلام کے علوم اور صلاحیتوں سے استفادہ کرنا چاہتا ہے تو اس کا حصول خواب کی صلاحیتوں کے ذریعے ممکن ہے۔ ہم کسی خاص طریقے سے اس کا سراغ لگاسکتے ہیں۔ اس صلاحیت کو بیداری میں استعال کرسکتے ہیں، انبیاء علیہ السلام کا عمل یہیں سے شر وع ہو تا ہے اور یہی وہ علم ہے جس کے ذریعے انبیاء کرام نے اپنے شاگر دوں کو یہ بتایا کہ پہلے انسان کہاں تھا اور عالم ناسوت کی زندگی پوری کرنے کے بعد وہ کہاں چلا جاتا ہے۔ خواب کی صلاحیت کو بیداری میں استعال کرنے کا پہلا سبق "مراقیہ" ہے۔

#### پیری مریدی

سوال: آپ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ روحانی علوم سکھنے کے لیے کسی استاد کی شاگر دی اختیار کرناضروری ہے مگر ہم کسی انسان کے بارے میں کیسے یقین کریں کہ فلاں شخص واقعی روحانی علوم سکھاسکتا ہے اور روحانی علوم پر عبورر کھتاہے ؟

جواب: الله تعالیٰ نے ہر مرد وعورت کو روحانی علوم سکھنے کی صلاحیت ودیعت کی ہے ، لیکن دیگر صلاحیتوں کی طرح اس صلاحیت کو بیدار کرنے اور بروئے کارلانے کے لیے ایک قاعدہ اور ایک قانون ہے۔ قانون کے مطابق وہ ہی بندہ راہنمائی کر سکتا ہے جوبذات خود قانون سے واقفیت رکھتا اور مذکورہ صلاحیت خود اس کے اندر بیدار ہو۔

آج کے دور میں روحانی استاد اور شاگر د کے رشتہ کا قیام جسے عرف عام پیری مریدی کہتے ہیں ایک رسم بن گیا ہے لوگ شکل وصورت دیکھ کر اور بید دیکھ کر اس آدمی کے بے شار مرید ہیں مرید بن جاتے ہیں۔ لیکن تحصیل علم کے سلسلے میں نتیجہ زیادہ تر صفر



ہی ہوتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے اس تعلق خاطر کی بنیاد رسم کے علاوہ کچھ نہیں ہوتی۔ سیدنا حضور علیہ الصلوۃ السلام کا ارشاد ہے کہ بیعت کرنے میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہے، پہلے اچھی طرح اس بات کا اطمینان کر لیا جائے کہ وہ بندہ جس کے ہاتھ میں ہم اپناہاتھ دے رہے ہیں روحانیت کے قانون بنایا ہے کہ ایک دفعہ بیس روحانیت کے قانون بنایا ہے کہ ایک دفعہ بیعت کرنے کے بعد کوئی آدمی اپنی مرضی سے بیعت توڑ نہیں سکتا۔

رسول منگافیائی کے اس ارشادا قدس کا مفہوم ہیہ ہے کہ بندہ جب اللہ کے راستے پر قدم بڑھائے تواس کے اندر پر یقین مستحکم ہونا چاہے اس کے ساتھ یہ بھی نثر طہے کہ روحانی استاد کو پر کھ لیاجائے اور اس کے ہاتھ پر بیعت ہونے سے پہلے یقین کی حد تک اس بات کا اطمینان کر لیاجائے کہ اس آدمی میں روحانی صلاحیتیں موجود ہیں اور وہ ان صلاحیتوں کا استعال بھی جانتا ہے۔ زندگی کی عام طرزوں میں بھی ہمارامشاہدہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو ایسے استادوں کے سپر دکرتے ہیں جن کے بارے میں ہمیں یقین ہوتا ہے کہ یہ استاد صبح معنوں میں ہمارے بچے کی تعلیم و تربیت کرے گا۔ اِسی طرح روحانی استاد بنانے میں بھی یقین ہونا ضروری ہے۔ چو نکہ روحانی مستاد صبح معنول میں ہمارے بینی کی صلاحیت کا بیدار ہونا یقین پر منحصر ہے اس لیے استاد کے معاطے میں بے یقین سے آدمی روحانی راستے میں سفر نہیں کرسکتا۔

روحانی علوم کی دوقت میں ہیں۔ ایک علم استدراج کا ہے جس کے ضمن میں جادووغیرہ کے علوم آتے ہیں اور دوسرے علم کا نام روحانیت یاروحانی علوم ہیں۔ علم استدراج الله تعالیٰ کی نافرمانی، الله کی مخلوق کو تکلیف پیچانے اور دنیا میں تخریب پھیلانے، خرق عادت سے اپنی نمائش کرنا ہے۔ اس کے برعکس الله کی خوشنو دی حاصل کرنے، الله کاعرفان حاصل کرنے اور اپنی روحانی صلاحیت اور طاقت سے الله کی مخلوق کو فائدہ پیچانے والے تمام روحانی علوم اللہ سے ہم رشتہ ہیں۔ جس طرح کوئی بندہ قدم بفترم سفر کر کے الله کاعرفان حاصل کر لیتا ہے، شیطان کے عامل کر لیتا ہے، شیطان کے متضاد قدم بفترم سفر کر کے شیطان کاعرفان حاصل کر لیتا ہے، شیطان کے عامل کہلاتے ہیں۔

روحانیت کے یہ دورُخ بیان کرنے کا منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالی کے راستے پر چلنے کے لیے انسان کو پہلے چھان بین کرلینی چاہے کہ جس بندے کو ہم نے اپنارا ہنما یا پیرومر شد تسلیم کررہے ہیں اس کے اندرروحانی صلاحیت موجو دہے یا نہیں اور کیاروحانی علوم کاوہ رُخ اس کے اندر کام کررہا جس کو ابتدراج یا شیطانی کرخ اس کے اندر کام کررہا جس کو ابتدراج یا شیطانی علوم کہا گیا ہے۔ اس لیے کہ استدراج کے ماہرین سے بھی مافوق العادت سر ذد ہوتی ہے۔ جنہیں ناواقف لوگ کرامت یار جمانی قوتوں کا اظہار سمجھے لیتے ہیں۔

کسی پر اعتراض کرنامقصود نہیں بتانا ہے ہے کہ عرفان کے راستہ پر قدم اٹھانے سے پہلے اس بات کو اطمینان کرلیناضر وری ہے کہ وہ بندہ جسے آپ اپنارا ہنما بنار ہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کاعرفان رکھتا ہے یا نہیں اور اس کے شب وروز بظاہر ہی نہیں، باطنی طور پر



حضور مَنَّ اللَّيْمَ کَی زندگی سے مطابقت رکھتے ہیں یا نہیں۔ کتناہی طویل عرصہ کیوں نہ گزر جائے جب تک ایسا بندہ نہ ملے جو واقعتاً حضور مَنَّ اللَّهُ عَلَی کے روحانی ور ثبہ سے واقفیت رکھتا اور حضور مَنَّ اللَّهُ کَا فَتْنُ قَدَم پر چلتا ہو، بیعت نہیں کرناچاہے اور یہ معلوم کرنے کے لیے کسی بندے کے اندر کیا بھر اہواہے اس کے قریب ہوناپڑے گا۔ اس کے شب وروز پر نظر رکھنی ہوگی اس کے معاملات کو دیکھنا ہوگا۔ اس کے ذہن کو پڑھنا ہوگا کہ وہ دنیا کی ہوس میں کہاں تک مبتلاہے اس کے اندر استغناء ہے یا نہیں اور وہ اپنے ذاتی معاملات اللہ تعالی کے اوپر چھوڑ تاہے یا ہے صبر ی کامظاہرہ کرتا ہے۔ ایسے بندہ کی ایک بہچان اللہ کے دوستوں نے یہ بتائی ہے کہ ایسے بندے کے پاس بیٹھنے سے ذہن پوری استعداد اور صلاحیتوں کے ساتھ اللہ تعالی کی طرف رجوع ہوجاتا ہے ، گنا ہوں اور تخر بی عمل سے ذہن میں دوری واقع ہونے لگتی ہے۔ اللہ کی مخلوق کی محبت دل میں جاگزیں ہوجاتی ہے، عصہ"، نفرت جیسے جذبات سر دیڑجاتے ہیں۔

## كميبوثر

سوال: قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کاار شاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ "میں آدم کو اپنانائب بنانے والاہوں" فرشتوں نے کہا کہ وہ جو زمین پر فساد اور خون خرابہ کرے گا جب کہ ہم تیری تسبیح اور حمد کے لیے کافی ہیں، تواللہ تعالیٰ نے فرمایا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتا اور دم کو علم الاسماء سکھادیئے اور فرشتوں کو آدم کے سامنے سجدہ کرنے کا تھم دیا۔ عرض بیرہے کہ علم الاسماء کیا ہوتے ہیں جن کی بنایر آدم کی حیثیت فرشتوں سے بڑھ گئی۔

جواب: جب ہم زندگی کا تجزیہ کرتے ہے توایک ہی بات سامنے آتی ہے کہ انسان کے اندر کوئی کمپیوٹر نصب ہے جو انسان کو زندگی کی اطلاعات فراہم کررہا ہے ، کبھی وہ الی اطلاع دیتا کہ آد می رنجیدہ ہو جاتا ہے کبھی الی اطلاع دیتا ہے کہ وہ نوش ہو جاتا ہے۔ کبھی کمپیوٹر بھوک کی اطلاع دیتا ہے اور انسان پانی پی کر کمپیوٹر بھوک کی اطلاع دیتا ہے اور انسان پانی پی کر پیاس بھاتا ہے ، کبھی کمپیوٹر اسے اطلاع دیتا ہے کہ اعصاب میں مزید عمل کرنے کی صلاحیت موجود نہیں رہی ہے سوجاؤ ، پھر اطلاع ملتی ہے کہ اب مزید چار پائی پر لیٹے رہئے اور شعوری حواس میں داخل نہ ہونے سے اعصاب مضحل ہوجائیں گے اور آدمی اس اطلاع کو قبول کر کے بیدار ہوجاتا ہے۔ غرضیکہ جب تک دماغ کے اندر نصب کمپیوٹر کوئی اطلاع نہیں دیتا، آدمی یا کوئی بھی ذی روح کوئی کام نہیں کر سکتا، ذی روح میں انسان ، بھیٹر ، بکر می ، چرند ، پر ند ، در ند ، نباتا ت ، جمادات سب شامل ہیں ، سب کے اندر یہ اطلاع دینے والی مشین نصب ہے یہ مشین وہ ہی اطلاع فر اہم کرتی ہے جس کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہ کمپیوٹر آدمی کی روح ہے ، موجودات میں جتنی ذی روح اور غیر ذی روح ہیں ان سب میں ایک ہی طرح کا کمپیوٹر نصب ہے لین ایک ہی طرح کا کمپیوٹر نصب ہے لین ان کی زندگی کے لیے اطلاعات کا منبع ایک ہی ہے۔ کوئی مخلوق اس کمپیوٹر کے علم سے واقف نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے صرف انسان کو اس کمپیوٹر یعنی روح کا علم سیکھا دیا ہے۔ یہ ہی وہ علم جس کو آدم اور فرشتوں کے قصے میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما تا ہے"

میں زمین پر اپنانائب بنانے والا ہوں" فر شتوں نے کہا" یہ تو فساد برپاکرے گا، اور ہم آپ کی تسیج اور تقدس کے لیے کافی ہے" اللہ تعالی نے فرمایا" ہم جو جانتے ہیں وہ تم نہیں جانتے "فرشتوں کو یہ بات سمجھانے کے لیے آدم کو علم الاساء سیکھا دیا اور آدم سے کہا" اس علم کو ظاہر کرو" اور فر شتوں سے کہا" اگر تم سمجھتے ہو تو اس علم کے بارے میں بتاو" فر شتوں نے عرض کیا" ہم تو صرف وہی جانتے ہیں جو آپ نے ہمیں سکھا دیا ہے"

آدم کی اولاد آدم ہے اور آدم کی اولاد بحیثیت آدم کے اس بات کامشاہدہ کرتی ہے، جن مشاہدات سے آدم گزرے ہیں، اگر کوئی آدم زاد اس بات کامشاہدہ نہ کرسکے جس حالت کامشاہدہ آدم نے کیا تھا یعنی خود کو فرشتوں کا مسجود دیکھنا، اللہ اور فرشتوں کے در میاں مکالمہ ہونا، اللہ کا یہ کہنا کہ "ہم صرف اس حد تک واقف ہیں در میاں مکالمہ ہونا، اللہ کا یہ کہنا کہ "ہم صرف اس حد تک واقف ہیں جس حد تک آپ نے علم عطافر مادیا ہے" تووہ ہر گز آدم کی اولاد کہلانے کی مستحق نہیں ہے۔ اس کی حیثیت اس آدم کی نہیں جس کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ میر انائب اور خلیفہ ہے۔

اس گفتگو کا اجمال پیہوا کہ آدم زاد اگر ازل میں دی گئی نیابت سے واقف نہیں ہیں اور ان واقعات کو اگر اس د نیاوی زندگی میں نہیں دیکھاتو آدم کی سعادت مند اولاد نہیں ہے، محض شکل وصورت کی بناپر اس کو آدم زاد کہد دیا جائے تو اس کو ناخلف اولاد سے زیادہ اہمیت نہیں دی جاسکتی اس لیے کہ اگر کوئی بندہ اللہ کے اساء کاعلم نہیں جانتا تو وہ اللہ کا نائب نہیں ہے۔ آدم زاد کو دوسری مخلو قات پر صرف اس لیے شرف حاصل ہے کہ وہ اساء الہید کا علم رکھتا ہے۔

# اجتماعي خودكشي

سوال: آپ کی خدمت میں ذہنی کشکش سے مجبور ہو کرایک مخضر تجزیہ پیش کررہاہوں امید ہے کہ آپ میری اس تشکی کو مخضر جواب
سے دور کر دیں گے، شاہد ہمیشہ سے روئے زمین پر شیطانی قوتیں غالب رہی ہیں یا پھر ان کے اثرات زیادہ محسوس کئے جاتے رہے ہیں۔
دنیا میں حساس آدمیوں کی تعداد ذیادہ رہی ہے یا بے حس آدمیوں کا غلبہ نمایاں رہاہے ، کیا حساس شخص دنیا اور آخرت دونوں جگہ پر
بے چینی میں مبتلارہے گا حساس طبیعت کے مالک لوگ انفر ادی یا اجتماعی خود کشی سے ملتے جلتے فعل کیوں کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور
اس کا حقیقی ذمہ دار کون ہو سکتا ہے آیا فر دیاخود معاشرہ یا حکومت وقت ، قیامت کے دن کس سے باز پر س ہوگی ؟

جواب: ہم سب جانتے ہیں کہ گھپ اندھیرے میں دیاسلائی جلائی جائے تواندھیر اغائب ہوجا تا ہے اور اس کے برعکس دن کے اُجالے میں اگر اندھیر اکیا جائے تو بہت زیادہ اہتمام کی ضرورت پڑتی ہے مثلاً کمرے کی کھڑ کیاں بند کر کے ان کے اوپر پر دے ڈالیس گے، روثن دان کو بند کریں گے، دروازوں کی درزوں پر کاغذ چیکائیں گے وغیرہ وغیرہ ۔ اس کامفہوم یہ نکلااندھیرے کو دور کرنے کے لیے اتنااہتمام نہیں کرنا پڑتا جس قدر فضاء یاماحول کو تاریک کرنے کے لیے کرنا پڑتا ہے۔ دنیا میں انجام کارروحانی قوتوں کاعمل دخل ہے،



نوع انسانی کی پوری تاریخ بتاتی ہے شیطانی اور تخریبی قوتوں نے جب بھی سر اُبھارا، ایک حدیر جاکر اس طرح ختم ہو گئیں کہ زمین پر صرف ان کا نشان ہی باقی رہ گیا۔ شداد ، نمر ود ، فرعون جیسی بڑی قوتوں کاحشر تاریخ کے صفحوں پر موجود ہے ابھی حال میں شہنشاہ ایران کی مثال ہے تمام قوتوں کے باوجود بادشاہ کواپنے وطن میں قبر بھی نصیب نہیں ہوئی اور وہ مفلوک الحال مسافر کی طرح مرگیا۔

حماس ہونا بہت اچھی بات ہے لیکن دیکھنا ہے ہوگا کہ حماسیت کی نوعیت کیا ہے؟۔ اگر حماسیت تغییر کے لیے ہے تواس دنیا
اور مرنے کے بعد کی دنیا اس کے لیے روشن ہے اور اگر تخریب کے لیے کوئی شخص حماس ہے بعنی اس کاذبن صراط متنقیم سے ہٹا ہوا
ہے تو یہ حماسیت اِس بندہ کے لیے تاریکی ہے۔ روشنی تغییر اور تاریکی تخریب ہے ، تغمیر رحمانیت ہے اور تخریب شیطنت ہے ، حماس
طبیعت آدمی کے اوپر جب مایوسی کا غلبہ ہوجاتا ہے تو وہ خود کو معاشر ہی پر بو چھ سیجھنے لگتا ہے اور مایوسی اسے پہلے ناامیدی کے گہرے
طبیعت آدمی کے اوپر جب مایوسی کا غلبہ ہوجاتا ہے تو وہ خود کو معاشر ہی پر بو چھ سیجھنے لگتا ہے اور مایوسی اسے پہلے ناامیدی کے گہرے
کھڑے میں گرادیتی ہے اور چس کے اندر اپنی ذات کا ادراک ختم ہوجاتا ہے۔ مذہب ناامیدی کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اس بات کی دعوت دیتا
مایوس ہوجاتا ہے اور جس کے اندر اپنی ذات کا ادراک ختم ہوجاتا ہے۔ مذہب ناامیدی کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اس بات کی دعوت دیتا
ہے کہ ناامیدی سے نگل کر ہاتھ پیر ہلائے جائیں۔ جو لوگ معاشر سے اور قدرت کو کو سے نہیں دیتے عملی جدوجہد کرتے ہیں یقین و
عزم کے ساتھ کو شش کرتے ہیں وہ کامیاب ہوجاتے ہیں اور خود کشی جیسا گھناونا عمل نہیں کرتے۔ اللہ تعالی نے فرمایا لا تھنطومن
الد حمت اللہ۔۔۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا کم ہمتی اور بزدلی ہے۔
الد حمت اللہ۔۔۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا کم ہمتی اور بزدلی ہے۔

## قوت خيال

سوال: جناب میں نے پچھ عرصہ قبل ایک کتاب روشن ضمیری کامطالعہ کیا۔ اس میں انہوں نے قوت خیال، قوت تصور، قوت ارادہ
اور توجہ کی کیسوئی کا تذکرہ کیا ہے۔ مجھے آپ سے دریافت کرنا ہے کہ آیا چاروں چیزیں ایک ہی روحانی کیفیت کی مختلف شاخیں ہیں یا
بذات خود علیحدہ عضر کی حامل ہیں، یا یہ آپس میں ایک ربطر کھتی ہیں؟ آپ ان میں سے کسی ایک روحانی قوت کی تعریف و تشر ترج بیان
کردیں نیز ہم کس طرح اس پر قدرت حاصل کر کے اپنے جائز مقاصد کی پیمیل کرسکتے ہیں۔

جواب: انسانی زندگی کاجب تجزیه کیاجاتا ہے تویہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ساری زندگی اطلاع یا خیال پر قائم ہے۔ زندگی میں کسی بھی جذبہ کو پوراکرنے یا پورانہ کرنے کے لیے پہلے خیال آتا ہے۔ مثلاً ہماری ضرورت کھانا کھانا اور پانی پینا ہے۔ لیکن جب تک بھوک نہ کے یا پیاس نہ گئے ہم بھوک پیاس کی بیکیل نہیں کرسکتے، بھوک دراصل ایک اطلاع ہے اِسی طرح پیاس بھی ایک اطلاع ہے، جس کو ہم "ہونا" کہتے ہیں یا جب ہمارے اوپر موت وارد ہو جاتی ہے تو دراصل زندگی سے متعلق اطلاع منقطع ہو جاتی ہے۔ اطلاع مرحلہ میں اطلاع واہمہ کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے دو سرے (Infromation) درجہ بدرجہ بنچے اتر کرحواس بنتی ہے۔ پہلے مرحلہ میں اطلاع واہمہ کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے دو سرے

در جہ میں اطلاع خیال بنتی ہے، تیسرے در جہ میں اطلاع تصور بنتی ہے، چوتھے درجے میں احساس اور پانچویں میں مظہر بن جاتی ہے۔ یہ اطلاع لوح محفوظ سے نزول کرکے عالم برزخ میں آتی ہے اور عالم برزخ سے نزول کرکے عالم ناسوت (مادی دنیا) میں آتی ہے۔

قوت خیال، قوت تصور اور اردہ کے الگ الگ مہیج ہے، مہیج اسے کہتے ہیں جہاں کسی کیفیت کا نقش ابھر کر قائم ہوجا تا ہے۔ خیال سے مر اداطلاع ( Information ) ہے۔

#### لوح محفوظ

سوال: قرآن میں ہے کہ ازل سے ابدتک جو کچھ ہونے والا ہے وہ لوح محفوظ پر لکھا ہو ہے، سوال یہ ہے کہ جب سب پچھ اللہ ہی کی طرف سے اور با قاعدہ لکھا ہوا ہے تو انسان اپنی روزی حرام طریقے سے کما تاہے ، یہ لوح محفوظ پر لکھا ہوا ہے، اس معاملے میں کیا بے بس نہیں ہیں؟

جواب: زندگی کاہر عمل اپنی ایک حیثیت رکھتا ہے۔ اس حیثیت میں معانی پہنانا دراصل طرز فکر میں تبدیلی ہے ہمارایقین ہے کہ ہروہ چیز جواس دنیا میں موجود ہے یا آئندہ ہوگی، وہ کہیں پہلے سے موجود ہے، یعنی دنیا میں کوئی چیز اِس وقت تک موجود نہیں ہوسکتی جب تک وہ پہلے سے موجود نہ ہو، کوئی آدمی پیدا ہوتا ہے کہ وہ پیدا ہونے سے پہلے کہیں موجود ہوتا ہے، آدمی کی زندگی کے نشیب و فراز، دن، ماہ وسال کے وقعے پہلے سے ایک فلم کی صورت میں ریکارڈ ہیں۔ اِس فلم کو ہم کا کناتی فلم یا"لوح محفوظ "کہتے ہیں۔

ایک آدمی عاقل، بالغ اور باشعور ہوتا ہے اسے زندگی گزار نے کے لیے وسائل کی ضرورت پیش آتی ہے اور وسائل کو حاصل کرنے کے لیے روپیہ پییدا کرنے والی ہستی نے حاصل کرنے کے لیے روپیہ پییدا کرنے والی ہستی نے ایک لاکھ روپے متعین کر دیے ، اسی طرح جیسے ایک لاکھ روپے کسی بنک میں جمع کروادیے جاتے ہیں۔ وسائل کو استعال کرنے کے لیے آدمی جدوجہد اور کوشش کرتا ہے ، کوشش اور جدوجہد جیسے جیسے کامیابی کے مراحل طے کرتی ہے اس کو روپیہ ملتار ہتا ہے اور ضرورت پوری ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن سے بات اپنی جگہ اٹل ہے اگر کا کناتی فلم (لوح محفوظ) میں وسائل ریکارڈ اور زر مبادلہ متعین نہ ہوتو ڈسلے ہونے والی فلم نامکمل رہتی ہے۔ ایک آدمی کے نام بنک میں کروڑوں روپے کازر مبادلہ موجود ہے لیکن نہ وہ استعال کرتا ہے اور نہیں اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو یہ زر مبادلہ اس کے کام نہیں آتا۔

ایک طرز فکریہ ہے کہ آدمی باوجو داس کے ضمیر ملامت کرتا ہے وہ اپنی روزی کے حصول میں ناجائز طریقے استعال کرتا ہے جبکہ وہ ناجائز طریقہ اختیار نہ کرکے بھی روٹی کھا سکتا ہے تھا، جس طرح رزق حلال سے شکم سیری ہوتی ہے اسی طرح رزق حرام سے بھی شکم سیری ہوتی ہے۔ایک آدمی محنت مز دوری کرکے ضمیرکی روشنی میں روپیہ حاصل کرتا ہے دوسر اضمیرکی ملامت کی پروانہ



کرتے ہوئے روپیہ حاصل کر تاہے، دونوں صور توں میں اُس کووہ ہی روپیہ مل رہاہے جولوح محفوظ پر اس کے لیے جمع کر دیا گیا ہے۔

بڑی عجیب بات اور انتہائی در جہ نادانی ہے کہ ایک آدمی اپنی ہی حال چیز کو حرام کر لیتا ہے، صاف ستھری غذا میں ملاوٹ کر کے اس غذا

کو صحت کے لیے مصر بنالیا جائے اور کہا جائے آدمی بھار ہوں، توبہ نہیں کہا جائے گا ایسا کھا ہوا تھا۔ لوح محفوظ پریہ کھا ہوا ہے کہ غذا

کھائی جائے، کس طرح کھائی جائے یہ انسان کا اپنا اختیار ہے۔ کوئی آدمی گیہوں کھا کر بھی پیٹ بھر سکتا ہے اور دو سرا آدمی گیہوں کو
صاف کر کے چی پر پسواکر آٹا گوند کر توئے پر روٹی لیکا کر کھا تا ہے، پانی ٹھنڈ ااور گرم دونوں طرح کا ہوتا ہے، گرمیوں میں ٹھنڈ اپانی
اور سر دیوں میں گرم پانی اچھالگتا ہے۔ موسم کے لحاظ سے جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے انسان اپنا اختیار استعمال کر کے اسے استعمال

کر سکتا ہے۔ اللہ تعالی نے آگ بنائی تا کہ لوگ کھانا پکا کر کھائیں۔ اگر کوئی آدمی آگ میں ہاتھ ڈالوں تا کہ میر اہاتھ حجلس جائے اور جل

جائے گا، جلنے والا آدمی یہ نہیں کہتا کہ لوح محفوظ پر یہی لکھا ہے میں د کہتی ہوئی آگ میں ہاتھ ڈالوں تا کہ میر اہاتھ حجلس جائے اور جل

#### نماز اور معراج

سوال: جب ہم حضور مَلَّا اَلَّيْمَ عَراج پر تَفَكر كرتے ہيں توبيہ بات واضح نظر آتى ہے كہ واقعہ معراج ميں حضور مَلَّا اَلَّهُ غيب كى دنيا ميں الله تعالى نے حضور كى امت كيليے نماز كا حكم عطافر مايا، حضور كا فرمان ہے دنيا ميں داخل كہ دنيا ميں داخل كہ دنيا ميں داخل كہ دنيا ميں داخل كہ دنيا ميں كى معراج ہے "جب ہم حضور كے فرمان پر غور كرتے ہے تو اندازہ ہو تاہے كہ نماز مومن كو غيب كى دنيا ميں داخل كرديتى ہے ۔ عرض به كہ عام مسلمان بھى نماز كے ذريعے معراج كا شرف حاصل كرليتا ہے ، نيز به عام مومن كى معراج اور حضور مَنَّ اَلَّهُ عَلَيْ كَا مُعراج مِيں كيافرق ہے؟

جواب: حضور اکرم مُنگانِیَّا کارشاد ہے 'نماز مومن کی معراج ہے'، ہم جب معراج کے معانی و مفہوم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ بات آتی ہے کہ معراج دراصل غیب کی دنیا کے انکشاف کا متبادل نام ہے۔ سیدنا حضور مُنگانِیْا کی معراج کے حالات جب ہم پڑھتے ہیں تو ان تمام حالات سے ہمیں غیب میں بینے والی دنیا کا شعور کی طور پر عرفان حاصل ہوتا ہے۔ حضور مُنگانِیا ہما تمام قدروں سے ہٹ کر زمان و مکان کو نظر انداز فرماتے ہوئے جسمانی طور پر مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے، پہلا آسان، دو سرا آسان، تعبر ا آسان، چو تھا آسان، پانچواں آسان، چھٹا آسان، ساتواں آسان، عرش پر قیام فرمایا، آسانوں میں مقیم حضرات سے ملا قات کی، جہاں جنت و دوز خ کے حالات حضور مُنگانِیُو کے سامنے آئے، فرشتوں سے گفتگو ہوئی اور پھر حضور کو معراج میں ایسامقام عطا ہوا کہ جہاں اللہ تعالی اور حضور مُنگانِیُو کے در میان دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیایا اس سے بھی کم، اللہ تعالی نے جو چاہا اپنے بند سے داز و نیاز کی باتیں اللہ تعالی اور حضور مُنگانِیُو کے در میان دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیایا اس سے بھی کم، اللہ تعالی نے جو چاہا اپنے بند سے سے راز و نیاز کی باتیں کی اور ساتھ ہی فرمایا کہ دل نے جو دیکھا جموٹ نہیں ہیں۔



معراج کے اس لطیف اور پر انوار واقعہ سے یہ بات سند کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے کہ معراج کے معنی اور مفہوم غیب کی و نیاسے روشناسی ہے۔ یہ معراج حضور منگالیڈیڈ کی معراج ہے، رسول کریم منگالیڈیڈ اپنی امت کے لیے نماز کو معراج فرماتے ہیں، یعنی جب کوئی مومن نماز میں قیام کر تاہے تو اس کے دماغ میں وہ در یچہ کھل جاتا ہے جس میں سے وہ غیب کی دنیا میں داخل ہو کر وہاں کے حالات سے واقف ہو جاتا ہے۔ فرشتوں کا مشاہدہ کر تاہے، نور کے ہالے میں بند ہو کر ٹائم اینڈ اسپس سے آزاد ہونے کے بعد اس کی پرواز آسانوں کی رفعت کو چھو لیتی ہے اور پھر وہ عرش معلی پر اللہ کے سامنے سر بسجو د ہو جاتا ہے۔ وہ مومن جو نماز میں معراج حاصل کر لیتا ہے اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کی صفات کانور بارش بن کر برستا ہے۔

یہ بات ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ حضور منگا لیکٹی امتی کی معراج روحانی طور پر اللہ تعالیٰ کی صفات تک ہوسکتی ہے، یعنی کوئی امتی نماز کے ذریعے فرشتوں ہے ہم کلام ہوسکتا ہے، جنت کی سیر کرسکتا ہے اور انتہا یہ کہ ترتی کرکے اللہ تعالیٰ کاعار ف بن سکتا ہے، ایسے مومن کو یہ شرف حاصل ہوجاتا ہے کہ وہ عرش و کرسی کو دیکھ لیتا ہے اور اس کی آئیسیں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرلیتی ہیں، کان اللہ تعالیٰ کی آواز س لیتے ہیں اور دل اللہ کی قربت سے آشاہوجاتا ہے۔ حضور صَلَّیْ اَلْیُوْمِ کی معراج جسمانی اور روحانی ہے، اور بہ ایسا علیٰ مقام ہے جو صرف حضور صَلَّیْ اَلْیُوْمِ کی بیت المعمور سے ایسا علیٰ مقام ہے جو صرف حضور صَلَّیْ اِللہ کی قربت ہے۔ حضرت ابر اھیم علیہ السلام کی بیت المعمور تک رسائی ہے، بیت المعمور سے آگے تجابات عظمت، تجابات کبریا، تجابات محمود کے مقامات ہیں۔ تجابات محمود کے بعد مقام محمود ہے اور یہ ہی وہ مقام اعلیٰ ہے جہاں حضور صَلَّیٰ اِللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''ہم نے الیخ بندے سے جو چاہا ہا تیں کی، دل نے جو دیکھا جھوٹ نہ دیکھا (سورۃ نجم)'۔

نمازی حقیقت سے آشا ہونے کے لیے اپنی روح کا عرفان حاصل کرنا ضروری ہے، حضور مگا لیے آگا ارشاد گرامی ہے کہ '
حضوری قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ 'یعنی جب تک نماز میں حضوری قلب نہ ہواور آدمی تمام وسوسوں اور منتشر خیالی سے آزاد نہ ہو
فی الحقیقت اس کی نماز ، نماز نہیں ہے۔ یہ ایساعمل جس کو جسمانی حرکت تو کہا جاسکتا ہے لیکن اس عمل میں روحانی قدریں شامل نہیں
ہوتیں، جب کوئی بندہ روح کی گہر ائیوں کے ساتھ نماز قائم کر تاہے تو اس کے اوپر سے اس دماغ کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے جس دماغ کو
ہم نافر مانی کا دماغ کہتے ہیں، جب کسی بندے کے اوپر سے نافر مانی کے دماغ کی گرفت کمزور ہوجاتی تو اس کے اوپر جنت کے دماغ کا غلبہ
ہوتا ہے اور جنت کا دماغ ٹائم اینڈ اسپیس کی حد بندیوں سے آزاد ہوتا ہے، جب ٹائم اینڈ اسپیس سے آزاد دماغ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی
طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمارے اوپر انوار کا نزول ہونے لگتا ہے اور حالت نماز میں مفروضہ حواس ( Fiction ) سے ہمارار شتہ
منقطع ہوجاتا ہے اور بندہ اللہ کی تجلیات اور انوار میں جذب ہوکر کھوجاتا ہے۔

# علم القلم كياہے

سوال: تصوف کی کتب میں چھ لطائف کا اکثر تذکرہ ملتا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ یہ بتائیں لطیفہ کیا ہو تاہے؟ کیالطیفہ روح کا جزو ہو تاہے یاروح سے علیحدہ کوئی چیز ہے؟ نیزروح اور لطیفہ میں کیار بطہے؟

جواب: اس سے پہلے کہ یہ تشریکی جائے کہ لطیفہ کیا ہوتا ہے؟ اور روح اور لطیفہ میں کیار بط ہوتا ہے؟ یہ ضروری ہے کہ زندگی کی تشریک جیان کی جائے۔ یہ کائنات اپنی شکل وصورت اور ہر ایک حرکت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود تھی۔ جس علم میں کائنات موجود تھی اللہ تعالیٰ کے اس علم کو واجب یا علم القلم کہتے ہیں علم القلم کو ذات کا عکس بھی کہتے ہیں۔ ذات کا عکس اللہ تعالیٰ ک ایک صفت ہے، علم واجب کے بعد اللہ تعالیٰ کی صفات ایک قدم اور تنزل کرتی ہیں تو عالم واقعہ بن جاتی ہے۔ یہ وہ عالم کہلاتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے ظہور تخلیق کا ارادہ فرما یا اور لفظ 'کن' کہہ کر اپنے ارادے کو کائنات کی شکل بخش، دراصل ارادہ ہی ازل کی صامت ہیں، موجودات کی شکل کو روحانیت کی ذیل کو شکل کو روحانیت کی زبان میں علم و حدت، کلیات یا علم لوح محفوظ کہتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ موجودات کا سکوت ٹوٹے اور حرکت کا آغاز ہو تو اللہ تعالیٰ نے موجودات کا موجودات کا شروح ہو گیا اور اس شعور پیدا ہو گیا اور اس شعور نے ذیلیٰ ہم کر اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے کا اقرار کرلیا۔ عالم واقعہ کی پہلی شکل فرد متوجہ ہو گیا اور اس میں شعور پیدا ہو گیا اور اس شعور نے ذیلیٰ 'کہہ کر اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے کا اقرار کرلیا۔ عالم واقعہ کی پہلی شکل خوص۔ اشیائے موجودات میں جب حرکت کی ابتداء ہوئی تو عالم واقعہ کی دوسری شکل کا آغاز ہو گیا، اسی شکل کو عالم مثال یا 'جو 'کہتے ہیں۔

درج بالا تشر تے سے بیہ بات واضح ہوتی ہے کہ مخلوق کی ساخت میں روح کے تین حصے ہوتے ہیں،

1)روح اعظم، ۲)روح انسانی، سر)روح حیوانی۔

روح اعظم علم واجب (علم القلم) کے اجزاسے مرکب ہے، روح انسانی علم واقعہ (لوح محفوظ) کے اجزاسے بنتی ہے، روح حیوانی 'جو'
(عالم مثال) کے اجزائے تر تیمی پر مشتمل ہے۔ روح اعظم کی ابتدالطیفہ اخفیٰ اور انتہالطیفہ خفی ہے، یہ روشنی کا دائرہ ہے جس میں
کائنات کی غیب کی تمام معلومات نقش ہوتی ہیں، یہ ہی وہ معلومات ہیں جو از لسے ابدتک کے واقعات کے متین حقیق کی حیثیت رکھتی
ہیں، اس دائرہ میں مخلوق کی مصلحتوں اور اسر ارکاریکارڈ محفوظ ہے۔ اس کو تصوف کی زبان میں ثابتہ اور عام زبان میں تحت لاشعور
کہتے ہیں۔

روح انسانی کی ابتد الطیفه سرّی ہے اور انتہا لطیفه روحی ہے، یہ بھی روشنی کا ایک دائرہ ہے، اس دائرے میں وہ احکامات نقش ہوتے ہیں جو زندگی کا کر دار بنتے ہیں۔ تصوف میں اس دائرے کانام' اعیان' اور عام زبان میں اسے لاشعور کہتے ہیں۔ تیسر اروح حیوانی کی ابتد الطیفه قلبی اور انتہا لطیفه نفسی ہے، یہ روشنی کا تیسر ادائرہ ہے، اس کانام' جو یہ' ہے، عمومی لفظوں میں اسے شعور کہا جاتا ہے۔

عمل کے وہ دونوں جھے جن میں اللہ تعالیٰ کے احکام کے ساتھ جن وانس کا اختیار بھی شامل ہے اس دائرہ میں جز و در جز نقش ہوتے ہیں۔

روشنی کے تینوں دائرے، تین اوراق کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہوتے ہیں، ان کا مجموعی نام روح، امر ربی، جزولا تجزاء یا انسان ہے۔ لطیفہ اس شکل وصورت کانام ہے جو اپنے خدو خال کے ذریعے معنی کا انکشاف کرتا ہے۔ مثلاً شمع کی لوایک ایسا لطیفہ ہے جس میں اجالا، رنگ، اور گرمی تینوں ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں (ان کی ترتیب سے ایک شعلہ بنتا ہے جو نظر آنے کی ایک شکل کانام ہے) ان تین اجزاء سے مل کرد کھائی دینے والی شکل کانام شعلہ رکھا گیا ہے۔ یہ شعلہ جن اجزاء کامظہر ہے ان میں سے ہر جزو کو ایک لطیفہ کہیں گے۔

لطيفه نمبرا شعله كاأجالا

لطيفه نمبر٢ شعله كارنگ

لطیفه نمبر ۳شعله کی گرمی

ان تینوں لطیفوں کا مجموعی نام شمع ہے۔ جب کوئی شخص لفظ شمع استعمال کرتا ہے تو معنوی طور پر اس کی مر ادتینوں لطائف کی یک جائی صورت ہوتی ہے، دوسر الطیفہ خفی ہے، کی یک جائی صورت ہوتی ہے۔ اس طرح انسان کی روح میں چھ لطیفے ہوتے ہیں، جس میں پہلا لطیفہ اخفیٰ ہے، دوسر الطیفہ خفی ہے، تیسر الطیفہ سرّی ہے، چو تھالطیفہ روحی ہے، پانچواں لطیفہ قلبی ہے اور چھٹالطیفہ نفسی ہے۔ ان چھ لطیفوں کا مجموعی نام روح، انسان، یا امر رئی کہلا تا ہے۔

# سانس اور روحانی علوم

سوال: آپ ہمیں بتائیں کہ روحانی علوم کے حصول میں سانس کی مشقیں کیوں ضروری ہیں اور روحانی طور پر سانس کی کیاا ہمیت ہے؟
جواب: تخلیقی فار مولوں پر غور کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے بیان کر دہ قوانین میں تفکر کیا جائے تواللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ہم اس
متیجہ پر پہنچتے ہیں کہ کائنت میں اور کائنات کے اندر تمام مظاہر ات کی تخلیق دورُ خوں پر کی گئی ہے۔ اس حقیقت کی روشنی میں سانس
کے بھی دورُ خ متعین ہیں، ایک رُخ یہ کہ آدمی سانس لیتا ہے اور دوسر ارُخ یہ کہ سانس باہر نکالا جاتا ہے۔ تصوف کی اصطلاح میں
گہر ائی میں سانس لیناصعودی حرکت ہے اور سانس کا باہر نکالنا نزولی حرکت ہے، صعود اِس حرکت کانام ہے جس میں تخلیق کاربط براہ
راست خالق سے قائم ہے اور نزولی اِس حرکت کانام ہے جس میں بندہ ٹائم اینڈ اسپیس کا یابند ہے۔



جب یجھ نہ تھا، اللہ تھا، جب اللہ نے چاہا بشمول کا ئنات ہمیں تخلیق کر دیا، تخلیق کی بنیاد (Base) اللہ کا چاہناہے، اللہ کا چاہناہے، اللہ کا چہنا اللہ کا ذہمن ہے، مطلب یہ ہوا کہ ہمارااصل وجو داللہ کے ذہمن میں ہے، قانون یہ ہے کہ جب تک شئے کی وابستگی اصل سے بر قرار نہرہ ہے کوئی شئے قائم نہیں رہ سکتی۔ اِس وابستگی کا قیام مظہر اتی خدو خال میں صعودی حرکت سے قائم ہے۔ اِس کے بر عکس ہماراجسمانی تشخص بھی ہے اس جسمانی اور مادی تشخص کی بنیاد نزولی حرکت ہے۔

پوری کائنات اور اس کے اندر تمام مظاہر ات ہر لمحہ اور ہر آن ایک سر کل (Circle) میں سفر کررہے ہیں اور کائنات میں ہر مظہر ایک دوسرے سے آشا اور متعارف ہے۔ تعارف کا بیہ سلسلہ خیالات پر بہنی ہے۔ سائنس نے آپس میں تبادلہ خیال اور رشتہ کو توانائی کانام دیا ہے۔ سائنس کی روسے کائنات کی کوئی شئے خواہ وہ مرئی ہو یاغیر مرئی کلیتاً فنا نہیں ہے، ان کا کہناہے کہ مادہ مختلف وائیوں میں نقل مکانی کرکے توانائی بن جاتا ہے اور توانائی روپ بدل بدل کر سامنے آتی ہے۔ مکمل موت کسی پر وارد نہیں ہوتی۔ تصوف میں توانائی کوروح نام دیا گیا ہے۔ روح کو جو علم ودیعت کر دیا گیا ہے وہ بی خیالات، تصورات اور احساسات بتا ہے۔ یہ خیالات اور تصورات اہر وں اور شعاعوں کے دوش پر ہمہ وقت، ہر لمحہ اور ہر آن مصروف عمل رہتے ہیں اگر ہماراذ ہن ان لہروں کو پڑھنے اور ان کو حرکت و سینے پر قدرت حاصل کرلے تو ہم کائنات کے تصویر خانوں میں خیالات کے ردوبدل سے و توف حاصل کر کے اپنے خیالات دوسروں تک پنجاسکتے ہیں۔ اِس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس سانس کے اوپر کنٹر ول حاصل کر لیس جو صعود کی حرکت ہے۔

سانس کا گہر انی میں جانالا شعور اور سانس کا گہر انی سے مظاہرہ کی سطح پر آنا شعور ہے۔ شعوری زندگی حرکت میں ہوتی ہے تو لا شعوری زندگی پر دے میں چلی جاتی ہے اور لا شعوری زندگی میں شعوری حرکات مغلوب ہو جاتی ہے۔ماورائی علوم سے آشنا ہونے کے لیے لا شعوری تحریکات سے باخبر ہو ناضر وری ہے اور بیاس وقت ممکن جب گہر انی میں سانس لینے پر اختیار حاصل ہو جائے اور ہمارے اندر مرکزیت اور توجہ میں صلاحیتیں بروئے کار آجائیں۔ یادر کھیں ہمارے انر میں نصب شدہ انٹینا (Antena) اسی وقت پچھ نشریات قبول کرنے کے قابل ہو تا ہے جب ذہن میں توجہ اور مرکزیت کی صلاحیتیں وافر مقدار میں موجود ہوں۔ ان صلاحیتوں کا ذخیرہ اس وقت فعال اور متحرک ہو تاجب ہم اپنی تمام تر توجہ کیسوئی اور صلاحیتوں کے ساتھ صعودی حرکت میں ڈوب جاتے ہیں۔

ماورائی علوم سکھنے کے لیے مضبوط اعصاب اور طاقتور دماغ کی ضرورت ہے۔ اعصاب میں کچک پیدا کرنے، دماغ کو متحرک رکھنے اور قوت ارادی کو بڑھانے کے لیے سانس کی مشقیں بے حد کارآ مد اور بے حد مفید ہیں۔ جب کوئی مبتدی سانس کی مشقوں پر کھنے اور قوت ارادی کو بڑھانے کے لیے سانس کی مشقیں بے حد کارآ مد اور جو حد مفید ہیں۔ جب کوئی مبتدی سانس کی مشقوں ہوتا ہے۔ کنٹر ول حاصل کرلیتا ہے تواس کے دماغ کے اندر باری ترین ریشوں اور خلیوں (Cells) کی حرکات اور عمل میں اضافہ ہوتا ہے۔ از (Inner) میں سانس روکنے سے دماغی خلیات چارج ہوجاتے ہیں، جو انسان کی خفیہ صلاحیتوں کو بیدار، اُبھر نے اور پھلنے پھولنے کے لیے بہترین مواقع فر اہم کرتے ہیں۔



#### انالله واناالبه راجعون

سوال: جالند هر سے پنڈت کرش کمار پاٹھک نے اپنے خط میں مجھ سے سوال دریافت کیا ہے کہ "زندگی کے مقام اور حالات کہاں چلے جاتے ہیں؟"میں انہیں لکھ دیا ہے مجھ میں اتنی قابلیت نہیں جو اس موضوع پر کچھ کہہ سکوں، البتہ قبلہ خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کر سکتا ہوں، جیسا جو اب آئے گا تحریر کر دونگا، یہاں تھوڑا ساعرض کرنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ اگر اس کا جو اب یہ دیا جائے کہ "وقت کی بساط پر" تو وقت خود انسانی ذہن کی پیداوار ہے۔ آپ ذرا تفصیل سے اس پر روشنی ڈالیس اور اشاعت میں شامل جائے کہ "وقت کی بساط پر" تو وقت خود انسانی ذہن کی پیداوار ہے۔ آپ ذرا تفصیل سے اس پر روشنی ڈالیس اور اشاعت میں شامل فرمائیں تاکہ اور لوگ بھی مستفید ہو سکیں۔

جواب: حیات کیاہے؟ بڑے بڑے مفکرین، دانشور اور سائنسدان جن کے سرول پر دور حاضر کے گونا گول ترقیوں اور عروج کا تاج
ہے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے طفل کمتب نظر آتے ہیں۔ جب ہم صحائف انبیاء اور الہامی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں بھی
ہمیں اس نقطے کی ہی مختلف طرح سے تشریحات اور وضاحت بنیادی حیثیت میں نظر آتی ہے۔ ان لاریب کتابوں کا اصل موضوع
حیات اور زندگی ہی ہے۔ زندگی کیاہے؟،اس کی ابتداء اور اس کا ظہور کس طرح ہو تاہے؟ اور یہ معدوم ہوکر کس طرح اپنے انجام کو
ہمینی صدافسوس کہ مذاہب کے پیروکاروں نے ان الہامی کتابوں کے اصل مقصد" روحانیت "کے حصول کی بجائے ان کی
تعلیمات کو توڑ مروڑ کر بیش کیا ہے تا کہ عام لوگوں کا ان تعلیمات کی حقیقت تک پہنچنا ایک مسئلہ لا پنجل بن گیا۔ مثلاً مذہب کے پیروکاروں نے پیدائش اور موت کے بعد زندگی کو آواگون کا مسئلہ بنادیا ہے۔

کچھ مذہبی مولویوں نے انہی الہامی کتابوں کے حوالے سے اللہ کی الرحمٰن الرحیم ذات کو ڈر و خوف ، سزا اور عذاب کا (Symbol) یاعلامت بنادیا ہے۔ انہی ناقص اور محدود سوچ کے حامل لو گوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے مخلوق خدا، ایک خدا اور رسولوں کی ایک ہی تعلیمات پر جمع اور متحد ہونے کی بجائے مختلف مذاہب، فرقوں اور گروہوں میں بٹتی چلی گئی۔ لیکن ایک وقت ایسا ضرور آئے گاجب اقوام عالم کسی ایک نقطے پر متحد ہونے پر مجبور ہوگی اور وہ نقطہ "قر آئی واحدت "کاہوگا۔

اب آیئے اصل بات کی طرف آتے ہیں، بات یہاں سے شروع ہوئی تھی کہ پیدا ہونے کے بعد جن حالات سے زندگی گزرتی ہے وہ کہاں چلے جاتے ہیں؟ اور اگریہ کہا جائے کہ حالات اور اعمال وحرکات وقت کی بساط پر رواں دواں ہیں تو وقت کی کیا حیثیت ہے؟۔ آسانی تنابوں کے نقطہ نظر سے اللہ تعالیٰ نے وقت، حالات وزندگی کے دورُخ متعین کئے ہیں۔ ایک رُخ اعلیٰ اور دوسر ا رُخ اسفل ہے۔ ہم جب اعلیٰ اور اسفل میں تفکر کرتے ہیں تو یہ بات مکشف ہوتی ہے کہ اعلیٰ اور اسفل دونوں رُخوں میں عمل کی حیثیت ایک ہی ہے، صرف نیت کے کسی عمل یا کر دار کو اعلیٰ اور اسفل قرار دیاجاتا ہے۔ آسانی کتاب قرآن مجید میں اعلیٰ اور اسفل دونوں زندگیوں کو دسمت کی کیا ہے، دونوں زندگیوں کو دسمت کی بیا ہم جب اللہ توم"، نوشتہ کتاب کہا گیا ہے۔ ترجمہ "آپ کیا سمجھے علین (اعلیٰ زندگی)، سجین (اسفل زندگی) کیا ہے، ایک لکھی ہوئی کتاب "۔ موجودہ دور سائنسی ایجادات کا دور ہے، نوشتہ کتاب کواگر سائنسی علوم کی روشنی میں "فلم "کانام دیں تو مسئلہ ایک لکھی ہوئی کتاب"۔ موجودہ دور سائنسی ایجادات کا دور ہے، نوشتہ کتاب کواگر سائنسی علوم کی روشنی میں "فلم "کانام دیں تو مسئلہ



آسانی کے ساتھ سمجھ میں آجاتا ہے، آسانی کتابوں کے ساتھ ساتھ جو ہاتیں پیغیبروں نے وضاحت سے بیان کی ہیں ان سے بھی مسکلہ روشن اور واضح ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم مُنَّالِيَّا کِمَا ارشاد ہے" زمانے کو برانہ کہو، زمانہ (وقت، حالات، زندگی) اللہ ہے"۔

اب اس مختصر تمہید کے بعد اس بات کو عام فہم زبان میں اس طرح کہا جائے گا کہ زندگی، حیات قبل از زندگی اور بعد از موت مقام اور حالات 'کتاب المرقوم'' نوشتہ کتاب یا ایک فلم ہے۔ بات کچھ یوں بن کہ کا کنات میں جو کچھ ہو چکا ہے، جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب کا سب لوح محفوظ پر نقش ہے، ان نقوش (Film) کو جب اللہ تعالیٰ کی بخلی فیڈ کرتی ہے تو ہیہ نقوش مختلف اسکرین پر متحرک ہوجاتے ہیں، غور طلب بات ہیہ کہ لوح محفوظ پر زمان و مکان کی کیفیت یہ نہیں جو کیفیت ہم ارض مختلف اسکرین پر متحرک ہوجاتے ہیں، غور طلب بات ہیں ہے کہ لوح محفوظ سے نزول کرنے والے نقوش لوح دوئم اور برزخ سے گزر کرع ش پر متحرک ہوجاتے ہیں۔ ارض یاز بین پر قابل تذکرہ مخلوق انسان ہے۔ روحانی نقطہ نظر سے جب ہم انسانی تخلیق کا تجربیہ کر کرع ش پر متحرک ہوجاتے ہیں۔ ارض یاز بین پر قابل تذکرہ مخلوق انسان ہے۔ روحانی نقطہ نظر سے جب ہم انسانی تخلیق کا تحورات اور احساسات کے نقوش بنتے ہیں، تبیر کی بساط پر مظاہر است خدوخال کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ جس طرح ان نقوش کا تصورات اور احساسات کے نقوش دوبارہ تین بساط سے گزر کر لوح محفوظ ہیں چلے جاتے ہیں۔ یعنی زندگی کے مقام اور حالات، پیدائش نور موت سب ایک فلم (لوح محفوظ ) پر ہے جو مسلسل اور متواتہ چل رہی ہے۔ جن صاحب دل لوگوں کو روحانی نقطہ عروج نصیب ہوجاتا ہے وہ اِس بات کو مشاہد آئی طور پر دیکھ لیتے ہیں کہ ''اناللہ واناالیہ راجعون'' یعنی ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کی طرف

#### روحانیت اور استدراج

سوال: مشاہدہ میں بیہ بات آئی ہے کہ عام آدمی روحانیت اور استدراج کو ایک ہی طرز سمجھتا ہے، میں نے کئی روحانی طلبہ کو صاحب استدراج کی محفلوں میں بیٹھے ان کی خدمت کرتے دیکھا ہے، محض غیب بینی کی جستجو میں۔ آپ اپنے کالم میں اگر روحانیت اور استدراج میں فرق کو بیان فرمادیں تولوگ نج جائیں گے۔

جواب: تمام مخفی علوم کو سیحضے ، سیکھنے اور ان علوم سے استفادہ کرنے کی دوطر زیں ہیں۔ ایک طرز کانام رحمانی طرز ہے اور دوسری استدراج ہے، اگر علم کی معنوی حیثیت تخریب ہے تووہ شیطنت ہے۔ حق اور شیطنت دونوں کا تعلق طرز فکر سے ہے۔ رحمانی اور شیطانی دونوں گروہوں کی طرز فکر اور کلمہ طریق جدا جدا ہیں۔ کلمہ طریق طرز فکر کو متحرک کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جب طرز فکر متحرک ہوجائے تو چھٹی حس بیدار ہو کر غیب بینی کی صلاحیت بیدار ہوجاتی ہے۔



چونکہ رحمانی طرز فکرسے تعلق رکھنے والے بندے ، علم نبوت کے کلمہ طریق کے زیر اثر ہوتے ہیں اس لیے ان کی غیب بنی کا تصرف مستقل ہو تا ہے۔ مستقل سے مرادیہ ہے کہ جب تک صاحب تصرف اس چیز کوخود نہ ہٹائے وہ نہیں ہے گی اور علم نبوت انسان کو غیب بنی کی حدول سے گزار کر اللہ تعالیٰ کی معرفت تک پہنچادیتا ہے۔ اس کے برعکس شیطنت کے کلمہ طریق کے زیر اثر لوگوں کا علم مستقل نہیں ہو تا اور اس کا اثر فضاء کے تاثر ات بدلنے سے خود بخو د ضائع ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ استدراج کا علم محض غیب بنی تک محد ودر ہتا ہے اور استدراج کے زیر اثر جو کچھ ہو تا ہے أسے جادو کہتے ہیں۔

## مقناطيسيت كياہے؟

سوال: مقناطیسیت کیاہے؟ آنکھوں میں مقناطیسی اثر پیدا ہونے سے کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

جواب: ہم جب کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو وہ چیز ، اِس کے اندر معنویت ہمارے اوپر آشکار ہو جاتی ہے۔ کسی چیز کی معنویت کا اشکار ہو نادراصل انسانی دماغ میں سے شک کی اہر ول کا ختم ہو نا اور یقین کی اہر ول کا استحکام پانا ہے۔ شک سے مر اد انسانی ذہن کے اندر سے منفی روشنیوں کی اہر ول کا ذخیر ہونا ہے۔ مثبت روشنیوں کا ذخیر ہونا اور یقین سے مر اد مثبت روشنیوں کا ذخیر ہونا ہے۔ مثبت روشنیوں کا ذخیر ہونا اور کسی طاقت یا توانائی دیتا ہے جس سے ذہنی مرکزیت جس میں دلچیسی بھی ہوتی ہے اور کسی طاقت یا توانائی دیتا ہے جس سے ذہنی مرکزیت واس کیفیت کانام "مقناطیسیت "رکھاجاتا ہے۔

آدمی دراصل نگاہ ہے، نگاہ یابصارت جب کسی شئے پر مر کو زہوجاتی ہے تواس شئے کو اپنے اندر جذب کر کے دماغ کی اسکرین پر لے آتی ہے۔ کسی شئے کو جذب کرنے ہے، ہی مقناطیسیت پیداہوتی ہے اور الیامقناطیسی دماغ اس چیز کو دیکھتا، محسوس کر تا اور اس معانی پہنا تا ہے۔ جب نگاہ میں مقناطیسیت کا یہ وصف دماغ میں پیوست ہوجا تا ہے اور دماغ کی پیوشگی، ذہنی انتشار کو ختم کر دیتی ہے میں معانی پہنا تا ہے۔ جب نگاہ میں مقناطیسیت کا یہ وصف دماغ میں بیوست ہوجا تا ہے اور دماغ کی پیوشگی، ذہنی انتشار کو ختم کر دیتی ہے حرکت توشئے کی حرکت اور معنویت بندے کے اختیار اور تصرف میں آجاتی ہے۔ مقناطیسی وصف کا حامل بندہ شئے کو جس طرح چاہے حرکت دے سکتا ہے۔ ایبابندہ اپنے اندر قوت ارادی کو جنم دیتا ہے اور قوت ارادی سے انسان جس طرح چاہے کام لے سکتا ہے۔ مثلاً ایسابندہ ڈر، خوف، شک، حسد، طمع، نفر ت، حقارت، غرور، تکبر اور خود نمائی کی نفی کر دیتا ہے اور اس کے بر عکس محبت، ایثار، یقین، انکساری، خوش گفتاری کی طرزوں کو اپنالیتا ہے۔

#### وحدت الوجو د

سوال: وحدت الوجو د کے کہتے ہیں اور اس سلسلہ میں آپ کانقطہ نظر کیاہے،؟



جواب: ابدال حق قلندر بابا اولیار حمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اول ذات باری تعالیٰ ہے اور باری تعالیٰ کا ذہن علم واجب کہلا تا ہے۔
واجب میں کا کتات کا وجود اللہ تعالیٰ کے ارادے کے تحت موجود تھا، جب اللہ تعالیٰ نے اس کا مظاہرہ پہند فرمایا تو تھم دیا 'کن' یعنی
حرکت میں آجا۔ چنانچہ بشکل کا کتات واجب میں جو کچھ موجود تھا اس نے پہلی کروٹ بدلی اور حرکت شروع ہوگئے۔ پہلی حرکت توبہ
تھی موجودات کے ہر فرد کو اپنا اوراک ہوگیا۔ موجودات کے ہر فرد کی فکر میں بیہ بات آئی کہ میں ہوں، بیا انداز فکر ایک محسویت اور
گشدگی کا عالم تھا، ہر فرد ناپید اکنار دریائے توحید کے اندر غوطہ زن تھا۔ ہر فرد کو اتنا احساس تھا میں ہوں، کہاں ہوں، کیا ہوں، کیا ہوں، کسل طرح ہوں، اس کا کوئی احساس نہ تھا۔ اس عالم کو عالم وحدت الوجود کتبے ہیں۔ اس عالم کو اہل روحانیت محض وحدت کانام بھی دیتے
ہیں۔ یہ وحدت، وحدت باری تعالیٰ ہر گز نہیں ہے۔ کیو نکہ باری تعالیٰ کی کسی صفت کو الفاظ میں بیان کر پانانا ممکن ہے۔ یہ وحدت ذہن انسانی کی ایسی اختراع ہے۔ جو صرف انسان کے محدود دائرہ فکر کا مظاہرہ کرتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی کسی لا محدود وصف کو صفح طور پر
بتانے سے قطعی کو تاہ اور قاصر ہے۔ بینا ممکن ہے کہ کسی لفظ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی صفت کا مکمل اظہار ہو سکے۔ جب کوئی انسان لفظ وحدت الوجود استعال کر تا ہے تو س کے معنی یہ نگلے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بیاں تک سمجھا ہے۔ بالفاظ دیگر وحدت کا مفہوم انسان کہ اپنی حدود سے۔ ان اس قتم کی توصیفی حدول سے بہت ارفع اور اعلیٰ ہے

# نا قص العقل

سوال: بعض خاص وعام مر دحفرات کی تحریروں میں پڑھا ہے اور کہتے بھی سُناہے کہ عورت ناقص العقل ہوتی ہے، اس لیے اس کووہ مقام حاصل نہیں جو مر دوں کو حاصل ہے، مثلاً انبیاء اور اولیاء کی جماعت عور توں سے خالی ہے، مذہبی لوگ عورت کو روحانی ترقی میں ُرکاوٹ سبھتے ہیں، عورت کی گواہی پوری تسلیم نہیں کی جاتی وغیرہ وغیرہ ۔ سوال میہ ہے کہ کیا یہ با تیں صبحے ہیں؟ روحانیت مر دذات کے لیے کیوں مخصوص ہے؟ خوا تین روحانیت کیوں نہیں حاصل کرسکتی؟

جواب؛ جب کسی مسلے کا تجزیہ کیا جاتا ہے تو بہت ہی الی باتیں شعور کی سطح پر ابھر کر سامنے آتی ہیں جن کا اگر تجزیہ کیا جائے تو بہت تلخ حقائق سامنے آتے ہیں۔ عفت وعصمت کا تذکرہ آتا ہے تو وہاں عورت اور صرف عورت زیر بحث آتی ہے، کیام د کو عفت وعصمت کے جو ہر کی ضرورت نہیں ہے۔ عورت کے تقدس کو یہ کہہ کر پامال کیا جاتا ہے کہ وہ کمزور ہے، عقل و شعور سے اس کا کوئی واسطہ نہیں، علم ہنر کے شعبے میں اب تک عورت کو عضو معطل بنا کر پیش کیا جاتا رہا ہے، دانشوار، واعظ، گدی نشین حضرات کچھ ایسے تا ثرات بیان کرتے ہیں کہ جن سے عورت کا وجو د بہر حال مردسے کم تر ظاہر ہوتا ہے۔



قرآن کہتاہے کہ اللہ نے ہر چیز جوڑے جوڑے بنائی، مذہب کہتا ہے کہ عورت کو مرد کی اُداسی کم کرنے اور دل خوش کرنے کے لیے پیداکیا گیا ہے۔ بلاشہ یہ کھلی ناانصافی اور احسان فراموشی ہے۔ دنیاوی علوم سے آراستہ دانشواروں کا یہ وطیرہ کم عقلی پر مبنی قرار دیاجاسکتا ہے، مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ روحانی علوم کے میدان میں بھی عورت کو نظر انداز کیا گیا ہے تواعصاب پر موت کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ سیکٹروں سال کی تاریخ میں مشہور و معارف اولیاء اللہ کی فہرست پر نظر ڈالی جائے تو صرف ایک عورت کی نشاندہی ہو تی ہے اور اِسے بھی آ دھا قلندر کہ کر اس کی بے حرمتی کی گئی ہے۔ سوال بیہ ہے کہ کیا عورت اور مرد کے اندر الگ الگ روحیں کام کرتی ہیں؟ کیاروح بھی ضعف اور کمزور ہوتی ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو عورت کی روحانی اقدار کو کیوں مجوب رکھا گیا۔ مردوں کی طرح ان خوا تین کا تذکرہ کیوں نہیں کیا گیا جو اللہ کی دوست ہیں۔؟

وہ کون کی صفات ہے جو قر آن میں مر دول کے لیے بیان ہوتی ہیں اور عور تول کو ان سے محروم رکھا گیاہے؟ اللہ تعالیٰ مر د اور عور تول کی یکسال صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ " تحقیق مسلمان مر د اور مسلمان عور تیں، ایمان والے مر د اور ایمان والے مر د اور قر آن پڑھنے والے مر د اور قر آن پڑھنے والے عرر تان پڑھنے والی عور تیں، سچ بولنے والے اور سچ بولنے والیال، عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیال، خیر ات دینے والے اور خیر ات دینے والیال، روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیال، گہبانی کرنے والے این شرم گاہ کی اور نگہبانی کرنے والیال، اللہ کو یاد کرنے والے اور اللہ کو یاد کرنے والیال تیار کیاہے اللہ نے واسطے ان کے بخشش اور اجر بڑا" سورۃ الحجر ات۔

صرف یہ بی نہیں بلکہ اللہ نے اکثر عور توں کاذکر قر آن کریم میں متعدد مقامات پر کیا ہے، چنانچہ سورۃ النہاء، سورۃ الانبیاء،
سورۃ آل عمران میں حضرت مریم گاذکر خیر موجود ہے۔ سورۃ طہ میں حضرت موسی کی بہن کاذکر اس انداز میں کیا گیا ہے کہ انہوں
نے اپنی خوش تدبیری سے اپنی والدہ کو حضرت موسیٰ کی پرورش کے لیے شاہی محل میں پہنچادیا۔ (توریت میں حضرت موسیٰ کی بہن کو
نہیہ قرار دیا گیا ہے) اسی طرح سورۃ القصص، سورۃ تحریم میں حضرت آسیہ گاذکر، سورۃ ہو دمیں حضرت سارۃ کو حضرت ابراھیم گی اہل
بیت اور سورۃ نساء میں حضور سرورکا کنات مُلی گیا گھم کی از دواج مطہر ات کو قر آن پاک نے خود مخاطب کیا ہے،۔ آج سے ڈیڑھ دو ہزار
سال قبل ہادی برحق مُلی گیا گیم نے عورت کی عظمت کا بر سرعام اعلان کیا اور اسے ہر جگہ اور ہر مقام اور ہر کھاظ سے مرد کے برابر اور
مساوی حقوق کا حق دار ٹھر ایا ہے۔

نبی آخر الزمان مُگافِیْنِم کی رسالت برحق کے سلسلے میں سب سے پہلے ایک عورت حضرت خدیجہ گی گواہی کو معتبر مانا گیا۔
مسلمانوں کو تیم کی سہولت حضرت عاشہ صدیقہ گی بدولت حاصل ہوئی۔ واقعہ افک میں خود اللہ تعالیٰ نے ان کی بریت کے لیے آیات
مالزل کیں۔ اسلام کی پہلی شہیدایک خاتون سمیہ تھی۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت محمد مُگافِیْنِم پر اتر نے والے قر آن نے تاریخ کی
مظلوم ترین عورت والدہ یسوع مسیح حضرت مریم کو وہی تقدس عطا کیا جو ابراھیم ، یونس ، ھود اور یوسف کو دیا اور جس طرح ان کے
تذکرے سے مزین سور تیں ان کے نام سے منسوب ہیں، اسی طرح جس سورۃ میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کاذکر کیا گیا ہے اس



کانام سورۃ مریم ہے۔اگر قر آن میں عورت کامقام مر دسے کم ہو تااور اسکی بزرگی اور عظمت مر دے مساوی نہ ہوتی تو قر آن پاک کی ۔ یہ سورۃ مریم کی بجائے حضرت عیسیٰ کے نام سے منسوب کی جاتی۔

حضرت خدیجہ الکبری غار حراکی کیفیات و واردات میں اگر حضور مَنَافَیْنِم کی دل جوئی نہ کرتیں تو پچھ نہیں کہا جاسکتا اس گھبر اہٹ کی صورت کیاہوتی۔ خولہ بنت ازور عورت تھیں لیکن ان کی شمشیر خار شگاف بڑے بڑے جیالوں کا پیتہ پانی کر دیتی تھی۔ یہ کھبر اہٹ کی صورت کیاہوتی۔ خولہ بنت ازور عورت تھیں لیکن ان کی شمشیر خار شگاف بڑے بڑے جیالوں کا پیتہ پانی کر دیتی تھی۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیاوی معاملات میں کوئی عورت مر دے بر ابر ہوسکتی ہے مگر روحانی صلاحیتوں اور ماورائی علوم میں وہ مر دوں سے کہ تاریخ نے عورت کے اس معاملے میں انتہاہی بخل سے کام لیا ہے۔ اس کی وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ کاغذاور قلم پر ہمیشہ سے مر دوں کی اجارہ داری قائم ہے۔

عورت مرد کا نصف حصہ ہے، جس کے خون ایک ایک ایک قطرہ مرد کا ایک عضوبین جاتا ہے۔ یہ عورت وہ عورت ہے جو پنیمبروں ک
ہے جو اپنے اندر تخلیقی فار مولوں سے دماغ کے بارہ کھر ب خلیوں (Cells) کو جنم دیتی ہے، یہ عورت وہ عورت ہے جو پنیمبروں ک
ماں ہے، یہ عورت وہ عورت جو مردکی روح کے لیے زندگی میں کام آنے والی تو انائی (Enrgy) کے تانے بانے سے جسمانی خدوخال
کالباس تیار کرتی ہے، یہ عورت وہ ماں ہے جو نوماہ اور دوسال تک اپناخون جگر بیچ کے اندر اُنڈ لتی رہتی ہے۔ یہ کیسی بد نصیبی اور ناشکری
ہے کہ وہ بی مردجس کی رگرگر میں عورت کی زندگی منتقل ہوتی رہتی ہے، مرداس کو تفر ت کا ذریعہ سمجھتا ہے اور مردوں سے مقام
میں کمتر ثابت کرنے کے لیے ایڑھی چوٹی کا ذور لگا تا ہے۔ بے روح معاشر ہ نے عورت کو مرد کے مقابلے میں ایسا کردار بنادیا ہے جس
کو دیکھ کرندامت سے گردن جھک جاتی ہے، بائے یہ کیسی بے حرمتی ہے اس ہستی کو جس نے اپناسب پچھ تے کر مردوں کو پروان

قر آن پاک کے ارشاد اور نبی مکرم مُنگائیڈ کی احادیث اور ظاہری وباطنی مشاہدہ اور تجربے کی بنیاد پر بیہ بات سورج کی طرح روشن ہے کہ جس طرح مرد کے اوپر روحانی واردات مرتب ہوتی ہے اور وہ غیب کی دنیا میں داخل ہو کر اللہ نشانیوں کامشاہدہ کرتا ہے، اسی طرح عورت بھی روحانی دنیا میں ارتقائی منزل طے کر کے مظاہرہ قدرت کا مطالعہ اور قدرت کے ظاہری وباطنی اسرار و رموز سے اپنی بصیرت اور تدبیر کی بناء پر استفعادہ حاصل کرتی ہے۔ عورت اور مرد کی روحانی صلاحیتیں مساوی ہیں۔ روحانی علوم کے سلسلے میں عورت اور مرد کا امتیاز برقرار نہیں رکھا جاسکتا۔ مرداور عورت کے اندر ایک ہی روح کام کرتی ہے۔ عورت کے اندر وہ تمام صلاحیتیں اور صفات موجود ہیں جو قدرت نے مرد کو ودیعت کی ہیں۔ جب ایک عورت رابعہ بھری بن سکتی ہے تو دنیا کی تمام عور تیں ایپ اندر اللہ کی دی ہوئی روحانی صلاحیتوں کو بیدار کرکے ولی اللہ بن سکتی ہے۔

## ماضي اور مستقبل كامشاہدہ

سوال: آپ کی تحریروں میں کہیں پڑھاہے کہ بعض حالات صلاحیتوں کے بیدار ہونے کہ صورت میں انسان لا کھوں سال پہلے اور بعد کے واقعات کامشاہدہ کر سکتا ہے ، ہمارے لیے یہ انکشاف بڑا عجیب وغریب اور جیرت انگیز ہے۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے بھلالا کھوں سال پہلے اور بعد کے واقعات کو کس طرح دیکھا جاسکتا ہے۔اس کی تفصیلاً وضاحت فرمائیں؟

جواب: مشاہدہ کا اصل مبداء اور سرچشمہ یقین ہے۔ ہماری بدقتمتی اور بڑا المیہ بیہ ہے کہ ہمارا یقین اس قدر کمزورہے کہ ہم اپنے سامنے دیکھنے کی بجائے پیچے دیکھناہو تاتو آ تکھیں پیشانی کی بجائے سرکے دیکھنے کی بجائے پیچے دیکھناہو تاتو آ تکھیں پیشانی کی بجائے سرک پچھلے ھے میں ہو تیں، ہمارے تمام ترعقائد، نظریات، روایات اور طرز فکر کی بنیاد ماضی پر ہے۔ جہاں کہیں ہمیں ضرورت پیش آتی ہے، جہاں کہیں ہماراذ ہن انگاہے، جہاں کہیں ہمارے قدم لڑکھڑاتے، ہم بجائے اس کے کہ جو پچھ ہماری آ تکھوں کے سامنے موجود یا ہمارے علم اور تجربے اور مشاہدے میں ہیں اس کی روشنی میں نتائج اخذ کریں ہم ماضی اور اپنے بزرگوں کے تجربات سے استفادہ کرتے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے تجربات اپنی محدود اور مخصوص طرز فکر سے جو نتائج اخذ کئے ہیں، اس سے قطع نظر صیح یاغلط ان پر بلا سوچے سمجھے یقین کر لیتے ہیں۔

جس کا نتیجہ یہ نکتا ہے ہماری اپنی آزاد سوچ اور طرز فکر پر شدید ضرب لگتی ہے جس کالاز می نتیجہ یقین کے متاثر ہونے کی صورت میں نکتا ہے۔ یقین ہی کے کمزور ہونے کی وجہ سے ہم کسی چیز کے بارے میں شک و شبہات ، توہات اور طرح طرح کے وسوسوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔ غلط طرز فکر ، فرسودہ روایات اور ہے سر ویا نظریات ، ذہنی انتثار ، قلبی اضطراب کا باعث بنتے ہیں۔ یہی انتثار واضطراب ، دل و دماغ کا تضاد ، انسان کے اندر خواہیدہ ، ماورائی حواس ، لاشعوری صلاحیتوں کو پہلے مجر وح پھر آہت ہے آہت معدوم کر دیتا ہے۔ قر آن پاک کے قانون کے مطابق قدرت نے ہر چیز کو دورُخوں پر پیدا کیا ہے۔ اس قانون کی روسے انسانی ذہن کے بھی دورُخ ہیں ، شعور اور لاشعور۔ ان دونوں رُخوں کی صلاحیتیں اور دائرہ عمل الگ الگ ہیں شعور کی ذہن اور صلاحیتوں کا رُخ مادے کی طرف ہے اور اس کا مظاہرہ مادی و نیا تک محدود ہے ، لیکن لاشعوری ذہن اور صلاحیتوں کا رُخ اس کے بر عکس ہے اور مظاہرہ مادے کے ماورائی علوم جس کا تعلق شعور سے پس پر دہ خواہیدہ لاشعوری طافت اور صلاحیت سے ہے سکھنے کی صلاحیت ہر انسان کے اندر و دیعت کر دی ہے۔ اپنے اندر چھی ہوئی ان خواہیدہ صلاحیتوں کو بیدار کر کے انسان لاکھوں سال پہلے یا بعد کے واقعات کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔

سائنس نے تو بہر حال ثابت کر دیاہے کہ آدمی ہز اروں میل دور رہنے والے دوستوں اور عزیزوں سے بغیر کسی مادی وسلے کے ہم کلام ہو سکتا ہے۔ لیکن آج سے سوسال پہلے یہ انکشاف بڑا عجیب اور مضحکہ خیز تھا۔ اس کی مثال یوں ہے کہ ہمارے سامنے کوئی تاریخی لندن ٹاور کا تذکرہ کر تاہے تو ایک لمحہ کے دسویں حصہ میں پورالندن ٹاور ہماری نظر وں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔ جب ہم کوئی تاریخی



واقعہ پڑھتے یاسنتے ہیں تو ہم اس واقعے کو تمام جزویات کے ساتھ اپنے ذہن کی اسکرین پر زندہ اور متحرک دیکھتے ہیں۔ بساوتت جب ہمارے سامنے کسی پھول کا نام آتا ہے تو نہ صرف ہمارے ذہن کی اسکرین پر اِس کی شکل وصورت ابھرتی ہے بلکہ ہم اِس کی مہک کو بھی محسوس کرتے ہیں۔

ہزاروں میل دورواقع لندن ٹاور کو کس آنگھنے دیکھا؟ صدیوں پر انے ان واقعات کے مناظر کس طرح ذہن کی اسکرین پر زندہ اور متحرک ہوگئے؟ حواس نے کس طرح پھول کی مہک کو محسوس کیا؟ آخر بیسب کس طرح ممکن ہواہے؟ ارادہ یقین کا محض ایک یونٹ ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں موجو داس یونٹ کا علم رکھنے والے ایک بندے نے ہزاروں میل دور سے چشم زدن میں تخت بلقیس کو دربار سلیمانی میں حاضر کر کے سب کو حیرت ذدہ کر دیا تھا۔ یہ واقعہ قرآن میں موجو دہ یہ کس طرح ممکن ہوا؟ اگر ہم اپنے اندر چھی ہوئی ماضی اور مستقبل بینی کی صلاحیت کے اس یونٹ کو بیدار اور متحرک کرناچاہیں تو پہلے ہمیں مفروضہ حواس، شکوک و شبہات اور وسوسوں سے خود کو آزاد کرنا پڑے گا۔ اِس کے لیے ضروری ہے کہ کسی ایسے روحانی استاد کر رہنمائی اور گرانی میں اس سفر کا آغاز کریں جو ماورائی علوم پر پوری دستر س رکھتا ہو۔

#### عقيره

سوال: جب ہم مذہب اور غیر مذہب کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ دونوں طرزوں کا کوئی عقیدہ ضرور ہوتا ہے۔ مذہب کا اپناعقیدہ ہوتا ہے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مذہب کو نہ ماننے والے سکون کی زندگی نہیں گزارتے، تو ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ مذہب کو ماننے والے بھی بے سکون زندگی گزارتے ہیں۔ ان کی زندگی بھی بے بھر پور گزارتے، تو ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ مذہب کو ماننے والے بھی ہے گذاہب کی حقیقت کیا ہے؟ مذہب کی حقیقت کیا ہے؟ مذہب کو ماننے والے کو غیر مذہب کے پیروکاروں کے مقابلے میں کس قسم کافائدہ حاصل ہوناچا ہے یاہوتا ہے؟۔

جواب: آدمی جس معاشر ہے میں تربیت پاکر جوان ہوتا ہے وہ معاشر ہ اس کاعقیدہ بن جاتا ہے۔ اس کاذبین اس قابل نہیں رہتا کہ اس عقیدے کا تجزیہ کرسکے۔ چنانچہ وہ عقیدہ لقین کامقام حاصل کرلیتا ہے۔ حالانکہ وہ محض ایک فریب ہے، کیونکہ آدمی جو پچھ ظاہر کرتا ہے حقیقاً ویسانہیں ہے بلکہ اس کے برعکس ہے۔ اس قسم کی زندگی گزار نے میں اسے بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں، الیی مشکلات جن کا حل اس کے پاس نہیں ہوتا۔ اب قدم قدم پر اسے یہ خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کا عمل تلف ہوجائے گا اور بے نتیجہ ثابت ہوگا۔ بعض وقت یہ شک یہاں تک بڑھ جاتا ہے کہ آدمی یہ سجھنے لگتا ہے کہ اس کی زندگی تلف ہور ہی ہے اور اگر تلف نہیں ہور ہی تو سخت خطرے میں ہے، یہ سب پچھ ان دما فی خلیوں کی وجہ سے ہوتا ہے جن میں تیزی سے ٹوٹ پھوٹ ہور ہی ہے۔



جب آدمی کی زندگی وہ نہیں جو وہ گزاررہاہے تو جیسے وہ پیش کررہاہے، جس پراس کا عمل ہے، اس عمل سے وہ نتائج حاصل کرناچاہتاہے جو اس کے حسب خواہ ہوں، لیکن دماغی خلیوں کی تیزی سے ٹوٹ پھوٹ اور ردوبدل قدم قدم پر اس کے عملی راستوں کو بدلتی رہتی ہے اور وہ یا تو بے نتیجہ ثابت ہوتے ہیں یا ان سے نقصان پنچتا ہے یا ایسا شک پیدا ہو تا ہے جو قدم اٹھانے میں رکاوٹ بنتا ہے۔ آدمی کے دماغ کی ساخت سے مر اد دماغی خلیوں میں تیزی سے ٹوٹ پھوٹ، اعتدال میں ٹوٹ پھوٹ یا کم ٹوٹ پھوٹ ہونا ہے بیو محض اتفاقیہ امر ہے کہ دماغی خلیوں کی ٹوٹ پھوٹ کم سے کم ہو جس کی وجہ سے وہ شک سے محفوظ رہتا ہے۔ لیکن جس قدر شک اور بے یقینی دماغ میں کم ہوگی اسی قدر آدمی کی زندگی کامیاب گزرے گی، اور جس مناسبت سے شک اور بے یقینی کی زیادتی ہوگی زندگی ناکامیوں میں بسر ہوگی۔

آدمی کی بد قسمتی ہے ہے کہ اس نے اللہ کے عطاکر دہ علوم کو خو دساختہ اور غلط بنیادوں پر پر کھااور ان سے انکاری ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے ہر علم کی بنیاد روشنیوں کو قرار دیا ہے، آدمی کو چاہیے یہ تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روشنیوں کی قسمیں اور روشنیوں کا طرز عمل معلوم کر تالیکن اس نے کبھی اس طرف توجہ نہیں کی اور یہ چیز ہمیشہ پر دے میں رہی، آدمی یہ قاعدے معلوم کرنے کی طرف متوجہ ہی نہیں ہواجوروشنیوں کے خلط ملط سے تعلق رکھتے ہیں اگر آدمی یہ طرز عمل اختیار کر تاتو اِس کے دماغی خلیوں کی ٹوٹ چھوٹ کم سے کم ہوسکتی تھی اور وہ یقین کی طرف قدم اُٹھا تا۔ اس نے روشنیوں کی قسمیں معلوم نہیں کیں، نہ روشنیوں کی طبیعت کا حال معلوم کرنے کی کوشش کی، وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ روشنیاں بھی طبیعت اور ماہیت رکھتی ہیں اور روشنیوں میں رجحانات بھی ہوتے ہیں اسے یہ کرنے کی کوشش کی، وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ روشنیاں بھی طبیعت اور ماہیت رکھتی ہیں اور روشنیوں میں رجحانات بھی ہوتے ہیں اسے یہ کھی نہیں معلوم کہ روشنیاں بی اس کی زندگی اور اس کی خاظت کرتی ہیں، وہ صرف اور صرف مٹی کے پتلے سے واقف ہے، اس پتلے میں جس کے اندر اپنی کوئی زندگی نہیں، جس کو اللہ نے سڑی ہوئی مٹی سے بنایا ہے، حقیقت وہ ہے جو اللہ نے روح کی شکل میں پھوئی میں جس کے اندر اپنی کوئی زندگی نہیں، جس کو اللہ نے سڑی ہوئی مٹی سے بنایا ہے، حقیقت وہ ہے جو اللہ نے روح کی شکل میں پھوئی

مذہب ہمیں یقین کے اس پیٹرن میں داخل کر دیتا ہے جہاں شک و شبہات اور وسوسے ختم ہوجاتے ہیں۔ انسان اپنی باطنی نگاہ سے غیب کی د نیا اور غیب کی د نیا میں موجو د چلنے پھرنے والے فرشتوں کو دیکھ لیتا ہے کہ وہ خالق کی صفات کو اپنے اوپر محیط دیکھتا ہے۔ روحانی نقطہ نظر سے اگر کسی بندے کے اندر باطنی نگاہ متحرک نہیں تو وہ ایمان کے دائرے میں داخل نہیں ہوتا۔ جب کوئی بندہ ایمان کے دائرے میں داخل ہوجاتا ہے تو اس کی طرز فکر میں تخریب اور شیطنت نکل جاتی ہے اور اگر بندے کے اوپر یقین (غیب کی دنیا) منکشف نہیں تو ایسا بندہ ہر وقت تخریب اور شیطنت کے جال میں گر فتار رہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آج ترقی یافتہ دنیا میں بے شار ایجادات اور لامتناہی آرام و آسائش کے باوجو دہر شخص بے سکون، پریثان، عدم تحفظ کا شکار ہے۔

سائنس جو کہ میٹر یعنی مادہ پریقین ریکھتی ہے اور مادہ عارضی اور فکشن ہے اس لیے سائنس کی ہر ترقی ، ایجاد اور آرام و آسائش کے تمام سائل عارضی اور فناہو جانے والے ہیں، جس شئے کی بنیاد ہی ٹوٹ پھوٹ اور فناہو اس سے کبھی حقیقی مسرت حاصل نہیں ہوسکتی۔ مذہب اور لامذہب میں یہ بنیاد کی فرق ہے کہ لامذہب انسان کے شکوک وشبہات، وسوسے اور غیریقینی احساسات کو جنم



خدانے دنیا میں سارے وسائل اس لیے پیدائے ہیں کہ آدم زاد ان کواپنے آرام و آسائش کے لیے خوش ہو کر استعال کرے۔لیکن باغی آدم زادنے یہ سمجھ لیا ہے کہ دنیا ہمارے لیے نہیں ہے ہم دنیا کے لیے ہیں،ایک شفق باپ اپنے بیٹے کو طرح طرح کرے کے خوشنما تھلونے لاکر دیتا ہے، بیٹاان تھلونوں میں اس طرح مگن ہوجاتا ہے کہ باپ کی حیثیت ثانوی ہوجاتی ہے، کیا کوئی باپ بیٹے ک اس روش کو پیند کرے گا؟ ہر گزنہیں، پھر جب نوع انسان اللہ کے دیئے ہوئے وسائل کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دے لے اور خالق کا کنات سے اس کا تعلق صرف زبانی جمع خرج کی طرح رہ جائے تواسے سکون کیسے مل سکتا ہے، مذہب کی بنیاد ہے ہے کہ اول و آخر، ظاہر و باطن بندہ کی مرکزیت خالق کا کنات ہو، یہی وہ طرز فکر ہے جس کو مستحکم کرنے لیے ایک لا تھ چو بیس ہزار پیغیر آئے مگر المیہ یہ ہے کہ انسان نے ایک لا تھ چو بیس ہزار پیغیر وں کی بات پر دھیان نہیں دیا ایک شیطان کے پر فریب جال میں پھنس کر بے سکون ہو گیا۔

#### لا هوت سے ناسوت تک

سوال: تصوف کے لٹریچر میں عالم لاھوت، جبروت، ملکوت اور ناسوت کی اصطلاحات استعمال کی جاتیں ہیں، براہ کرم آسان الفاط میں ان کی تشریح کر دیں؟

جواب: عالم لا ھوت وہ دائرہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا علم غیب کی صورت میں موجود ہے، یہ مجلی کا دائرہ ہے جس میں سے ایسے لاشار دائرے ہیں جو خفیف ترین نقطہ سے دائرے کی شکل میں توسیع اختیار کر کے پوری کا نئات پر محیط ہوتے رہتے ہیں۔ مجلی کے یہ لاشار دائرے کا نئات کی اصلوں کی اصل ہیں ان ہی سے کا نئات کی نوعوں کی اصل بنتی ہیں۔ اگر ساری موجودات کی صلاحیتیں جمع کی جائیں اور ہم ان صلاحیتوں کی ماہیت تلاش کرناچاہیں تواس کی انتہا پر مجلی کے دائرے پائیں گے۔

جب بخی نزول کرتی ہے تو انواع کائنات کی ماہیت (تصور) بن جاتی ہے۔ عام الفاظ میں ہم اِس کو لا شعور (غیب) کہہ سکتے ہیں، جب عالم لا هوت برتر از لا شعور ہے۔ ان حدود کانام جبروت ہے۔ جب مجلی ایک اور نزول کرتی ہے تو شعور بن جاتی ہے، اس دائرے کانام ملکوت ہے۔ جب ایک اور نزول واقع ہو تاہے تو عالم محسوس شروع ہو جاتا ہے جس کو عالم ناسوت یامادی دنیا کہتے ہیں۔ یہی دنیاوی حرکت کا ظہور ہے اور اِسی کو تصوف کی زبان میں مظہر بھی کہتے ہیں۔

أسئلو

جواب: روحانیت کے راستے پر چلنے والے سالک کے اندر سے طرز فکر ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام معاملات اللہ پر چھوڑ دے۔ قر آن
پاک میں ارشاد ہے کہ "وہ لوگ جورائ فی العلم ہیں کہتے ہیں ہماراایمان ہے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے " یہ ہی وہ اصل طرز فکر ہے
جوانسان کے اندر استغنا پیدا کرتی ہے۔ استغناکا مطلب سے ہے کہ اپنی پوری زندگی کے معمولات (Routine) روٹین کے طور پر
کریں، لیکن اس کا سے مطلب ہر گزنہی کہ انسان ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ جائے، کو شش اور جد وجہد اس پر لازم ہے، کو شش اور جد وجہد اس پر لازم ہے، کو شش اور جد وجہد ک
بعد متیجہ پر اس کی نظر نہیں ہونی چا ہے بلکہ نتائج اللہ پر چھوڑ دے۔ جو بھی پچھ ہورہا ہے یا ہم کر رہے ہیں وہ سب اس لیے کر رہے ہیں
کہ اللہ ایسا چاہتا ہے، روحانیت میں اس بات کو ذہن نشین کر ادیا جاتا ہے کہ انسان کی زندگی اور زندگی کے تمام اعمال واشغال سب من
جانب اللہ ہیں۔ اس کی نظر عذا ب، ثواب، ثو قع، صلہ وستاکش پر نہیں ہوتی وہ برائیوں سے اس لیے بچتا ہے کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کوناپئد

عذاب و تواب کاجب تذکرہ آتا ہے تو اس میں ڈر،خوف، دہشت، ہیبت اور آرام و آسائش اور آسانیاں پیش نظر ہوتی ہیں۔ کسی سالک کے لیے یہ طرز فکر زہر قاتل ہے اس طرز فکر کابندہ روحانیت میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اس کے دل میں اللّٰہ کا خوف نہیں ہوتا اس لیے کہ اللّٰہ تعالی کی ذات سر ایا محبت ہے، جہاں ڈر آجاتا ہے وہاں دوری واقع ہو جاتی ہے اللّٰہ سے ڈرنے کا مطلب ہے انسان اللّٰہ سے دور ہو گیا۔ اللّٰہ تعالی سے محبت کا منشاء یہ ہے کہ انسان اللّٰہ تعالی سے قریب ہو۔

انسان کی ذہنی طرز فکر ماحول سے بنتی ہے ، جس فتیم کا ماحول ہوتا ہے ، اس ماحول میں تمام انمال نقوش دروبست یا کم وبست ذہن پرر قم ہوجاتے ہیں۔ جس حد تک بیہ نقوش مبلکے یا گہرے ہوتے ہیں اس مناسبت سے انسان کی زندگی کی ایک نئج بن جاتی ہے۔ اگر کوئی بچہ السے ماحول میں پرورش پارہا ہے جہاں والدین اور اس کے اردگر دماحول کے لوگ ذہنی پیچیدگی ، بددیا نتی اور ان انمال کے عادی ہوں جو محاشر ہے کے لیے نا قابل قبول اور نالپندیدہ ہیں تو وہ بچہ لازمی طور پروہی ماحول قبول کرے گا۔ اسی طرح اگر بچکا ماحول پاکیزہ ہے تو وہ پاکیزہ نفس ہوگا، عام مشاہدہ ہے کہ بچہ وہی زبان سیکھتا ہے جو مال باپ بولتے ہیں اور وہی عادات واطوار اختیار کرتا ہے جو والدین سے بطور ورث منتقل ہوتے ہیں۔ قانون بیہ ہے کہ بچہ کا ذہن آدھا والدین کا ورثہ ہوتا ہے اور آدھا ماحول کے زیر اثر بنتا ہے۔ بید مثال بچوں کے لیے مخصوص نہیں اس میں افراد اور قوموں پر بھی بید قانون لا گوہو تا ہے۔ ابتدائے آفر نیش تا ایں دم تحریر جو بچھ ہوچکا ہے ، ہورہا ہے یا آئندہ ہو گاسب کا سب نوع انسانی کا ورثہ ہے ، بیدور شد قوموں اور افراد میں منتقل ہوتا رہتا ہے اسی کو ارتقا کہتے ہورہا ہے یا آئندہ ہو گاسب کا سب نوع انسانی کا ورثہ ہے ، بیدور شد قوموں اور افراد میں منتقل ہوتا رہتا ہے اسی کو ارتقا کہتے ہیں۔

مخضراً کسی روحانی طالب علم کویی ذہن نشین کرلینا چاہے کہ طرز فکر دوہیں، ایک طرز فکر بندے کو اپنے خالق سے قریب
کرتی ہے اور دوسری طرز فکر بندے کو خالق سے دور کرتی ہے۔ ہم جب کسی انعام یافتہ شخص سے قربت حاصل کرتے ہیں جس کو وہ
طرز فکر حاصل ہے جو خالق سے قریب کرتی ہے تو قانون کے مطابق ہمارے اندر وہ ہی طرز فکر کام کرنے لگتی ہے اور ہم جس حد تک
اس انعام یافتہ شخص سے قریب ہو جاتے ہیں۔ اتنی ہی اس کی طرز فکر ہمیں حاصل ہو جاتی ہے اور انتہا ہے ہے کہ دونوں کی طرز فکر ایک
بن جاتی ہے۔

## ز ہنی کیسوئی

مراقبہ دراصل لا شعوری تحریکات کو شعوری حواس میں منتقل کرنے کا نام ہے۔ ہر انسان کے اندر دو دماغ کام کرتے ہیں ، ایک دماغ
انسان کو زمان و مکان (Time & Space) میں قیدر کھتا ہے اور دوسر ادماغ حواس کو زمان و مکان کی گرفت سے آزاد کر دیتا ہے۔
دوسرے تمام علوم کی طرح لا شعوری تحریکات سے کام لینے کے لیے بھی پر یکٹس کی ضرورت ہوتی ہے۔ مشق کے ذریعے انسان اپنی
اندرونی صلاحیت کو اتنا بیدار کرلیتا ہے کہ وہ بیداری کے اندر رہتے ہوئے بھی لا شعوری حواس میں داخل ہو کر ماورائی دنیا کا شعور
عاصل کرلیتا ہے۔ کئی طالب علموں اور طالبات نے مراقبے کی کیفیات کھی ہیں۔ روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات کے کیلیے یہ
کیفیات دلچیپی کا باعث بنیں گی اور انہیں مراقبہ کی افادیت کا مجموعی اندازہ ہوجائے گا۔

مذہبی نقطہ نظر سے مراقبہ ہر عبادت میں شامل ہے۔ مثلاً جب ہم نماز قائم کرتے ہیں تو ہمیں ذہنی کیسوئی کے ساتھ اللہ کا داری سے دات کو مرکز بناناہو تا ہے۔ کسی نکتہ پر ذہنی مرکز بت قائم کرناہی "مراقبہ "ہے۔ ہمارے آقار سول اللہ مثالیّاتیّا نے بھی غار حرامیں مراقبہ کیا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ "ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں "یعنی نماز توادا کرتے ہیں لیکن نماز میں اللہ کی ذات پر ذہنی مرکز بت قائم نہیں ہوتی۔ آج امت مسلمہ کا یہ بڑااہم المیہ ہے کہ نماز میں نمازی کو کنسنٹریش نہیں ہوتی اور خیالات کی یلغار اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ نماز اداکر نے کے بعد شر مندگی ہوتی ہے۔ مراقبہ کی مثق کے ذریعے نماز میں خیالات کی یلغار سے نجات مل جاتی ہے۔

## اعضاء کی پیوند کاری

سوال: سوال یہ ہے کہ آج کل میڈیکل سائنس میں اعضاء کی پیوند کاری کے آپریشن عام ہوتے جارہے ہیں۔ جن افراد کے اعضاء تبدیل کئے جاتے ہیں انہیں ساری عمرایک مخصوص دوا کھانی پڑتی ہے، تا کہ جسم ان اعضاء کورد نہ کرے۔ اس دوا کی قیمت پاکستانی



جواب: اللہ نور السلوات والارض سے مطابق ساری کا ئنات اور کا ئنات میں پائی جانی والی سب اشیاء اللہ تعالیٰ کے نور سے بنی ہوئی ہیں۔ ہمیں مادی خدوخال میں جو مختلف چیزیں نظر آتی ہیں وہ انہی روشنیوں کی مختلف مقداروں کی مظہر اتی شکل وصورت ہے، روشنی کی مقداریں ہر نوع کی اشیاء میں مختلف ہے۔ پتھر میں ایک طرح کی لہر کام کرتی ہے، وھاتوں میں ایک طرح لہریں کام کرتی ہیں، سیب، امر ود، ناشیاتی میں کام کرنے والی روشنی کی بہی لہریں انہیں مختلف شکل وصورت، ذائقہ اور انرات عطاکرتی ہیں۔ شیر ، طوطا بکری، اور کبوتر وغیرہ میں بھی روشنی کی الگ الگ لہریں کام کرتی ہے، اسی طرح انسان میں بھی روشنی کی خاص لہریں کام کرتی ہے، یہی مخصوص لہریں انسان کو سب سے الگ اور منفر د تشخص اور مقام عطاکرتی ہیں

سائنسی تحقیق نے انسان اور دوسری تمام چیزوں کے اوپر ایک اور روشن کے جسم کی موجود گی کو دریافت کیا ہے۔ جس کو Aura کانام دیا گیاہے۔ اس روشن کے جسم نمہ یا Aura میں سر، ہاتھ، پیر، آئکھ، ناک، کان، دماغ، دل، پھیپھڑے، گر دے سب ہوتے ہیں۔ پیوند کاری میں چونکہ روشنیوں کے بینے ہوئے جسم کی اہروں میں وہ مقداریں قائم نہیں رہتیں جن مقداروں کے اوپر انسان پیدا ہوتا ہے اور جن مقداروں میں بچے مال کے پیٹ میں پرورش پاتا ہے۔ اس لیے کامیاب آپریشن کے بعد بھی کسی عضو کی حرکت کو بحال رکھنے کے لیے مخصوص اہروں کو ادوبیہ کی ضرورت پیش آتی ہے اور بیان کر دہ قانون کے مطابق ہر دواکی خاصیت بھی انہی اہروں کی وجہ سے ہے۔ پیوند کاری کے بعد جسم کا اِس عضو کور دکرنے یانہ کرنے پر بھی یہی بات لا گوہوتی ہے۔

# لوح محفوظ اول، لوح محفوظ دوئم

سوال: تصوّف کی اکثر کتابوں میں لوح محفوظ اول اور لوح محفوظ دوئم کاذ کر ہو تاہے۔ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ کیا یہ ایک چیز کے دونام ہیں؟ یا علیحدہ علیحدہ ہیں۔

جواب: اوح دوئم موجودات کاابیا مجموعہ ہے جواللہ تعالی کی صفات کے خدوخال پر مشمل ہے۔ اوح دوئم اس لیے کہاجا تاہے کہ بید اوح اول یعنی اوح محفوظ کے متن کی تفصیل ہے ، اوح محفوظ کا نئات کی تخلیق سے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکامات کا مجموعہ تصاویر ہے ، کا نئات کے اندر جو بھی حرکت واقع ہونے والی ہے اس کی تصویر من وعن اوح محفوظ پر نقش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اراد سے کا اختیار عطا کیا ہے۔ جب انسانی ارادوں کی تصاویر اوح محفوظ کی تصویر میں شامل ہو جاتی ہیں ، اس وقت اوح دوئم کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ یہی اوح دوئم دوسر اعالم تمثال ہے جس میں انسانی ارادہ بھی شامل ہے۔ ہم جب دنیا میں کوئی ارادہ کرتے ہیں تو ہمارا ارادہ نیت کے ساتھ

زمین پرسے لوح دوئم (دوسراعالم تمثال) میں جاتا ہے اور وہاں سے پہلے عالم تمثال لیعنی لوح محفوظ کے نقوش کے ساتھ مل کر واپس زمین پر آتا ہے اور اس کی مظاہر اتی صورت میں تعمیل ہو جاتی ہے۔ ہماری ساری زندگی اس فار مولے پر قائم ہے۔

## شلى بيتضي

سوال: شاید آپ د نیامیں واحد ہستی ہیں جس نے اسلام میں ٹیلی پیتھی کی پیوند کاری کی ہے، آپ ہمیں یہ بتائے کہ یہ علم کس تھیوری کے تحت حاصل کیاجاسکتا ہے؟۔اس علم کو سکھنے کی سائنسی توجیہہ کیاہے؟

جواب: ہر انسان تین دائر وں سے مرکب ہے۔ پہلا دائرہ فر دکاشعور، دوسر ادائرہ فر دکالا شعور اور نوع انسانی کاشعور اور تیسر ادائرہ نوع انسانی کالا شعور اور کائنات کاشعور ہے۔ ایک انسان جس کو ہم فر دکانام دیتے ہیں وہ ان تین دائر وں سے مرکب ہے۔ یعنی فر دکا اپنا شعور اور کائنات کاشعور اور کائنات کاشعور۔ اس قانون کی ( Equation ) کی تفصیل ہیہ ہے کہ ایک فر دک اندر نوع انسانی کاشعور اور لاشعور ہو مخلوق کی اطلاعات موجود ہیں اور ان اطلاعات کا آپس میں تبادلہ ہو تار ہتا ہے اگر فر د کے ذہن میں جنات اور فرشتوں سے متعلق اطلاعات کار دوبدل نہ ہو توفرشتے اور جنات کا تذکرہ زیر بحث نہیں آئے گا۔

دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ کا نئات اور کا نئات میں موجود جتنی بھی مخلوق ہے اس مخلوق کے خیالات کی لہریں ہمیں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ خیالات کی منتقلی ہی دراصل کسی مخلوق کی پہچان کا ذریعہ بنتی ہے ، علیٰ ہذالقیاس ہم بھوک اور پیاس سے اس لیے باخبر ہیں کہ بھوک اور پیاس کی اطلاع ہمارے ذہن پر خیال بن کر وارد ہوتی ہے ، ہم کسی انسان سے اس لیے متاثر ہوتے ہیں کہ اس آدمی کی شخصیت اہروں کے ذریعے ہمارے اندر کام کرکے اہروں میں جذب ہوجاتی ہے ، جس حد تک ہم کسی خیال کو قبول یارد کرتے ہیں اِس مناسبت سے ہم کسی فردسے قریب اور دور ہوجاتے ہیں۔ خیالات کے ردوبدل کا پیرشتہ ٹوٹ جائے توہم ایک دوسرے کو پہچان نہیں سکیس گے ، خیالات روشن کے ذریعے ہم تک جہنچتے ہیں۔ ان ہی خیالات کو ہم اپنی زبان میں تو ہم ، شخیل ، تصور اور تفکر کا نام دیتے ہیں۔

تمام مخلوق کے سوچنے کی طرزیں ایک نقطہ مشتر ک رکھتی ہے۔ یہ نقطہ مشتر ک ہمیں دوسری مخلوق کی موجود گی کاعلم دیتا ہے۔ انسان کے لاشعور کاکائنات کے دور دراز گوشوں سے مسلسل ربط ہر وقت قائم رہتا ہے، اس لیے ہم اپنے خیالات کو ایک نقطہ پر مرکوز کرکے اس ربط کے ذریعے اپناپیغام کائنات کے دور دراز گوشوں تک پہنچا سکتے ہیں۔ انسان کو حیوان ناطق کہاجا تا ہے، ایساانسان جو الفاظ کی لہروں کے ذریعے اپنے خیالات دوسروں تک پہنچا تاہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرے حیوان جن کو حیوان غیر ناطق کہا جا تا ہے جا تا ہے اپنے خیالات الفاظ کاسہارا لیے بغیر دوسروں تک منتقل کر دیتے ہیں اور دوسرے حیوان ان خیالات کو قبول کرتے اور سیجھتے ہیں جا تا ہے اپنے خیالات الفاظ کاسہارا لیے بغیر دوسروں تک منتقل کر دیتے ہیں اور دوسرے حیوان ان خیالات کو قبول کرتے اور سیجھتے ہیں اور دوسرے مفہوم اور معنی کے ساتھ ردوبدل ہوتے رہتے ہیں۔ ایسا تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ الفاظ کاسہارا لیے بغیر بھی خیالات اپنے پورے مفہوم اور معنی کے ساتھ ردوبدل ہوتے رہتے ہیں۔ ایسا



نہیں کہ دو بیل، دو بکریاں یا دو کبوتر آپس میں باتیں نہیں کرتے یا ایک دوسرے کے جذبات کا احساس نہیں ہو تا۔ جس طرح ایک انسان الفاظ کے ذریعے اپنے خیالات واحساسات کا اظہار کرتاہے بالکل اسی طرح الفاظ کاسہارا لیے بغیر دوسرے حیوان اپنے جذبات، احساسات کو پورے معنی کے ساتھ نہ صرف کہ سمجھتاہے بلکہ قبول کرتاہے۔

قر آن پاک میں اللہ تعالی نے چیو نی اور حضرت سلیمان کی گفتگو کا تذکرہ کیا ہے، وہ بہت غور طلب ہے چیو نئی نے حضرت سلیمان با تیں کی اور ان کو سمجھا۔ اس واقعہ میں یہ حکمت ہے کہ خیالات، احساسات، جذبات الفاظ کے بغیر بھی حضرت سلیمان کے ذہن نے قبول کی اور ان کو سمجھا۔ اس واقعہ میں یہ حکمت ہے کہ خیالات، احساسات، جذبات الفاظ کے بغیر بھی نے اور سمجھے جاسکتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی الفاظ کے تانوں بانوں سے مبر اہو کر خیالات منتقل کرنے کا ایک علم ہے۔ اگر ہم کو شش، محنت اور توجہ کے ذریعے کا کنات کے نقطہ مشتر ک سے باخبری حاصل کرلیں اور اپنے خیالات اس نقطہ مشتر ک میں منتقل کر دیں توکا کنات ہمارا خیال قبول کرنے پر مجبور ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور ہم نے تمہارے لیے مسخر کر دیا جو پچھ آسانوں اور زمین پر ہے "بات صرف اتنی سی ہے کہ ہم قانون سے واقف ہو جائیں کہ کا کنات کی تمام مخلوق کے افر اد خیالات کو لہروں کے ذریعے ایک دوسرے سے مسلسل اور پہنے ہیں مسلسل مشتوں کے ذریعے اس قوت کو حاصل کر سکتے ہیں۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور الہی نظام ہے۔ اسلام میں یہ وید کاری خیاں توت کو حاصل کر سکتے ہیں۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور الہی نظام ہے۔ اسلام میں یہ وید کاری خیاں کی جاسکتی، بیر ہی کو شش میں نے بھی کی ہے۔

## فزکس، سائیکالوجی اورپیر اسائیکالوجی

سوال: سائنسی علوم کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پنچے ہیں کہ انسانی زندگی بھی علم کے اعتبار سے تین درجوں میں منقسم ہے۔ ۱ (طبیعات، ۲) نفسیات، ۳) مابعد النفسیات۔ آپ سے پوچھنا میہ ہے کہ فزکس، سائیکالوجی اور پیر اسائیکالوجی میں بنیادی فرق کیا ہے۔؟

جواب: پیراسائیکالوجی کے طلبہ اور طالبات کو یہ بات ذہن نشین کرادی جاتی ہے کہ ساری کا ئنات دراصل ایک علم ہے۔ علم اگر نہیں ہے تو کا ئنات نہیں ہے۔ علم کی بساط اللہ کی صفات یا اسائے الہیہ ہیں۔ ہم جب اس نقطہ نظر سے غور کرتے ہیں اور ان تحریکات کو سیجھنے کی کوشش کرتے ہیں جن تحریکات پر کا ئنات قائم ہے تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ فرد ایک محدود ترین شکل ہے۔ علمی اعتبار سے جب کوئی فرد کا کناتی صعودی حالت کو سیجھنا چاہتا ہے تو فرد کی یہ کوشش ''صعود'' (نزول کرکے اوپر کی طرف لوٹا) کہلاتی ہے۔

قانون: صعودی حرکت نزولی حرکت کے خلاف واقع ہوتی ہے۔ شعور چہارم صعود کرکے جب شعور سوئم میں داخل ہو تا ہے تو کا ئنات نوعی حیثیتوں میں پہچانی جاتی ہے۔ یعنی فرد کاذہن نوعی شعور کااعاطہ کر لیتا ہے، جس طرح فرد کاذہن نوعی شعور کااعاطہ کر لیتا ہے اسی



طرح فرد کاذبن شعور اول سے لاشعور سے اور دوسرے لاشعور میں داخل ہو جاتا ہے تواس کاذبن تمام انواع کے شعور یعنی کائنات کی سطح پر قدم رکھتا ہے،

پہلا شعور نورمفرد، دوسرا شعور نور مرکب ہے۔ پہلے شعور سے مراد تیسرا لاشعور اور دوسرے شعور سے مراد دوسرے شعور سے مراد دوسرالا شعور نورمفرد، دوسرالشعور نورمفرد، دوسرالشعور نورمفرد، دوسرالشعور نہمہ مرکب ہے۔ کائنات کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہو تاہے کہ کائنات کی چارمکانیتوں میں پہلی دومکانیتیں نورکی ساخت ہیں اور بعد کی مکانیتیں نسمہ کی ساخت ہیں۔

تانون: ہر مکانیت کی دو سطح ہیں۔ نور مفر دکی دونوں سطح سے الگ الگ دوشعاعیں نکلتی ہیں اور صفاتی تقاضوں کے تحت جس نقطے پر مجتمع ہو کر مظاہرہ کرتی ہے وہ نور مفر دکی تخلیق ہے جس تخلیق میں نور مفر دغالب ہو گا اُسے ملاء اعلیٰ کہا جاتا ہے، جس میں نور مرکب کا غلبہ ہو تا ہے اُسے ملا نکہ کہتے ہیں۔ نور مرکب کی دوسطحوں سے بھی الگ الگ شعاعیں نکلتی ہیں اور صفاتی تقاضوں کے تحت مجتمع ہو کر مظاہرہ کرتی ہیں۔ نہمہ مفر دکی دوسطحوں سے بھی الگ الگ دوشعاعیں نکلتی ہیں اور صفاتی تقاضے کے تحت جس نقطے پر مجتمع ہو کر مظاہرہ کرتی ہیں وہ نہمہ مفر دکی تخلیق ہے۔ اس تخلیق کا نام جنات ہے۔ نہمہ مرکب کی دوسطحوں سے بھی الگ الگ دوشعاعیں نکلتی ہیں اور صفاتی تقاضے کے تحت جس نقطے پر مجتمع ہو کر مظاہرہ کرتی ہیں وہ نہمہ مرکب کی دوسطحوں سے بھی الگ الگ دوشعاعیں نکلتی ہیں اور صفاتی تقاضے کے تحت جس نقطے پر مجتمع ہو کر مظاہرہ کرتی ہیں وہ نہمہ مرکب کی تخلیق ہے۔ اس مخلوق کا نام عضری مخلوق ہے۔ اس مخلوق کا نام عضری مخلوق کا ایک جزوبہارا کرہ ارض بھی ہے۔

فار موله: نور مفر دکی تخلیق ملاءاعلی ہیں، نور مرکب کی تخلیق ملائکہ ہیں، نسمہ مفر دکی تخلیق جنات ہیں اور نسمہ مرکب کی تخلیق عضر ی مخلوق یعنی ہمارا کرہ ارض اور انسانی بر ادری ہے۔

## پیراسائیکالوجی (شعور میں تغیر)

سوال: ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ہر موجو دشنے ایک سمت گھٹ رہی ہے اور دوسری سمت بڑھ رہی ہیں۔ لگتا ہے یہ ایک مسلسل اور متواتر حرکت ہے جس کی ایک چین (Belt) بنی ہوئی ہے۔ ہر حرکت شعور کے اوپر قائم ہے۔ شعور ولا شعور دورُخ ہمارے سامنے ہیں یعنی کہیں سے زندگی بشمول تمام حواس آرہی ہے اور کہیں جارہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہماری حرکتیں اور کائنات کی حرکت کس اصول پر قائم ہے۔

جواب: ساری کا ئنات اور کا ئنات کی تخلیق چار شعوروں کی ایک شعور اور تین لا شعوروں پر قائم ہے۔ ہم جب اوپر سے پنچے یعنی صعود سے نزول کی طرف کا ئنات کی تخلیق کا تذکرہ کرتے ہیں تو چو تھالا شعور کو شعور اول قرار دیتے ہیں۔ شعور یعنی تیسر الا شعور قرآن پاک



کی زبان میں اسائے الہیہ اور صفات الہیہ ہے۔ اسائے الہیہ جب خود کو ظاہر کرناچاہتے ہیں تو ان کے اندر حرکت پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ حرکت اللہ کے حکم کے ذریعے پیدا ہوتی ہے یعنی ذات الہیہ اپنی صفات کا مظاہر ہ کرناچاہتی ہے۔

جب اسم الہیہ عالم اظہار کی طرف میلان کرتے ہیں توان کے اندر احکام کارنگ غالب آجاتا ہے۔ اجسام کارنگ شعور اول سے جب شعور دوئم میں منتقل ہو تاہے توامر الہیہ کی صورت میں ظاہر ہو تاہے۔ یہی امر الہیہ روح ہے اس بات کو عام فہم زبان میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ یہ ہماری کا نئات اللہ کی صفات پر قائم ہے۔ صفات جب اللہ کے احکامات کے ذریعے مظہر بنتی ہیں تو صفات کے اندرایک نزولی حیثیت قائم کرنے کاذریعہ ہے۔

## تصور شيخ

سوال: (۱) مجھے تصوّف کی کتابیں پڑھنے کا بہت شوق ہے، تصوّف میں "تصور شیخ" پر بہت زور دیاجا تاہے، روحانی علوم سکھنے کے لیے تصور شیخ کیوں ضروری ہے۔اس کا آسان طریقہ کیاہے؟

(۲) بتایا گیاہے کہ روحانیت میں ابدال، ابرار، اخیار، قطب ارشاد، قطب مدار، او تار، مکتوبان، نجیبا، نقیباعہدے ہوتے ہے۔ کیایہ عہدے روحانیت میں سندیافتہ ڈگری ہوتی ہے؟۔ جیسے میٹرک، ایم اے، پی ایچ ڈی وغیر ویاان ناموں کا کوئی اور مطلب ہے۔ براہ کرم تفصیل سے آگاہ کریں؟

جواب: روحانی علوم ہو یامادی علوم، دونوں منتقل ہوتے ہیں، مثلاً جب ہم اپنے بچے کو کسی استاد کی شاگر دی میں دیتے ہیں تواستاد بچہ کو ہتا تا ہے یہ الفہ ہے ، یہ ہے ، یہ ہے ، یہ ہے ۔ براہ راست اس بات کو اس طرح کہاجائے گا کہ استاد کے ذہن میں الف کا جو تصور یاخا کہ تقاوہ بچہ کے ذہن میں منتقل ہو گیا، اگر کسی بچہ کو میہ نہ بتایا جائے کہ یہ الف ہے تو وہ مجھی بھی الف سے آشانہ ہو گا اور نتیجہ میں علم حاصل کرنے سے محروم رہ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق قانون میہ ہے کہ ساری کا نئات "روشیٰ "ہے۔ الیی روشیٰ جو ہر لمحہ ، ہر آن متحرک رہتی ہے۔ وہم ، خیال ، تصور ، احساس سب روشیٰ کے تانے بانے پر رواں دواں ہے۔ ہم جب بات کرتے ہیں تو ہمارے منہ سے نگلے الفاظ روشیٰ کے دوش پر سفر کر کے ہمارے کانوں کے پر دے سے ٹکر اتے ہیں اور ہماراد ماغ ان کا مفہوم اخذ کر کے ان کی معنویت سے ہمیں آگاہ کر تا ہے۔ جب کوئی آدمی بہرہ ہو جاتا ہے تو اسکے کانوں پر آلہ ساعت لگا دیا جاتا ہے ، سب جانتے ہے کہ اس آلہ میں بیٹری کے سیل لگے ہوئے ہوتے ہیں اور ساتھ چھوٹاسالاؤڈ اسپیکر ہوتا ہے مخاطب جب بہرے آدمی سے بات کر تا ہے تو بجلی کے ذریعے آواز کا ویولینتھ (Wave Lenght) بڑھ جاتا ہے اور اتنازیادہ بڑھ جاتا ہے کہ بہر اشخص آواز کے مفہوم اور معانی کو اسی طرح سمجھتا



ہے جس طرح ایک عام آدمی سنتا اور سمجھتا ہے۔ اس مثال سے بتانا یہ مقصود ہے کہ آواز روشنی کی اہروں کے علاوہ کو کی اور حیثیت نہیں رکھتی۔ جب آواز روٹین سے کم ہو جاتی ہیں یا کانوں کے اندر اللہ کا بنایا ہوا اسپیکر خراب ہو جاتا ہے تو آدمی آوازیں نہیں سن سکتا۔ بعض مریض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ بہت معمولی آواز جب ان کے کانوں کے پر دے سے ٹکر اتی ہے تو ان کے دماغ کے اندر دھاکا محسوس ہوتا ہے اور وہ اِس معمولی آواز سے بھی پریثان اور خو فزدہ ہو جاتے ہیں۔ اِس کی وجہ بھی بجز اس کے بچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کان کے اندر بنایا ہوالاؤڈ اسپیکر کسی وجہ سے خراب ہو گیا ہے۔

ہر شخص کے ساتھ کبھی نہ کبھی یہ بات پیش آتی ہے کہ وہ اپنے مخاطب کو اشاروں سے کوئی بات سمجھا تاہے اور اِس کے دماغ کے اندر جو خیالات ہوتے ہیں ، ان خیالات کو اِسی طرح قبول کر لیتا ہے جس طرح خیالات الفاظ کا جامہ پہن کر مخاطب کے دماغ میں منتقل ہوتے ہیں۔ آپ ڈرائنگ روم میں بیٹے ہیں، وہاں آپ چند دوستوں کے ساتھ گفتگو کررہے ہیں، ڈرائنگ روم میں کوئی بچہ آجا تا ہے ، آپ یہ چاہتے ہیں کہ وہ ڈرائنگ روم میں نہ آئے۔ آپ الفاظ کا سہارا لیے بغیر اِس بچے کو آٹھ اٹھا کر دیکھتے ہیں، دماغ میں یہ خیال ہوتا ہے۔ ہوتا ہے کہ یہ بچے یہاں سے چلا جائے، آپ کے اس خیال کو بچے پڑھ لیتا ہے اور اس کے معنی اور مفہوم سمجھ کر وہاں سے چلا جاتا ہے۔

مخضریہ کہ بہت سے خیالات روزانہ ہمارے اندر آپس میں ردوبدل ہوتے رہتے ہیں اور ہم ان سے اس طرح نوش رہتے ہیں یا غمگین ہوتے ہیں جس طرح الفاظ کا تاثر ہمارے اوپر قائم ہو تا ہے۔ ہم کسی خوب صورت منظر کو دکھ کر اپنے اندر سکون کی اہر ول کا ایک ہجوم محسوس کرتے ہیں اور دوسری طرف کسی منظر کو دکھ کر ہمارا دماغ ہو جسل ، پریشان اور افسر دہ ہوجا تا ہے۔ اس سے بھی یہ نتیجہ مرتب ہو تا ہے کہ منظر کے اندر جس قسم کی روشنیاں دور کررہی ہیں وہ ہمارے اندر منتقل ہو کر ہمیں پر سکون کر دیتی ہے یا پریشان کر دیتی ہے۔ آج کل ماورائی علوم میں ٹیلی پیشی کا علم بہت زیادہ قبولیت عام حاصل کر گیاہے ، ٹیلی پیشی کا اصل اصول بھی ہے کہ الک میں بیٹھے ہوئے شخص کو خیالات ایک دوسرے کو منتقل کر دیے جاتے ہیں۔

ان مثالوں سے یہ امر مکشف ہوتا ہے کہ دراصل ہماری زندگی اور زندگی کے سارے مقصدات روشنی کہ لہروں پر سفر
کرتے ہیں، تصوف میں تصور شیخ سے یہ مراد ہے کہ شیخ کی طرز فکر مرید کے اندر منتقل ہوجائے۔ جیسے جیسے آدمی مراقبہ میں ذہنی
یکسوئی کے ساتھ تصور شیخ قائم کرتا ہے۔ شیخ کے اندر کام کرنے والی روحانی صلاحیتیں بتدر سی کے مرید کی روحانی صلاحیتوں کوطافتور بنادی تی
ہیں اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ شیخ کی ساری صلاحیتیں مرید کے اندر منتقل ہوجاتی ہیں۔ اس مقام کو تصوف میں "فنا فی الشیخ "کہاجاتا
ہے۔ اسی طرح جب کسی بندے کے اندر حضور علیہ الصلوة السلام کی محبت عشق کا درجہ حاصل کر لیتی ہے تواس مقام کانام تصوف" فنا
فی الرسول " ہے، تصور شیخ کا آسان طریقہ ہیہ ہے کہ آسمیں بند کر کے بیٹھ جائے اور یہ تصور کریں کہ شیخ اس کے سامنے ہے، تصور
قائم ہونے سے ذہنی کیسوئی کا حاصل ہونا ضروری ہے، ذہنی کیسوئی کے لیے مراقبہ سے پہلے صاحب مراقبہ کوناک پر چند منٹ نظر جمانی
جائے اس عمل سے بہت جلد ذہنی کیسوئی حاصل ہوتی ہے۔



اب آپ کے دوسرے سوال کاجواب ہے ہے کہ اللہ تعالی نے قر آن پاک میں آدم کو زمین پر اپنانائب بنایا ہے، نائب سے مرادیہ ہوتی ہے کہ اس کو مالک کے اختیارات حاصل ہوں، مثلاً نائب صدر، نائب وزیر اعظم، ڈپٹی سکریڑی وغیرہ وغیرہ یعنی جینے اختیار دیئے گے ہیں وہ ان کو استعال کر تا ہے۔ اِسی طرح اللہ تعالی نے آدم کو زمین پر نظام چلانے کے اختیارات دے دیئے ہیں۔ تصوّف میں دو شعبے کام کرتے ہیں۔ ایک شعبہ تر غیب اصلاح واحوال، تبلیغ رُشد و ہدایت کانام ہے۔ اس شعبے میں انسان کو یہ بتایاجا تا ہے کہ یہ راستہ اللہ تعالی کی خوشنو دگی کا باعث ہے اور یہ راستہ بندے کو اللہ سے دور رکھتا ہے، نیز زندگی گزار نے کے لیے اللہ تعالی نے تمھارے اوپر یہ فرائض عائد کئے ہیں مثلاً راست بازی، حقوق العباد اور ارکان اسلام کی پیروی۔ بندہ اللہ تعالی کی پسندیدہ زندگی پر عمل کرکے جنت کا مستحق ہو جا تا ہے اور نافر مانی کامر تکب بن کر دوز خ اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

دوسراشعبہ نظامت کا ہے، اور اِس شعبے میں وہ لوگ کام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اس زمین پر اس کے نائب ہیں اور ان بندوں کی نیابت کا فرض فرشتے انجام دیتے ہیں۔ اس کا تذکرہ قرآن پاک میں حضرت موئی کے واقعہ میں کیا گیا ہے۔ جب حضرت موئی نیابت کا فرض فرشتے انجام دیتے ہیں۔ اس کا تذکرہ قرآن پاک میں حضرت موئی کے واقعہ میں کیا گیا ہے۔ جب حضرت موئی نے اس بندے سے یہ پوچھا کہ تم نے کشتی میں سوراخ کر دیا ہے جبکہ کشتی والوں نے عزت واحرّام سے کشتی میں بڑھایاتو نے ان کے احسان کا بیہ لہ دیا؟ یہ کشتی ایک بیوہ عورت کی تھی اور اِس کشتی پر اس عورت کے معاش کا انحصار ہے، بادشاہ یہ چاہتا ہے کہ اچھی اور نئی کشتیاں بیگار میں لے جائیں، میں نے اس کشتی میں سوراخ کر دیا تا کہ بادشاہ کے لوگ اسے نہ اس کشتی کو ساتھ نہ لے جائے۔ یہ نظامت سے متعلق ایک واقعہ ہے ، اس شعبے میں کام کرنے والے بے شار حضرات الگ عہدوں پر فائز ہوتے ہیں، اور عہدے کی مناسبت سے ان کے الگ الگ نام ہوتے ہیں۔ اگر ان حضرات کے عہدے اور عہدوں کی مناسبت سے اس ان کی تعداد اور ان کے فراکض منصبی کی وضاحت کی جائے تو یہ مضمون بہت طویل ہوجائے گا۔

## فھوالمراد

سوال: علم پیراسائیکالوجی کیاہے اور کس طرح حاصل ہو تاہے۔ مرشد کی تعریف کیاہے؟

جواب: پیراسائیکالوجی تصوف یاروحانیت نور باطن ہے اور نور باطن ایساخالص ضمیر ہے جس میں آلائش بالکل نہیں ہوتی، اِس راہ میں گرزنا ہر کس وناکس کے لیے ایک جرعہ مئے تقین وائیمان کے لیے مجسم گل و گلزار ہے۔ عشق کی ان پیچیدہ گھاٹیوں میں جو بھی جس کو بھی دے، پھر ادے، در حبیب کا جلوہ د کھادے وہ مرشد ہے۔ مریدوہ ہے کہ جوعقیدت کا،ارادت کا کشکول مرشد کے سامنے رکھ کر لیے بغیر نہ رہے، حاصل کئے بغیر سانس نہ لے، اپنی ہر آس کو مرشد کی سانس پر تج نہ دے، اس کی ہر ادااور ہر صدا کو اپنے دل کی قبا میں ٹانک نہ لے اور یقین کی عبامیں ڈھانپ نہ لیں۔



خدا کی وحدت کو جان لینا، سمجھ لینا اور پہچان لینا، دیکھ لینا کہنے میں تو بہت آسان لگتا ہے لیکن منزل عرفان پالینا, سوئی کے میں سے اونٹ گزارد ہے کے متر ادف ہے۔ الو بہت اور الٰہیت کی گھاٹیوں میں گزر نا اور ایکان کو سالم رکھنا، اقر ارکو بھی بے قرار نہ ہونے دینا، ابلیسیت سے انکار کو بھیل قرار نہ لینے دینا بڑا مشکل کام ہے۔ ایک مسافر جب رات کو کسی سنسان اور ویران جنگل میں سے گزر تا ہے تو اس پر خوف طاری ہو جاتا ہے، رات کی بھیانک تاریکی میں اس پر دہشت طاری ہو جاتی ہے، لیکن مرید یاروحانی شاگر د جب عقیدت اور ارادت کے بحر ظلمات میں قدم رکھتا ہے تو خوف و دہشت، حزن ویاس، درماندگی اور اجنہیت متم کی حواس باختگیاں، عجیب عجیب ڈراونی شکلوں میں سامنے آنے لگتی ہیں۔ اس عالم تیرہ و تاریمیں مرشد محسن بن کر بچے کی طرح انگلی پکڑ کر اُسے خرامال خرامال الیے لے جاتا ہے جیسے طفل گریختہ پا اپنی ماں کا دودھ پینے میں مگن ہو جے ہر سانس کے ساتھ اِس روحانی دستر خوان سے ایوان نعمت ملتے چلے جارہے ہیں جس کی گنتی کرنے سے بھی وہ بے نیاز ہو چکا ہے، بس قدرت کی رحمت سے معافتہ کرنے میں مگن ہو۔

"جس نے اپنے نفس کو پیچانا اس نے اپنے رب کو پیچانا" سے مرادیہ پیچان کرنا ہے کہ قدرت نے تجھے کیوں پیدا کیا ہے؟

تیر سے اندراس نے کونساجو ہر وحدانیت چھپا کر تجھے عدم سے وجو دمیں بھیجا ہے۔ مشیت نے اپنے ارادوں میں تیر سے اندر کون کون سی ہوشمندیاں، رعنایاں، پیشوائیاں سجابناکر رکھی ہیں۔ کیا تجھے محض تیری ذات کے لیے پیدا کیا گیا ہے؟، اگر ایک بندہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنی ذات میں کیا پچھ ہے، تو سمجھ لواس بند ہے نے خود کو پالیا، شمجھ لیا، مان لیا، پیچان لیا۔ اس و جدان کے میسر آتے ہی شان رب ذوالحلال پور سے جاہ و جلال کے ساتھ کار فرما نظر آتی ہے۔ جب علم یقین، عین الیقین اور حق الیقین تک پہنچاتو تمام سفر مقصد مکمل ہو کر "فہوالمراد" بن گیا، جس جزنے کل کو پیچان لیا سی مقام پر جا پہنچا جس کا اخفا میں رکھنا بیان کر دینے سے ذیادہ ارفع ہے، یہی "روحانیت "فہوالمراد" بن گیا، جس جزنے کل کو پیچان لیا سی مقام پر جا پہنچا جس کا اخفا میں رکھنا بیان کر دینے سے ذیادہ ارفع ہے، یہی "روحانیت "اور" پیراسائیکالو جی" ہے۔

#### سكون

سوال: اس دنیامیں ہر انسان زندگی کو بہترین بنانے کے لیے ہر طرح سے کوشش اور جدوجہد کرتا ہے۔ مگر دیکھایہ جاتا ہے کہ اگر کسی

کو دنیاوی آسائش میسر آ جائیں تب بھی وہ بے اطمینانی اور عدم تحفظ کے احساس میں مبتلار ہتا ہے، جو کہ عموماً بے اختیاری ہو تا ہے۔ ہم

اس بے سکونی، بے اطمینانی، پریشان خیالی اور عدم تحفظ کی کیفیت کو کس طرح ختم کر سکتے ہیں اور اس سلسلے میں کیا مذہب انسان کی مدد

کر سکتا ہے؟ کیونکہ مذہب کے پیروکاروں کی اکثریت کو بھی جب ہم دیکھتے ہیں تو بے سکونی اور عدم اطمینان کا اتنااحساس انہیں بھی رہتا
ہے جتنادوسرے لوگوں کو ہوتا ہے۔

جواب: کائنات میں بے شار نوعیں ہیں، ہر نوع اور نوع کا ہر فرد، نوعی اور انفرادی حیثیت میں خیالات کی لہروں کے ذریعے ایک دوسرے سے مسلسل اور پہم ربط رکھتے ہیں اور یہ مسلسل اور پہم ربط ہی افراد کا ئنات کے در میان تعارف کا سبب ہے۔ خیالات کی یہ لہریں دراصل انفراد کی اور اجتماعی اطلاعات ہیں جو ہر لمحہ اور ہر آن کا ئنات کے افراد کو زندگی سے قریب کرتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری پوری زندگی خیالات کے دوش پر سفر کررہی ہے اور خیالات کی کار فرمائی، یقین اور شک پر قائم ہے، یہی نقطہ آغاز مذہب کی بنیاد ہے۔

ارادہ پایقین کی کمزوری دراصل شک کی وجہ سے جنم لیتی ہے۔ جب تک خیالات میں تذبذب رہے گا، یقین میں کبھی بھی پختگی نہیں آئے گی۔ مظاہرہ اپنے وجود کے لیے یقین کا پانبد ہے کیونکہ کوئی خیال یقین کی روشنیاں حاصل کر کے مظہر بنتا ہے۔ مذہب ہمیں یقین کے اس پیٹرن میں داخل کر دیتا ہے جہاں شکوک وشبہات اور وسوسے ختم ہوجاتے ہیں۔ انسان اپنی باطنی نگاہ سے غیب کی دنیا اور غیب کی دنیا موجود فرشتوں کوچلتے پھرتے دیکھ لیتا ہے۔ غیب کی دنیا کے مشاہدات سے بندے کا اپنے رب کے ساتھ ایک دنیا تعلق پیدا ہوجاتا ہے کہ وہ خالق کی صفات کو اپنے اندر محیط دیکھ ہے۔ روحانی نقطہ نگاہ سے اگر کسی بندے کے اندر باطنی نگاہ متحرک نہیں ہوتی تووہ ایمان کے دائرے میں داخل ہوجاتا ہے تو اس کے اندر سے نہیں ہوتی تووہ ایمان کے دائرے میں داخل ہوجاتا ہے تو اس کے اندر سے

تخریب اور شیطنت نکل جاتی ہے اور اگر بندے کے اوپریقین (غیب کی دنیا) منکشف نہیں ہے توابیا بندہ ہر وقت تخریب اور شیطنت کے جال میں گر فتار رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ترقی یافتہ دنیا میں بے شار ایجادات ، آرام و آسائش کے باجود ہر شخص بے سکون ، پریشان اور عدم تحفظ کا شکار ہے۔

سائنس جو کہ میٹر یعنی مادہ پریقین رکھتی ہے اور مادہ عارضی اور فنکشن ہے اس لیے سائنس کی ہرتر قی ، ایجاد اور ہر آرام و آسائش کے تمام سائل عارضی اور فناہو جانے والے ہیں، جس شئے کی بنیاد ہی ٹوٹ پھوٹ اور فناہو اس سے کبھی حقیقی مسرت حاصل نہیں ہوسکتی۔ مذہب کے وہ پیروکار یا علماء جو عبادات کی رسوم کی حد تک پابندی کرتے ہیں اور ظاہری اعمال کوہی اہم سمجھتے ہیں وہ ایمان یعنی غیب کی دنیا کے مشاہدے سے محروم رہتے ہیں۔

## علم حصولی

سوال: انسانوں اور حیوانوں کی زندگی میں فرق دیکھا جائے تو دونوں میں نوعوں کے محسوسات ایک ہی نظر آتے ہیں، یعنی بھوک انسانوں کو لگتی ہے اور حیوانوں کو بھی، سونے، جاگے اور تولیدی سلسلے میں انسان اور حیوان دونوں برابر نظر آتے ہیں۔ مگر انسانی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ انسان اپنی دلچیپیوں کو بدلتار ہتا ہے یعنی پہلے انسان غاروں میں رہتا تھا پھر جھو نپر ٹوں میں اور مکانوں سے ہو تا ہوا محلات نما مکان میں رہنے لگا ہے۔ پتوں سے بدن ڈھا نپتے ڈھا نپتے اعلیٰ قیمتی ملبوسات پہننے لگا ہے۔ مگر حیوانات کے رہن سہن میں جود نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور حیوانوں کی روح میں کیا فرق رکھا ہے جس سے ان دونوں نوعوں کی تہذیب جدا جدا نظر آتی ہے؟

جواب: دنیامیں ہزاروں لاکھوں انسان بستے ہیں۔ ہر انسان دوسرے کی زندگی سے ناواقف ہے یعنی ہر انسان کی زندگی راز ہے جس کو دوسرے نہیں جانتے۔اس راز کی بدولت ہر انسان اپنی غلطیوں کو چھپائے ہوئے خود کو بہتر پیش کرنے کی کوشش کر تاہے اور مثالی بننا چاہتا ہے۔اگر اس کی غلطیاں لوگوں کے سامنے ہوتی تو پھر وہ خود کو بہتر ظاہر کرنے کی کوشش نہ کر تا اور زندگی کا ارتقاء عمل میں نہ آتا۔

انسانی زندگی کی ساخت میں کچھ ایسے عناصر استعال ہوئے ہیں جو شعور کی نگاہ سے پوشیدہ ہیں اور شعور کو مثالی یا علی زندگی کی طرف ماکل کرتے ہیں۔ گویا زغاء ایسی حقیقت ہے جس کو ارتقاء کانام دیا جاسکتا ہے۔ انسانی ساخت کی یہی خصوصیت اسے جانوروں سے ممتاز کرتی ہے۔ لیکن حیوان کے عناصر حیوان کے شعور سے مخفی نہیں ، ہر ایک حیوان کے اعمال متعین ہے جن کو اس کا شعور پوری طرح جانتا ہے اس ہی کے باعث ایک جانور خود کو کسی دو سرے جانور سے بہتر ظاہر کرنے کی کو شش نہیں کرتا۔



انسانی ساخت کا یہ شعوری امتیاز ہی تمام علوم وفنون کا مخرج ہے۔ انسان کا یہی شعوری امتیاز ، انسان کو لاشعور سے جدا کرتا ہے۔ یہیں سے انسان الیی حدیں قائم کرتا ہے جو علم حضوری کے اجزاسے ایک علم کی داغ بیل ڈال دیتی ہے۔ یہی علم تمام طبعی علوم کا مجموعہ ہے۔ روحانیت میں اس کو علم حصولی کہتے ہیں۔ اس علم کے خدوخال زیادہ تر قیاسات اور مفروضات پر مشتمل ہوتے ہیں اور انسان اس علم کی ہی بنیاد پر زندگی گزارنے کی کوشش کرتا ہے۔

#### مر اقبه اور نماز

سوال: کالم روحانی ڈاک میں اکثر کا ئناتی پروگرام کے بارے میں پڑھاہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس کا ئناتی پروگرام کی اسلامی اور سائنسی نقطہ نظرسے کیا تشر تکے ہوتی ہے۔ کتاب المبین، لوح محفوظ، حضیرہ، مستقل اور غیر مستقل آباد نظام وغیرہ۔اولیاء کرام کے علاوہ ایک انسان اپنی روحانی صلاحیتوں کو بڑھا کر مستقل اور غیر مستقل سیاروں پر جاکر وہاں کی مخلوق کو دیکھ سکتا ہے۔ یقیناً یہ سوالات قارئین جنگ کے لیے علم اور دیکچین کاباعث ہونگے۔امید کر تاہوں کہ میرے خط کاجواب شائع کریں گے۔

جواب: مشاہداتی طرزوں میں ہم اس بات سے انکار نہیں کرسکتے کہ کوئی بھی نظام ہواس کو چلانے کے قاعدے اور ضا بیطے کی ایک تنظیمی نوعیت ہوتی ہے۔ خود قرآن پاک میں اللہ تعالی فرماتے ہیں "ہم نے ساری کا نبات معین مقداروں سے بنائی اور کوئی ایک دوسرے کے ساتھ سرکٹی نہیں کر سکتا" سورج کے لیے یہ بات مقرر کردی گئی ہے کہ وہ مشرق سے طلوع ہواور مغرب میں غروب ہو۔ آسمان کی رفعت تو دیکھتے کہ اتنااو نچا آسمان اور بغیر ستونوں کے قائم ہے، زمین کو اتناز م نہیں بنادیا گیا کہ اس میں پیرد دھنس جائیں اور اتنا جت نہیں کہ خلوق چل کھر نہ سکے اللہ تعالی نے کا نبات میں دونطام قائم کئے ہوئے ہیں، ایک نظام رشد وہدایت کا نظام ہو دور ساز نظام کا نباتی ایڈ بیشن دونوں نظاموں کا تذکرہ بڑی وضاحت کے ساتھ حضرت موسی اور بندوں میں سے ایک کا نبات مجمدر سول اللہ شکی شخی ہیں۔ اس نظام کے ہیڈ باعث تخلیق بین ہوائے ہیں ہو اللہ عن نہیں ہو اللہ میں ہو اللہ سی اور بندوں میں سے ایک بندہ (حضرت خصر) کے قصے میں بیان ہوا ہے۔ مستقل اور غیر مستقل آباد نظام کی تفصیل اتنی زیادہ ہے کہ روحانی ڈاک کاپوراکالم بھی بندہ (حضرت خصر) کے قصے میں بیان ہوا ہے۔ مستقل اور غیر مستقل آباد نظام کی تفصیل اتنی زیادہ ہے کہ روحانی ڈاک کاپوراکالم بھی طریقہ سے نماز پڑھنے لگین تو ہماری آنکھوں کے سامنے کا نبات کے کچھے ہوئے گوشے آجاتے ہیں، بہی وہ کیفیت ہے جس کورسول اللہ طریقہ سے نماز پڑھے نے المواۃ معراج المومنین کہا ہے۔ نماز کے ارکان کے اوپر نظر کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نماز مجموعی اعتبار سے مناز پڑھے نے المواۃ معراج المرومنین کہا ہے۔ نماز کی ارکان کے اوپر نظر کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نماز مجموعی اعتبار سے مناز بیشن مرکز بید ہے۔ چو نکہ نماز میں کرنے سے دوباتی ہے اس لیے نماز بحاے نود "مراق الم کھوئی مرکز بید ہے۔ چو نکہ نماز میں کرنے سے مراق المومنین کہا ہے۔ نماز کے ارکان کے اوپر نظر کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نماز مجموعی اعتبار سے صور کر بیت کے مساتھ ربھ قائم کرنے سے موثر طرق کرتے کے مصول (نماز) کو مراق کہ کہتے ہیں۔



#### ترک د نیا

سوال: عرض یہ ہے کہ ترک دنیا کیا ہے؟ روحانی علوم کو سکھنے کے لیے کیازندگی کے اعمال کو ترک کرناضر وری ہے؟ کیا ہم زندگی کے تمام اعمال کو سرانجام دیتے ہوئے اپنی روح سے و قوف حاصل کر سکتے ہیں؟

جواب: جب ہم زمین پر موجود نئی نئی تخلیقات پر تفکر کرتے ہیں تو ہمیں ہے بات واضح طور پر ہمارے سامنے آتی ہے کہ تخلیق کا عمل ظاہر مین نظروں سے دیکھاجائے توایک نظر آتا ہے، مثلاً ہم کسی درخت کی پیدائش کے بارے میں غور کرتے ہیں تو ہمیں زمین کے اوپر تمام در ختوں کی پیدائش کا المتنہائی سلسلہ ایک ہی طریقہ پر قائم نظر آتا ہے۔ درخت چھوٹا ہو، بڑا ہو، تناور ہو، تبل کی شکل میں ہو، یا بڑی ہو ٹیوں کی صورت میں ہو پیدائش کا سلسلہ ہے ہے کہ زمین کے اندر نتی ہویا جاتا ہے۔ زمین اپنی کو کھیا پیٹ میں اس نتی کو نشوونماد تی ہے اور نتی کی نشوونما مکمل ہونے کے بعد درخت وجود میں آجاتا ہے۔ لیکن میہ بڑی عجیب بات ہے کہ باوجود پیدائش کا طریقہ ایک ہے مگر ہر درخت کا پھل علیحدہ ہو تا ہے، پھول علیحدہ ہو تا ہے، پھول کارنگ علیحدہ ہو تا ہے۔ اللہ کی شان بھی عجیب شان ہے کہ زمین ایک ہے، ہوا ایک ہے، پانی ایک ہم پیدائش کا طریقہ ایک ہے، پول کا غلیہ ضرور ہو تا ہے۔ اللہ کی شان بھی عجیب شان ہے کہ زمین ایک ہے، ہوا ایک ہے، پانی ایک ہم پیدائش کا طریقہ ایک ہے نیانی کو دو ہو تا ہے۔ کوئی ایک چیز موجود نہیں جو بے رنگ ہو۔ یہ رنگ اور بے رنگ دراصل خالق اور مخلوق سے جو چیز الگ اور ممتاز کرتی ہو وہ رنگ ہو۔ یہ رنگ اور بے رنگ دراصل خالق اور مخلوق سے جو چیز الگ اور ممتاز کرتی ہے وہ رنگ ہو۔ یہ رنگ اور بے رنگ دراصل خالق اور محتاز کرتی ہو وہ رنگ ہے۔

انسان کے اندرجب تخلیقی صفات کا مظاہرہ ہو تا ہے یا اللہ تعالی اپنے فضل و کرم سے تخلیقی صلاحیتوں کا علم بیدار کر دیتا ہے تو بندے کے اوپر بیہ بات منکشف ہو جاتی ہے کہ کوئی ہے رنگ خیال جب رنگدین ہو جاتا ہے تو تخلیق عمل میں آ جاتی ہے۔ اللہ بحیثیت خالق کے ورائے ہے رنگ ہے۔ اللہ تعالی نے انسانی ذہن کی تخلیق کچھ اس طرح کی ہے کہ وہ کسی جگہ تھم تا نہیں ہے۔ یہ بے رگی سے مل کر ورائے ہے رنگ کا مشاہدہ کرلیتا ہے اور یہی اللہ کی ذات کا عرفان ہے۔ "قلندر شعور" ہماری راہنمائی کرتا ہے کہ انسان اپنے ارادے اور اختیار سے اپنے اوپر الیسی کیفیات اور واردات محیط کر سکتا ہے جو اسے دنیاوی خیالات سے آزاد ہونے کا مطلب ہے نہیں کہ آدمی کھانا پینا چھوڑ دے، کیڑے نہ پہنے، گھر میں نہ رہے، شادی نہ کریں۔ دنیاوی خیالات سے آزاد ہونے کا مطلب ہے نہیں کہ آدمی کھانا پینا چھوڑ دے، کیڑے نہ پہنے، گھر میں نہ رہے، شادی نہ کریں۔ دنیاوی خیالات سے ضرورت ہے کہ دنیاوی معاملات میں ذبمن کا انہاک نہ ہو، دنیاوی معاملات کوروثین کے طور پر پورا کریں۔ مثلاً ایک آدمی کی ضرورت ہے کہ وہ پانی پیٹے، اسے جب پیاس لگتی ہے وہ پانی پی لیتا ہے، لیکن وہ تمام دن اپنے اوپر پیاس کو مسلط نہیں رکھتا۔ پانی کا تقاضہ پیدا ہوا، پانی پیا اور بھول گیا، بہی صور تحال سونے اور جاگنے کی ہے۔ جب کوئی بندہ کی ایک دو، دس، ہیں، پیاس خیالات میں اس طرح گھر جاتا ہے کہ اس کاذبن معمول (Routine) سے ہٹ جائے تو وہ بے رگی ہددہ کی ایک دو، دس میں، کیاس مصروف ہو جاتا

ہے اور جب کوئی بندہ دنیاوی ضروریات کے تمام اعمال وافعال کوروٹین کے طور پر انجام دیتا ہے تووہ رنگوں کی دنیامیں رہتے ہوئے بھی بے رنگ دنیا کی طرف سفر کرتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک شاگر دنے حضرت جنید بغدادی سے سوال کیا کہ ترک دنیا کیا ہے؟ حضرت جنید بغدادی نے جواب دیا۔"
دنیا میں رہتے ہوئے آدمی کو دنیا نظر نہ آئے"، شاگر دنے ہو چھا" یہ کس طرح ممکن ہے"۔ حضرت جنید بغدادی نے مسکر اکر جواب دیا بھی جب تمھاری عمر کا تھاتو میں نے یہ بی سوال اپنے بیروم شدسے کیا تھا، انہوں نے جواب دیا آؤ بغداد کے سبسے مشہور بازار کی سر کو چلے، چنانچہ میں اور شخ بغداد کے مصروف ترین بازار کے طرف نکل گئے جیسے ہی ہم بازار کے صدر دروازے میں داخل ہوئے، میں نے دیکھا، میں اور شخ ایک ویرانے میں کھڑے ہیں، حد نظر تک ریت کے ٹیلوں اور بگولوں کے سواچھ نہیں تھا۔ میں نے جیرت سے کہا" شخ بیاں بازار تو نظر نہیں آرہا" شخ نے شفقت سے میرے سرپر ہاتھ رکھ دیا" جنید یہی ترک دنیا ہے، کہ آدمی کو دنیا نظر نہ آئے"، اون کے لبادے اوڑھ لینا، جُوکی روٹی کھالینا اور عالیشان مکانوں سے منہ موڑ کر جنگلوں میں نکل جانا ترک دنیا نہیں ہے۔ ترک دنیا یہ ہے کہ لذیذ ترین اشیاء بھی کھاؤ تو جو کی روٹی کھالینا اور عالیشان مکانوں سے منہ موڑ کر جنگلوں میں نکل جانا ترک دنیا نہیں ہو، گنجان بازاروں اور خوب صورت محلات کے در میاں سے بھی گزرو تو بیابان نظر آئے۔ لیکن جنید سے سب باتیں پڑھنے سے اور سمجھانے سے بازاروں اور خوب صورت محلات کے در میاں سے بھی گر رو تو بیابان نظر آئے۔ لیکن جنید سے سب باتیں پڑھنے ہیں۔ پھر جیسے ہی ہم اس ہولناک ویرانے سے گھر کے لیے روانہ ہوئے ہم بغداد کے اس بارون تی بازار کے صدر دروازے پر کھرے تھے۔

## جنات کی زبان

سوال: یہ بات اکثر سننے اور پڑھنے میں آتی ہے کہ صاحب روحانیت جنات اور فر شتوں سے گفتگو کر سکتے ہیں۔ ایسا کس طرح ممکن ہے کہ جنات اور فر شتے ہی اردو، انگریزی، فارسی اور کہ جنات اور فر شتے ہی اردو، انگریزی، فارسی اور عربی وغیرہ بولئے ہوں، کیونکہ یہ تونوع انسان کی زبانیں ہیں۔

جواب: سائنس کاعقیدہ ہے کہ زمین پر موجود ہر شے کی بنیادیا قیام لہریاروشنی کے اوپر ہے۔ جب ہر شے شعاعوں اور لہروں کا مجموعہ ہے تو ہم شعاعوں یالہروں کو دیکھے یاسمجھے بغیر کیسے جان لیتے ہیں کہ یہ درخت ہے، یہ پھر ہے یا یہ چیز پانی ہے۔ ہم جب کوئی پھول دیکھتے ہیں، ہمارے دماغ پر پھول سے متعلق خوب صورتی، خوشبو، فرحت وانبساط کا تاثر قائم ہو تا ہے حالا نکہ ہم نے ابھی پھول کو نہ چھوا ہے نہ سونگھا ہے۔ اس طرح ایک ایسے آدمی کا چہرہ ہمارے سامنے آتا ہے جو طبیعتاً ناپیندیا ہم سے مخاصمت رکھتا ہے تواس آدمی کے خیالات سے ہم متاثر ہوتے ہیں اور ہماری طبیعت کے اوپر اس کاردعمل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس کوئی آدمی ہم سے دلی تعلق رکھتا ہے اس

د کھھ کر ہماری طبیعت اس کے لیے محبت اور انسان شاسی کے جذبات ابھرتے ہیں۔ حالا نکہ ان دونوں آدمیوں میں سے کسی نے بھی ہمار ساتھ نہ کوئی بات کی ہے اور نہ ہمیں کوئی نقصان یا نفع پہنچایا ہے۔

دنیا میں ہزاروں زبا نیں بولی جاتی ہیں لیکن جب پانی کا تذکرہ ہو تا ہے تو ہر آدمی اسے پانی سجھتا ہے، جس طرح ایک اردو دان کسی دان پانی سجھتا ہے اسی طرح دوسری زبا نیں بولنے والے جل، آب، ماء واٹر وغیرہ کہتے ہیں۔ لیکن پانی پانی پانی ہے۔ جب کوئی اردو دان کسی انگریز کے سامنے لفظ درخت کہتا ہے تو اس کے ذبمن میں درخت آتا ہے یہ الگ بات ہے کہ انگریز اس کو Tree کہتا ہے۔ دنیا کے کسی بھی خطہ میں جب ہم آگ کا تذکرہ کریں گے تو اس خطہ پر بولی جانی والی ادری زبان کچھ بھی ہو، لوگ اسے آگ ہی سمجھیں گے۔ مقصد ہیں جب ہم آگ کا تذکرہ کریں گے تو اس خطہ پر بولی جانی والی ادری زبان کچھ بھی رکھا جائے، ہر چیز کا قیام اہر پر ہے، ایسی اہر جس کو بیتے کہ کوئی چیز اپنی ماہیت، خواص اور اپنے افعال سے پیچائی جاتی ہے۔ نام کچھ بھی رکھا جائے، ہر چیز کا قیام اہر پر ہے، ایسی اہر جس کو روشنی کی علاوہ کوئی اور نام نہیں دیا جاسکتا، روحانیت کا اصل اصول بھی بہی ہے۔ جس طرح پانی اہر وں اور روشنیوں کا مجموعہ ہے، اسی طرح خیالات بھی اہر وں کے اوپر روال دوال ہیں۔ ہم جب کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ہمارے خیالات کے اندر کام کرنے والی لہریں اس چیز کے اندر منتقل ہو جاتی ہیں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے ہم جب کسی آدمی کی طرف متوجہ ہو کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہم پیاسے ہیں تہم ہیں پانی پلاو۔

خیالات کو سیجھنے اور معانی بہچانے کے لیے الفاظ کا سہار الیاجا تا ہے۔ لیکن اگر کا نناتی شعور کا مطالعہ کیاجائے تو یہ عقیدہ کھاتا ہے کہ الفاظ کا سہار الیناضر وری نہیں ہے۔ در ختوں، چو پاؤں، پر ندوں، در ندوں اور حشر ات الارض کی زندگی ہمارے سامنے ہے، وہ سب باتیں کرتے ہیں اور سب اپنے خیالات کو آپس میں ردوبدل کرتے ہیں، لیکن الفاظ کا سہار انہیں لیتے۔ موجودہ زمانے میں سائنس نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ اب یہ بات پوری طرح ثابت ہو چکی ہے کہ در خت آپس میں باتیں کرتے ہیں، در خت موسیقی سے بھی متاثر ہوتے ہیں، اچھے لوگوں کے سائے سے در خت خوش ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں کی قربت سے جن کے دماغ پیچیدہ اور تخریب پسند ہیں در خت ناخوش ہوتے ہیں۔ اور بیر بات میں اینے مشاہدے کی بناء پر لکھ رہاہوں۔

بتانا بیہ مقصود ہے کہ تمام مخلوق سوچنے کی طرز میں ایک نقطہ مشترک رکھتی ہے۔ مخلوق میں انسان ، حیوانات ، نباتات ، جمادات ، جنات ، فرشتے ، لا شار کہکشانی نظام اور ان نظام ہائے میں بسنے والے انسان ، جنات اور فرشتے بھی شامل ہے۔ کا نئات کا یہ نقطہ مشترک ہمیں دوسری مخلوق کی موجود گی کا علم دیتا ہے ، انسان کا لا شعور کا نئات کے دور دراز گوشوں سے مسلسل ایک ربط رکھتا ہے ، مشترک ہمیں دوسری مخلوق کی موجود گی کا علم دیتا ہے ، انسان کا لا شعور کا نئات کے دور دراز گوشوں سے مسلسل ایک ربط رکھتا ہے ، زبان دراصل خیالات کا اظہار ہے ، خیالات ہی اپنے معنی اور مفہوم کے ساتھ نوع انسانی اور دوسری تمام نوعوں میں ردوبدل ہوتے ربیں۔ الفاظ کا سہارا دراصل شعوری کمزوری کی علامت ہے۔ اس لیے شعور الفاظ کا سہارا لیے بغیر کسی چیز کو سمجھ نہیں یا تا۔

جب کوئی بندہ روحانیت کے اصول وضوابط کے تحت خیالات کی منتقلی کے علم سے و قوف حاصل کرلیتا ہے تواس کے لیے دونوں باتیں برابر ہو جاتی ہے، چاہے کوئی خیال الفاظ کاسہارالے کر منتقل کر دیاجائے۔ ہر آدمی کے اندر ایک ایساکمپوٹر نصب ہے جو خیالات کو معنی اور مفہوم یہنا کر الگ الگ کر دیتا ہے۔

## مادی اور روحانی زندگی

سوال: سائنسی علوم آج جس طرح دانشوروں کے ذہنوں پر غلبہ حاصل کئے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ آپ بھی جانتے ہیں کہ جو پچھ وہ

کہتے ہیں مظاہر اتی خدوخال میں لوگ دیکھ لیتے ہیں، ہر انہونی بات جب سامنے آتی ہے تولوگ کہتے ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ لیکن پچھ
عرصہ کے بعد جب اس ایجاد کو اپنی آ تکھوں سے دیکھ لیتے ہیں تو اس انکشاف کو یقین کی دنیا میں داخل کرنا پڑتا ہے اور اب صور تحال سے
ہے کہ سائنس دان پچھ کہہ دیں شعور اس کی تردید نہیں کر سکتا۔ اس سلسلہ میں آپ سے درخواست ہے کہ آپ ہمیں بتائیں کہ مادی
دنیا کی زندگی اور روحانی زندگی میں کیا فرق ہے اور اگر روحانی زندگی ہے تو اس کی معراج کیا ہے؟

جواب: بلاشبہ موجو دہ دور انسان کی شعوری ترقیوں کے عروج کا دور ہے۔ آج کے انسان کا شعور اتنابالغ اور پختہ ہو چکاہے کہ وہ کسی بات کواِس وقت تک تسلیم نہیں کر تاجب تک اسے دو جمع دو چار کی طرح سمجھ نہ لے۔ یہ مثال اگر چہ بہت آسان ہے پھر بھی ہر آدمی کو یہ بات سمجھانانا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے

یہ بات ہر آدی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ جو آدی گنتی اور حروف تبی سے ہی ناواقف ہو، اسے ریاضی کا کوئی فار مولا باور کر انا
یا بیٹی تھیوری سمجھانا آسان کام نہیں ہے۔ روحانی نظام کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آدی اس علم اور قانون کا مطالعہ کرے جس کو
اہدال حق قلندر بابا اولیا ؓ نے روحانی سائنس کہا ہے۔ روحانی سائنس روح کی ساخت اور اس کی تحریکات سے بحث کرتی ہے۔ قر آن
پاک میں اللہ تعالی نے روح کو اپنے احکامات میں شار کیا ہے۔ روح جو اللہ کا تھم ہے ایک طرف بجلی کی صورت ساروں، سیاروں، کہشانی
اور شمسی نظاموں پر محیط ہے، دوسری طرف جزوبن کر اشیائے کا نئات کے سالموں اور جوہروں کی گہر ائیوں میں لہروں کی صورت میں
جلوہ گر، متحرک اور مصروف بہ عمل ہے، روح کی تحریکات جہاں انسانوں، جانوروں، نبا تات اور جمادات کی نوعوں میں زندگی کے
بنیادی ایند ھن کے طور پر کار فرما ہے، وہاں خالق ( اللہ تعالی ) اور مخلوق ( انسان اور کا نئات ) کے در میان ایک میڈیم، واسطہ یا وسیلہ
کے فرائض بھی انجام دیتی ہے۔



#### What is Aura

سوال: نظریه رنگ ونورکی تھیوری میہ ہے کہ زندگی کی بنیاد روشنیوں پر قائم ہے، مادی جسم ان روشنیوں کے تنزل سے وجود میں آتا ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے لفظ"نسمہ" استعال کیا ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ نسمہ کی ماہیت اور اس کے افعال پر تفصیل سے روشنی ڈالئے۔

جواب: کائنات کی ساخت میں بساط اول وہ روشنی ہے جس کو قر آن پاک نے ماء (پانی) کے نام سے یاد کیا ہے، موجو دہ دورکی سائنس میں اس کو گیسوں کے اجتماع سے اولاً جو مرکب بناہے اس کو پارہ یا پارہ کی مختلف میں اس کو گیسوں کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نسمہ کا ان ہی صد ہا گیسوں کے اجتماع سے اولاً جو مرکب بناہے اس کو پارہ یا پارہ کی مختلف شکلیں بطور مظہر پیش کرتی ہیں۔ انہی مرکبات کی بہت ہی ترکیبوں سے مادی اجسام کی ساخت عمل میں آتی ہے اور ان ہی اجسام کو موالید ثلاث یعنی حیوانات، نباتات اور جمادات کہتے ہیں۔ تصوّف کی زبان میں ان گیسوں میں سے ہرگیس کی ابتدائی شکل کانام نسمہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں نسمہ حرکت کی ان بنیادی شعاعوں کے مجموعے کانام ہے جو وجو دکی ابتداء کرتی ہیں۔

حرکت: اِس جگہ ان لکیروں کو کہا گیاہے جو خلاء میں اس طرح پھیلی ہوئی ہیں کہ وہ نہ تو ایک دوسرے سے فاصلے پر ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے میں پیوست ہیں۔ یہی لکیریں مادی جسم میں ایک واسطہ ہیں۔ ان لکیروں کو صرف روح کی آنکھ دیکھ سکتی ہے، کوئی مادی خور دبین اس کوکسی شکل وصورت میں نہیں دیکھ سکتی البتہ لکیروں کے انثرات کو مادیت یا مظہر کی صورت میں یاسکتی ہے۔

جب لڑکوں کو اسکولوں میں ڈرائنگ سکھائی جاتی ہیں توایک کاغذ جس کو گراف پیپر کہتے ہیں ڈرائنگ کی اصل میں استعال ہوتا ہے۔ اس کاغذیر چھوٹے چھوٹے چوکور خانوں کو بنیاد قرار دے کر استادیہ بتاتے ہیں کہ ان چھوٹے چھوٹے خانوں کی اتنی تعداد سے آدمی کا سر، اتنی تعداد سے ناک، اتنی تعداد سے منہ اور اتنی تعداد سے گردن بنتی ہے۔ ان خانوں کی اتنی تعداد سے آدمی کا سر، اتنی تعداد سے ناک، اتنی تعداد سے منہ اور اتنی تعداد سے گردن بنتی ہے۔ ان خانوں کی یہائش سے وہ مختلف اعضاء کی ساخت کا تناسب قائم کرتے ہیں۔ جس سے لڑکوں کو تصویر بنانے میں آسانی ہو جاتی ہے، گویا یہ گراف تصویر وں کی اصل سے یادو سرے الفاظ میں اس گراف کو ترتیب دینے سے تصویر یں بن جاتی ہیں۔ بالکل اسی طرح نسمہ کی یہ لکیریں تمام مادی اجسام کی ساخت میں اصل کا کام دیتی ہیں اور ان ہی لکیروں کی ضرب تقسیم سے نباتات ، جمادات اور حیوانات کی تخلیق ہور ہی ہیں۔

تخلیقی قانون کی روسے دراصل یہ لکیریں یا ہے رنگ شعاعیں چھوٹی بڑی حرکات ہیں، ان کا جتنا اجتماع ہو تاجائے گا آتی ہی اور الی ہی طرز کی ٹھوس حسیات ترتیب پا جائیں گی اور ان کی اجتماعیت سے رنگ و کشش کی طرزیں قیام پاتی ہیں اور ان لکیروں کی حرکات اور گردش وقفہ پیدا کرتی ہیں، ایک طرف ان لکیروں کی اجتماعیت مکانیت بناتی ہے اور دوسری طرف ان لکیروں کی گردش زمانیت کو تخلیق کرتی ہے۔ مخلیقی قانون میں نہمہ کی وہ شباہت جس کو مادی آئھ نہیں دیکھ سکتی تمثل کہلاتی ہے اور نسمہ کی وہ شکل و



صورت جس کومادی آنکھ دیکھ سکتی ہے تشخص یا جسم کہلاتی ہے۔ جسم کی طرح تمثل میں بھی ابعاد (Dimension) ہوتا ہے۔ اور روحانی آنکھ ان ابعاد کے طول وعرض کومشاہدہ ہی نہیں بلکہ ان کی مکانیت کو بھی محسوس کرتی ہے۔ ماہر بین روحانیت اس تمثل کو حیولی کہتے ہیں۔ دراصل یہ محسوسات کا ڈھانچہ ہے جس میں وہ تمام اجزائے ترکیبی موجود ہوتے ہیں جن کا ایک قدم آگے بڑھنے کے بعد جسمانی آنکھ اور جسمانی لامسہ ابھر تاہواد کھتا ہے۔ چیز کی موجود گی پہلے ایک تمثل یاہولی کی شکل وصورت میں ہوتی ہے اس کو نسمہ مفرد کہتے ہیں۔ اس کے بعد دو سرے مرحلے میں یہ نسمہ مفرد جب نسمہ مرکب کی شکل وصورت اختیار کرکے مادی جسم بتا ہے تو کرکت میں انتہائی سستی اور جمود پید اہو جاتا ہے اور انسان مکانیت میں خود کو قید اور بند محسوس کر تا ہے اور جب نسمہ مرکب کی ہیت نسمہ مفرد میں تبدیل ہو جاتی ہے تو انسان کے اوپر زمان و مکان کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے۔ مادی جسم جن روشنیوں پر قائم ہے اور مشخرک ہے اس کوروحانیت میں نسمہ اور سائنس میں Aura کہاجاتا ہے۔

## ہماری نسلیں

سوال: موجودہ دور میں ہر قسم کی آسائش اور سہولتوں کے باوجود نوع انسانی پریشان حال اور پراگندہ دل ہے اور جیسے جیسے ترقی کے پُر فسوں نعرے بلند ہورہے ہیں اور انسانی شعور ارتقاء کے اولین درجہ پر فائز ہورہا ہے۔ انسان مضطرب اور بے حال ہے مایوس اور مجبور نوع انسانی کو نساطر یقہ اختیار کرے کہ جس سے آنے والی نسلیں عدم تحفظ کے احساس کے دباؤسے آزاد ہوں۔ آج کی دنیا تباہی کے کنارے ایک آتش فشاں بنی ہوئی ہے کوئی نہیں کہہ سکتا کب کس کا دماغ اس آتش فشاں کارُخ بھری پُری دنیا کی طرف موڑد سے کو کنارے ایک آتش فشاں بنی ہوئی ہے کوئی نہیں کہہ سکتا کب کس کا دماغ اس آتش فشاں کارُخ بھری پُری دنیا کی طرف موڑد سے اور یہ خور جہنم کی آگ بن جائیں اور ہم خسر ۃ الدنیا والاخر ۃ کی مصد ق کبھر بکھر کے زمان میں تبدیل ہو جائے۔ آپ سے مود بانہ درخواست ہے آپ بتائیں کہ نسلوں کو آئندہ آنے والے دردناک عذاب سے کس طرح تحفظ فراہم ہو سکتا ہے؟

جواب: انسان کے اندر دوطرح کے حواس کام کرتے ہیں۔ ہم ان حواس کو اگر دوکر داروں میں سمجھناچاہیں توبید دوکر دار اعلی اور اسفل ہے۔ ان دوکر داروں کو قرآن پاک نے علین اور سجین کہاہے۔ علین اعلی کر دارہے اور سجین اسفل۔ حواس میں دونوں کر دارریکارڈ ہوتے ہیں۔ عالم ناسوت (مادی دنیا) میں ان کر داروں کاریکارڈ نگاہوں کے سامنے نہیں رہتا، بلکہ حواس کے اندر مخفی رہتا ہے۔ قرآن کی زبان میں ان دونوں ریکارڈوں کو کتاب المرقوم کہا گیا ہے۔ قیامت کے دن جب کا کنات کا پہلاسفر طے ہوجا ہے گا، انسان اور جنات جو کا کنات کا حاصل سفر ہیں اسلیے جمع کئے جائیں گے کہ کا کنات کے دوسرے سفر کا آغاز ہو۔ کا کنات کا دوسر اسفر جنت دوزخ کے در میان کا راستہ ہے۔ حواس کے ان کر دروں میں ایک کر دار متعین ہے یہ کر دار اپنی حدود ایک طرز پر دیکھتا، سوچتا اور محسوس کر تا

اس کردار میں کا کناتی ذرہ یا فرد کے لیے کوئی امتیاز نہیں پایاجاتا، یہ کردار ہر ذرہ میں ایک بی زوایہ رکھتا ہے اس میں (لامکانی شعور) سے دوسر اشعور تخلیق پاتا ہے۔ اس شعور کی حرکت اگرچہ بہت ٹھوس ہوتی ہے تاہم اس کاسفر خیال سے کروڑوں گنازیادہ تیز رفتار ہے، لیکن جب یہ شعور ابھر کر تیسر ہے شعور کی سطح پر وارد ہو تا ہے تواس کی رفتار بہت کم ہوجاتی ہے، یہ رفتار بھی روشنی کی رفتار سے لاکھوں گنا ہے، یہ شعور بھی ایک نمایاں سطح کی طرف جدوجہد کر تا ہے اور اس نمایاں سطح میں داخل ہونے کے عالم ناسوت کے عناصر میں منتقل ہوجا تا ہے۔ عناصر کا یہ مجموعہ فرد کا چوتھا شعور ہے، جو بالکل سطحی کردار رکھتا ہے۔ اس بی لیے اس کا ٹھبر اؤاور ٹھوس بن بین بہت ہی کم وقعہ پر مشتمل ہے۔ یہ ہی شعور باعتبار حواس سب سے ذیادہ ناقص ہے۔

حواس میں اگرچہ اپنے تقاضوں کا مجموعہ ہیں جو زیادہ سے زیادہ جمال کی طرف میلان رکھتے ہیں، مگر جمال کے مداری سے کال آگائی خبیں اس ہی واسطے ان میں پہیم اور مسلسل خلا پائے جاتے ہیں۔ ساتھ ہی خلاوں کو پُر کرنے کے لیے حواس میں ایسے تقاضے بھی موجود ہیں جن کو ضمیر کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہی خلاوں کو پُر کرنے کے لیے انبیاء کے ذریعے شریعتیں نافذ کی ہیں۔ ہر شریعت کا منتہا ہے ہے کہ ایک واحد ہستی ہے جو کا نئات کی کفیل اور گران ہے۔ اس کے تخلیقی اور بھی نامور میں کوئی شریک خبیں ہے، انبیاء اکر ام پر بیہ منتہا ہے کہ ایک واحد ہستی ہے جو کا نئات کی کفیل اور گران ہے۔ اس کے تخلیقی اور بھی نامور میں کوئی شریک خبیس ہے، انبیاء اکر ام پر بیہ منتہاو تی کے ذریعے مکشف ہو تا ہے۔ انبیاء کو ندمانے والے فرقے توحید کو ہمشہ اپنے قیاس میں تاثم کرتے ہے۔ چناخچہ ان کے قیاس نے غلط راہنمائی کرکے ان کے سامنے غیر توحید کی نظریات رکھے ہیں اور یہ نظریات کہیں مند ترم نے خود کر کے منام کے جاتھ ہیں کہ دو سرے نظریہ کی دو سرے نظریہ کے چند قدم ضرور ساتھ دیتا ہے مگر پھر ناکام ہو جاتا ہے۔ توحید کی نظریہ قرک علاوہ نوع انسانی کو کسی ایک طرز فکر پر مجتمع کرنے کا کوئی اور طریقہ خبیں ہیں ہو جودہ دور میں تقریبا منبیل میں خود جننے طریقے واضع کئے ہیں وہ سب کے سب کسی نہ مرصلے میں غلط ثابت ہو کر رہ گئے ہیں۔ توحید کے علاوہ جننے نظام حکمت بنائے گوہ فواج ہیں یادہ بھی خواد کے ہیں۔ موجودہ دور میں تقریبا منام پر انے نظام حکمت بنائے گوہ فناہو چکے ہیں یاد دوبدل کے ساتھ مٹ گئے یا آہتہ آہتہ ملتے جارہے ہیں۔ موجودہ دور میں تقریبا منام پر انے نظام کا مرف کی فناہو چکے ہیں یاد دوبدل کے ساتھ اور نئے ناموں کالباس بہن کر فناکے داستے پر سرگرم سنر ہیں۔ اگر چہ ان کے مانے والے ہز ادکو حش فناکام ہوتی جارہ ہیں کہ تمام نوع انسانی کے لیے روشن میں سکیں لیکن ان کی ساری کو حشن ناکام ہوتی جارہ ہیں ہیں۔ اگر چہ ان کے مانے والے ہز ادکو حشن فناکام ہوتی جارہ ہیں ہیں۔

آج کی نسل گزشتہ نسلوں سے کہیں زیادہ مایوس ہیں اور آئندہ نسلیں اور بھی زیادہ مایوس ہونے پر محبور ہوں گی، نتیجہ میں نوع انسانی کو کسی نہ کسی وقت نقطہ تو حید کی طرف لوٹن پڑے گا، بجز اس نقطہ کے نوع انسانی کسی ایک مرکز پر کبھی جمع نہیں ہوسکے گی۔ موجودہ دور کے مفکر کو چاہے کہ وہ وحی کی طرز کو سمجھے اور نوع انسانی کی غلط راہنمائی سے دست کش ہوجائے۔ ظاہر ہے کہ مختلف ممالک اور مختلف قوموں کے جسمانی وظیفے جداگانہ ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ تمام نوع انسانی کا جسمانی وظیفہ ایک ہوسکے۔ اب صرف روحانی وظائف باتی رہے ہیں جن کا مخرج تو حید اور صرف تو حید ہے۔ اگر دنیا کے سب مفکرین جد وجہد کر کے ان وظائف کی غلط تعبیروں کو درست کرسکے تو وہ اقوام عالم کو وظیفہ روحانی کے ایک دائرے میں اکھٹا کرسکتے ہیں اور وہ روحانی دائرہ محض قر آن کی پیش کر دہ تو حید ہے۔ اس معاطے میں تعصبات کو بالائے طاق رکھنا پڑے گا۔ کیونکہ مستقبل کے خوفناک تصادم چاہے وہ معاشی ہوں،



نظریاتی ہوں نوع انسانی کو مجبور کر دیں گے کہ وہ بڑی سی بڑی قیمت لگا کر اپنی بقاء تلاش کرے اور بقاء کے ذرائع قر آنی توحید کے سوا کسی نظام حکمت سے نہیں مل سکتا۔

## سکون آشازندگی

سوال: عام طور پریہ خیال کیاجاتا ہے کہ روپے پیسے یاوسائل کی کمی سے پریشانیاں پید اہوتی ہیں، لیکن یہ بھی مشاہدہ ہے کہ ایسے لوگ بھی ذہنی پریشانیوں اور اعصابی امر اض میں مبتلارہتے ہیں جن کے پاس دولت کی کمی نہیں ہوتی، حدیہ ہے کہ خود کشی کرنے والوں میں صاحب حیثیت لوگ بھی شامل ہوتے ہیں۔ وہاں امر اء بھی اس سے محفوظ نہیں ہیں، یہ الگ بات ہے کہ امر اض کی نوعیت الگ الگ ہوسکتی ہے۔ جب ایسا ہے تو پھر خوشی غنی کا معیار کیا ہے؟

جواب: انسان سکون آشازندگی چاہتا ہے،الیی زندگی جس میں رخج وغم نہ ہو، وہ فنائیت سے دور رہناچاہتا ہے اور الیی زندگی کا طلب گارہے جس میں امر اض اور بڑھاپانہ ہو۔ ان تمام باتوں کے باوجود کبھی بھی زندگی کے نشیب و فراز سے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ زندگی میں کوئی چیز بے ثباتی سے خالی نہیں،انسان جب بے ثباتی میں گھر جاتا ہے تو تکلیف اور غم کا غلبہ ہو جاتا ہے اور تہیں اس لیے کہ زندگی میں کوئی چیز بے ثباتی سے خالی نہیں،انسان جب بے ثباتی میں گھر جاتا ہے تو تکلیف اور غم کا غلبہ ہو جاتا ہے اور تہیں سے پریشانیاں جنم لیتی ہیں۔ آدمی جس چیز کو اپنا مطمع نظر بناتا ہے یا جس منزل کی طرف بڑھتا ہے وہ بھی بے ثبات ہو تی ہے۔ جب وہ چیز یا منزل نظر وں سے او جمل ہو جاتی ہے تو ذہن پر حسر سے ومایوسی کا سامیہ پڑنے لگتا ہے۔ جن جذبات واحساسات کو وہ حقیقی سمجھتا ہے وہ ایک موقع پر غیر حقیقی ثابت ہو جاتے ہیں۔

قانون فطرت میں جھول نہیں ہے۔ ہر چیز وقت کے تانے بانے میں حرکت کررہی ہیں۔ وقت جس طرح چابی دیتا ہے شئے حرکت میں آجاتی ہے۔ وقت اپنار شتہ توڑلیتا ہے تو تھلونے میں چابی ختم ہو جاتی ہے۔ کل پر زے سب ہوتے ہیں لیکن قوت باتی نہیں رہتی۔ وقت قوت کا مظاہر ہ ہے۔ قوت ایک مرکز رکھتی ہے اور اسی مرکز کو آسانی صحائف نے قدرت کے نام سے متعارف کرایا ہے۔ قدرت قائم بالذات ہے۔ ایسامرکزی نقطہ ہے جس سے پوری کا نئات کے افراد بندھے ہوتے ہیں۔ انسان جب اس مرکزی نقطہ سے اپنار شتہ تلاش کرلیتا ہے توبے ثبات کیفیات سے توقعات ختم ہو جاتی ہیں۔ جب ایسا ہو تا ہے تورنج و غم اِس کے قریب نہیں آسکتے۔

عملی اعتبار سے اس طرز فکر کو حاصل کرنے کاطریقہ یہ ہے کہ انسان کسی سے توقع نہ رکھے۔ اس لیے جو کسی سے توقع نہیں رکھتا وہ ناامید بھی نہیں ہوتا۔ امیدیں توزان کے ساتھ کم سے کم رکھنی چائیں۔ انسان کسی بات پر غصہ ، پچ و تاب نہ کھائے۔ عملی جدوجہد میں کو تاہی نہ کریں لیکن نتائج کے اویر نظر نہ رکھی جائے مطلب بیر کہ نتائج سے ذہن کو متاثر نہ ہونے دیا جائے۔

قرآن پاک کی اصطلاح میں اسے غیب پر ایمان یا استغناء کہاجا تاہے غیب پر ایمان کا مطلب ہے کہ زندگی کے تمام قدریں غیب سے زندگی پاتی ہیں اور غیب الی ہستی کے ہاتھ میں ہے جور حیم و کریم ہے۔ غیب میں جو ہے وہ بہتر ہی بہتر ہے۔ انسان کی روح بھی غیب سے تعلق رکھتی ہے چنانچہ اپنی روح کی معرفت غیب تک پہنچاتی ہے۔

## انبیاء کی طرز فکر

سوال: عرض ہے کہ جب سے ہم نے ہوش سنجالا ہے یہی دیکھتے آرہے ہیں کہ ہر انسان کی طرز فکر میں دنیاکا عضر شامل ہو تاہے۔اگر غیر جانبدارنہ طرز فکر پر دیکھا جائے تو دنیا کی پرستش کی جاتی ہیں۔ غریب انسان کے حواس پر دولت سوار ہے،امیر ہے تو وہ شہرت اور اقتدار کی پو جاکر نے میں مصروف ہے۔ جبکہ ہم انبیاء علیہ السلام کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کی طرز فکر انسانوں کی عام طرز فکر سے بوئے کہ یہ فرمائے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کے معاملات میں مشغول رہتے ہوئے ہوئے معاملات میں مشغول رہتے ہوئے ہیں طرح انبیاء علیہ السلام کی طرز فکر کو حاصل کر سکتے ہیں۔

جواب: اوح محفوظ کا قانون ہے ہے کہ جب کوئی فر در دوسر ہے فردسے روشناس ہوتا ہے تواپنی طبعیت میں اس کااثر قبول کرتا ہے۔ اس طرح دو افراد میں ایک اثر ڈالنے والا اور دوسر ااثر قبول کرنے والا ہوتا ہے۔ اصطلاحاً ہم ان دونوں میں سے ایک کانام احساس اور دوسر ہے کانام محسوس کااثر قبول کرتا ہے اور مغلوب کی حیثیت رکھتا ہے۔ مثلاً زید جب محمود کو دیکھتا ہے تو دوسر ہے کانام محسوس کے بیاں ۔ احساس محسوس کااثر قبول کرتا ہے۔ یہ رائے محمود کی صفت ہے جس کو بطور احساس زید اپنے اندر قبول محمود کے متعلق اپنی معلومات کی بناء پر کوئی رائے قائم کرتا ہے۔ یہ رائے محمود کی صفت ہے جس کو بطور احساس زید اپنے اندر قبول کرتا ہے لینی شاست اور محکومیت کا کرتا ہے لیعنی انسان دوسر سے انسان یا کسی چیز کی صفت سے مغلوب ہو کر اور اس چیز کی صفت کو قبول کر کے اپنی شاست اور محکومیت کا اعتراف کرتا ہے ، یہاں چیز سے مراد کچھ بھی ہو چاہے دولت ، شہر ہے ہو، زمین جائیداد ، اقتدار کچھ بھی ہو اس اسٹیج پر انسان حیوانات ، نباتات جمادات سب کے سب ایک ہی قطار میں کھڑ ہے نظر آتے ہیں اور انسانوں کی افضلیت کم ہو کر رہ جاتی ہے۔

اب یہ سمجھنا ضروری ہو گیا کہ آخر انسان کی وہ کو نبی حیثیت ہے جو اس کی افضلیت کو قائم رکھتی ہے اور اس حیثیت کا حاصل کرناکس طرح ممکن ہو سکتا ہے انبیاءعلیہ السلام اس حیثیت کو حاصل کرنے کا اہتمام اس طرح کیا کرتے تھے کہ جبوہ کسی چیز کے متعلق سوچتے اس چیز اور اپنے در میان براہ راست کوئی رشتہ قائم نہیں کرتے تھے ہمیشہ ان کی طرز فکریہ ہوتی تھی کہ کا نئات، تمام چیز وں کا اور ہمارامالک اللہ تعالیٰ ہے۔ کسی چیز کارشتہ ہم سے براہ راست نہیں بلکہ ہم سے ہر چیز کارشتہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔ رفتہ رفتہ ان کی یہ طرز فکر مستحکم ہو جاتی تھی اور ان کاذبمن ایسے رججانات پیدا کر لیتا تھاجب وہ کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتے تھے تو اس چیز کی طرف خیال جانے تھی اور ان کا ذبمن ایسے رجانات بیدا کر لیتا تھاجب وہ کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتے تھے تو اس چیز کی طرف خیال جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف خیال جاتا تھا۔ انہیں کسی چیز کی طرف توجہ دینے سے پیشتر یہ احساس عاد تاہو تا تھا کہ یہ چیز ہم سے براہ راست کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ اس چیز کا اور ہماراواسطہ محض اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہے۔ جب ان کی یہ فکر ہوتی تھی تو



ان کے ذہن کی ہر حرکت میں اللہ تعالیٰ کا احساس ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی بحیثیت محسوس کے ان کا مخاطب اور مد نظر قرار پاتا تھا اور قانون کی روسے اللہ تعالیٰ کی صفات ہی ان کا احساس بنتی تھی۔ رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ کی صفات اُن کے ذہن میں ایک مستقل مقام حاصل کرلیتی تھی یایوں کہنا چاہے کہ ان کا ذہن اللہ تعالیٰ کی صفات کا قائم مقام بن جاتا تھا، یہ مقام حاصل ہونے کے بعد ان کے ذہن کی حرکت اللہ تعالیٰ کی صفات کی حرکت ہوتی تھی۔

## تبسري آنکھ اور اسپیس

سوال: الیی تمام کیفیات جوروحانی صلاحیتوں کے قریب ہیں، آئکھوں کے ڈیلوں کا یا نظر کا عمل دخل کسی نہ کسی صورت ہو تا ہے۔ مثلاً مراقبہ کرتے وقت آئکھیں ببند کرلی جاتی ہیں، دوسری مثقوں میں نگاہ جمائی جاتی ہے اور پلک نہیں جھپکائی جاتی، خواب کی کیفیت میں بھی آئکھیں بند ہو جاتی ہے اور ڈیلوں کی حرکات تبدیل ہو جاتی ہیں۔اس مشتر ک قدر کی روحانی تشریح کیاہے؟

جواب: نیچرکی می عادت ہے کہ وہ ہر آن حرکت چاہتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ میہ بھی کر تاہے کہ جب کسی چیز کو دیکھتا ہے تواس پر 15 سکینڈ کھم ہر جا تا ہے۔ باالفاظ دیگر کسی دیکھی ہوئی چیز کے نقوش 15 سکینڈ رو کے رکھتا ہے۔ آنکھ جب کسی چیز کو دیکھتی ہے توجو عکس دماغ کی اسکرین پر منتقل ہو تا ہے روحانی علم کی روشنی میں 15 سکینڈ تک ہر قرار رہتا ہے۔ اب اگر کسی ٹارگٹ پر نظر جمادی جائے اور پلک کو نہ جھیکنے دیاجائے توایک ہی عکس بار بار پڑتا رہے گا۔ چو نکہ میہ نیچر کے خلاف ہے اس لیے وہ اسپیس کی نفی کرنا شروع کر دے گا۔ جب اسپیس کی نفی ہوجائے گی تو وہ جو چیز سامنے ہوگی وہ اسپیس کی قدید سے باہر ہوجائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ہز اروں میل دور کی چیز ہو۔ مراقبہ میں جب آنکھیں بند کرلی جاتی ہیں اور ذہن کو ایک تصور پر قائم رکھا جاتا ہے تو بھی بند آنکھوں کے سامنے ایک ہی چیز رہتی مراقبہ میں جب آنکھیں بند کرلی جاتی ہیں اور ذہن کو ایک تصور پر قائم رکھا جاتا ہے تو بھی بند آنکھوں کے سامنے ایک ہی چیز رہتی ہے۔ جب اسپیس کی نفی ہوتی ہے تو آنکھ کے ڈیلے کی حرکت ساکت ہوجاتی ہے۔ ان پر ایک خاص قسم کا دباؤ پڑتا ہے جس سے وہ



نقطل کا شکار ہوجاتا ہے۔ اس وقت وہ نظر کام کرتی ہے جس کو باطنی نگاہ، تیسری آنکھ یا دل کی نگاہ کہتے ہیں۔ یہ نگاہ زمان و مکان کی پابندیوں سے آزاد ہو کرمشاہدہ کرتی ہے۔

#### بهترين صناعي

سوال: قرآن پاک کی سورۃ النین کی آیت ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین صناعی کے ساتھ تخلیق کیا اور پھر بھینک دیا اسفل السافلین میں لیعنی اللّٰہ تعالیٰ نے اس دنیا کوسب سے گرا ہوا مقام قرار دیا ہے۔ سوال ہیہ ہے کہ انسان جیسی بہترین صناعی کو اللّٰہ تعالیٰ نے اسفل السافلین میں کیوں بھینک دیا اور انسان کا اصل مقام کیا ہے۔ نیز انسان اسفل السافلین میں رہتے ہوئے کس طرح اللّٰہ تعالیٰ کی قربت حاصل کر سکتا ہے؟

جواب: الله تعالیٰ نے آدم سے ارشاد فرمایا" اے آدم تم اپنی بیوی کے ساتھ جنت میں سکونت اختیار کرواور جہاں سے دل چاہے کھاؤ بیو خوش ہو کر لیکن اس در خت کے قریب مت جانااور اگر تم نے تھم عدولی کی تو تمھارا شار ظالموں میں سے ہوگا"۔ آدم نے جب تک تھم عدولی نہیں کی وہ جنت کی نعمتوں سے مستفیض ہوتے رہے اور جب نافرمانی کے مر تکب ہوئے تو جنت کی فضاء نے انہیں رد کر دیااور وہ اسفل السافلین میں چینک دیے گئے۔" اور ہم نے آدمی کو بہترین صناعی کے ساتھ تخلیق کیااور چینک دیااسفل السافلین میں "قر آن۔

انسان کے اندر دو دماغ کام کرتے ہیں ایک دماغ جنتی دماغ ہے، یعنی آدم کی وہ حیثیت جب وہ نافرمانی کے مر تکب نہیں ہوئے تھے اور دوسرااسفل السافلین کا دماغ جو نافرمانی کے بعد وجود آیا۔ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے اختیارات کے تحت جنت میں آدم کے اندر صرف ایک دماغ تھا، جس کا شیوہ، فرمانبر دار ہو کر زندگی گز ار ناتھا اور جب آدم اپنا اختیار استعال کرکے نافرمانی کامر تکب ہوا تو اس دماغ کے ساتھ ایک ذیلی دماغ وجود میں آگیاجو نافرمانی اور تھم عدولی کا دماغ قرار پایا۔ جب تک آدم اور حواجنت کے دماغ کی حدود میں زندگی گز ارتے رہے وہ ٹائم اینڈ اسپیس کی قید سے آزاد رہے۔ لیکن جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے تھم کے خلاف عمل کیا تو این کے اوپر ٹائم اینڈ اسپیس مسلط ہوگیا یعنی آزاد ذبہن قید و بند اور صعوبت کی بلاؤں میں گر فنار ہوگیا۔ ٹائم اینڈ اسپیس کی قید میں زندگی گز ار نے کے لیے اس نے پہلے اصول وضوابط مر تب کرلیں مثلاً بھوک و پیاس کے تفاضوں کو پوراکر نے کے لیے گھتی باڑی کا اہتمام اور محنت و مشقت کے ساتھ انتظار کی زحمت کو بھی گلے لگانا پڑا۔ جب کہ جنت میں اس کے لیے انتظار نام کی کوئی شئے نہیں اس کے لیے انتظار نام کی کوئی شئے نہیں مقی۔

آدم نے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور عفو و در گزر کی درخواست پیش کی۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ہم اپنے بندے بھیجے رہیں گے جو شمصیں صراط متنقیم کی ہدایت کریں گے اور جولوگ ان بر گذیدہ پینمبروں کی ہدایت پر عمل پیراہونگے ہم انہیں ان کا اصل وطن جنت دوبارہ عطافر مادیں گے۔ آدم جنت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے مرتکب ہوئے تواللہ تعالیٰ سے ربط قائم



نہ رہاجونا فرمانی کے ارتکاب سے پہلے تھاچو نکہ یہ ربط (عارضی طور پر) ٹوٹ گیا تھااس لیے جنت کے دماغ نے انہیں رو کر دیا۔ لہذا ہمیں اس دماغ کو کھویا اس دماغ کو حاصل کرنے کے لیے جوٹائم اینڈ اسپیس سے آزاد ہے وہ ہی طریقہ اختیار کرناہو گاجس طریقے سے ہم نے اس دماغ کو کھویا تھا۔ یعنی ہم اپنے اختیار کے ساتھ اس دماغ کورد کر دیں جس کی حدود میں رہ کر ہم آزاد دماغ سے دور ہیں اور جس حدود کے تعین سے ہماراوہ ربط قائم نہیں رہاجو جنت میں تھا۔

اس ربط کو قائم کرنا اور تلاش کرنا قرآن پاک کی زبان میں قیام الصلوۃ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ " قائم کروصلوۃ " یعنی اللہ کے ساتھ اپنار بط اور تعلق قائم کرواییار بط جوزندگی کے ہر حال و قال میں قائم رہے۔ انبیاء کرام کی تعلیمات کی بنیاد ہی یہی ہے کہ انسان اس د نیامیں رہ کر اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور اللہ تعالیٰ سے ربط و تعلق قائم کرے۔ حضور سرور کو نین علیہ الصلوۃ السلام کی آمد کے ساتھ نبوت ختم ہو چکی ہے مگر اللہ تعالیٰ کا قانون جاری وساری ہے اور آج کے دور میں حضور سُکُل ﷺ کے علم کے وارث اولیا اللہ ، علماء نوع انسانی کو انبیاء اکرام کی تعلیمات کے اصل مفہوم سے روشناس کرانے میں سرگرم عمل ہیں۔

#### دوطر فه محبت

سوال: محبت کیاہے؟ عشق کے کہتے ہیں؟ کیوں ہو تاہے، جب محبت جنس مخالف سے ہوتی ہے تو (اس کے علاوہ) دوسروں کے لیے جنسی جذبات مردہ کیوں ہوجاتے ہیں؟ یک طرفہ اور دوطرفہ محبت کیسے ہوتی ہے؟ اگر محبوب نہ ملے تولوگ ساری عمراس کے بغیر گزار دیتے ہیں۔ گزار دیتے ہیں۔ مگر کچھ لوگ خود کشی کر لیتے ہیں۔

جواب: تعلق خاطر کے جذبات تین دھاروں میں ہتے ہیں، محبت، عشق، عقیدت۔ تعلق جب اپنی ذات کی حدود میں ہو تاہے تو محبت
ہے۔ اپنی ذات سے آدمی بے خبر ہو جائے تو عشق اور جب ذات کی لہریں دوسرے کی ذات سے مغلوب ہو جائے تو عقیدت ہے۔ محبت مظاہر اتی یقین ہے، عشق علم الیقین ہے اور عقیدت مشاہد اتی یقین ہے۔ محبت میں جسمانی کمس کا تقاضہ رہتا ہے۔ عشق میں مادیت پر دہ غیب میں ہو جاتی ہے اور عقیدت میں اللہ نور السموات والارض کے انوار کا ذخیر ہ ہو جاتا ہے۔

اس کی مثال میہ ہے کہ مجنوں دریا کے کنارے چھانی میں ریت چھان رہاتھا، ایک عقلمند آدمی کا وہاں سے گزر ہوا، اس نے

پوچھامیاں مجنوں کیا کررہے ہو، مجنوں نے کہالیا کو ڈھونڈرہاہوں، عقلمند نے (محبت والے) آدمی سے کہا، ریت میں لیالی کہاں، مجنوں

بولاریت میں بیر سفید ذرات جو چیک رہے ہیں بیر لیالی کے رخسار کا عکس ہیں، بیر محبت ہے۔



زید اپنے جیسے آدمی محمود کو چاہتا ہے، محمود اسے گھر سے زکال دیتا ہے اور دروازہ بند کرلیتا ہے۔ زید دروازے کے سامنے ڈیرہ ڈال دیتا ہے، ایک شخص نے اس سے بوچھا، میاں اب کیوں بیٹے ہو، دروازہ بند ہو گیا ہے، محبوب اب وہ تنہیں دیکھنا نہیں چاہتا، زید کہتا ہے میرے لیے نہیں، کبھی اپنے کام سے تو دروازہ کھولے گا، بس ہم دید ارکرلیس گے، یہ عشق ہے۔

خواجہ باتی بااللہ نے اپنے دوست نانبائی سے کہامانگ کیامانگ کیامانگ کو یاہوا، اپنے جیسا بنا لے، خواجہ صاحب نے اپنے اور نانبائی گو یاہوا، اپنے جیسا بنا لے، خواجہ صاحب نے اپنے اور نانبائی فوت ہو گیا، یہ عقیدت ہے۔ ایسے لوگ جو عشق میں سوخت ہو جاتے ہیں مرنے کے بعد بھی عشق کی چنگاریاں ان کے نفوس کو سلگائے رکھتی ہیں اور جو لوگ عالم ناسوت میں عقیدت میں فنا ہوجاتے ہیں آخرت اور دنیاان کے لیے ایک مملکت کے دونام ہوتے ہیں۔

## خوشحالی اور سکون

سوال: میں آپ سے معلوم کرناچاہتی ہوں کہ مراقبہ کیا ہے؟ اور مراقبہ کے ذریعے قرب البی کس طرح حاصل ہوجاتا ہے؟ کیا ہم
مراقبہ کے ذریعے دنیاوی کاموں میں مدد لے سکتے ہیں؟ میں بی اے کی طالبہ ہوں اور بہت گناہ گار مسلمان ہوں، نماز پنجگانہ کی ایک
سال سے پابند ہوں اور اب میر ایمان اتنا پختہ ہے کہ میری دعارب العالمین سنتے ہیں اور پوراکر نے والے ہیں۔لیکن میں نے محسوس کیا
ہے کہ میری دعامیرے حق میں تو اللہ تعالی قبول کر لیتے ہیں لیکن جو دعامیں اپنے والدین یا اپنے گھرکی خوشی کے لیے مائلتی ہوں وہ
قبول نہیں ہو تیں،اس کے علاوہ درخواست ہے کہ میرے لیے "مراقبہ" تجویز فرمادیں جس سے قرب البی حاصل ہو۔

جواب: الله تعالیٰ نے اپنی قربت اور عرفان حاصل کرنے کے لیے قوانین اور ضابطے بنائے ہیں جولوگ ان قوانین اور ضابطوں پر عمل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں بلاشہ وہ اللہ کے دوست ہیں، اللہ کی دوستی حاصل کرنے کے لیے قرآن مجیدنے جس پروگرام کا تذکرہ کیا ہے اس میں دوبا تیں بہت اہم اور ضروری ہے۔ قائم کروصلوۃ اور اداکروز کوۃ۔ قرآنی پروگرام کے یہ دواجزانماز اور زکوۃ، روح اور جسم کاوظیفہ ہیں۔ وظیفہ سے مرادوہ حرکت ہے جوزندگی کی حرکت قائم رکھنے کے لیے لازم ہے۔ حضور مُثَالِّیْا کُھُ کاارشاد ہے کہ "ماز میں مشغول ہو تو یہ محسوس کروکہ ہم اللہ تعالیٰ کودیکھ رہے ہیں یا یہ محسوس کروکہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہاہے "اس ارشاد کی تفصیل پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت مکشف ہوتی ہے کہ نماز میں وظیفہ اعضاء کی حرکت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رہنے کی عادت ہونی جائے۔

ذہن کا اللہ کی طرف رجوع ہوناروح کا وظیفہ ہے اور اعضاء کا حرکت میں رہنا جسم کا وظیفہ ہے۔ قیام الصلوۃ کے ذریعے کوئی بندہ اس بات کا عادی ہو سکتا ہے کہ اس کے اوپر زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کی طرف متوجہ رہنے کا عمل جاری وساری ہے۔ نماز میں حضوری قلب کے لیے ضروری ہے کہ سیدنا حضور مُنَّا لِلْیَٰیْمُ کے اسوہ وحسنہ پر عمل کیاجائے۔ جس حد تک حضور مُنَّا لِیُنْیَمُ کے اسوہ وحسنہ پر



کسی امتی کاعمل ہو گااسی مناسبت سے نماز میں حضوری نصیب ہوجائے گی۔جوسوج ہمیں پاکیزگی اور صفائی اور نورانیت سے دور کرتی ہے ہمیں اس دماغ کورد کرناہو گاجو ہمارے اندر نافرمانی کا دماغ ہے اور اس دماغ سے آشائی حاصل کرناہو گاجو ہمارے اندر نافرمانی کا دماغ ہے اور اس دماغ سے آشائی حاصل کرناہو گاجو ہمنت کا دماغ ہے اور اس پر تجلیات کا نزول ہو تاہے۔ یہ دماغ روح کا دماغ ہے۔ آسان الفاظ میں یوں کہناچاہے کہ جب تک کوئی بندہ اپنی روح سے و قوف حاصل نہیں کرلیتا اس وقت تک نماز میں حضوری قلب نصیب نہیں ہوگا۔

حضور سکی تینی اختیار کرکے فارح را میں اپنی تمام تر ذہنی صلاحیتوں کو ایک نقط پر مرکوز فرمایا، جس کے بتیج میں حضور سکی تینی اختیار کرکے فارح را میں اپنی تمام تر ذہنی صلاحیتوں کو ایک نقط پر مرکوز فرمایا، جس کے بتیج میں حضور سکی تینی اختیار کرکے فارح را میں اپنی تمام تر ذہنی صلاحیتوں کو ایک نقط پر مرکوز فرمایا، جس کے بتیج میں حضور سکی تینی کو روح سے واقف ہوگئے۔ روح سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ دنیاوی دلچے پیاں کم کرکے زیادہ سے زیادہ وقت ذہن کو اللہ کی طرف متوجہ رکھا جائے۔ روحانیت میں ایک نقط پر توجہ مرکوز کرنے کا نام مراقبہ ہے بعنی خود آگہی اور روح سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے مراقبہ کرنا ضروری ہے۔ مراقبہ کا مطلب ہے ہر طرف سے توجہ ہٹا کر ایک ذات اقد می واکبر سے ذہنی رابطہ قائم کر لیا جائے۔ جب کسی بندے کا رابطہ اللہ سے قائم ہوجا تا ہے تو اس کے اوپر سے مفروضہ حواس کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے اور وہ مراقبہ کی کیفیت میں داخل ہوجا تا ہے۔ مراقبہ اللہ علم میں سنر کر تا ہے جس کو ہم روحانی دنیا کہ جب کے درمیان بحیثیت خالق اور مخلاق ہر لمحہ اور ہر آن موجود ہے۔

آپ کے لیے مراقبہ تجویز کیا جارہاہے۔ ہر نماز سے پہلے وضو کر کے مصلّے پر بیٹھ کر گیارہ بار درود شریف پڑھ کر آ تکھیں بند کرلیں اور تصور کریں کہ مجھے اللہ دیکھ رہاہے۔ اس مراقبہ سے آپ کو ذہنی کیسوئی حاصل ہو جائے گی۔ ذہنی کیسوئی کے ساتھ دنیاوی کام بھی اچھے طریقے سے ہونگے اور انشااللہ اچھے نتائج سامنے آئیں گے گھر میں خوشحالی بھی آئے گی اور سکون بھی ملے گا۔

#### جاند اور در خت

سوال: ناموں کی لمبی لسٹ

جواب؛ چاندنی رات میں ایسے درخت کے پنچ جہال چاندنی درخت کے پتوں میں سے چین چین کر گرتی ہوز مین پر بیٹھ جائیں۔ نہایت خوش الحانی سے بسمہ اللہ الرحمٰن الرحیم اور سورۃ کو تر پڑھیں اور ایک مرتبہ پڑھینے کے بعد دو تین منٹ خاموش رہیں۔ اس طرح سورۃ کو ثر پڑھیں۔ درخت کا سابیہ میسر نہ ہوتو یہ عمل کھی حجت پر بھی کیا جاسکتا ہے۔ کو ثر اور بسمہ اللہ الرحمٰن الرحیم گیارہ مرتبہ پڑھیں۔ درخت کا سابیہ میسر نہ ہوتو یہ عمل کھی حجت پر بھی کیا جاسکتا ہے۔ 17,16,15,14,13 چاند کی تاریخوں میں یہ عمل کرے اور مقاصد پورا ہونے کی دعا کریں۔



## شلی ویژن میلی ویژن

أسئلو

سوال: روزنامہ جنگ میں رپورٹ شائع ہوئی ہے کہ ٹیلی ویژن سرطان پھیلا تا ہے۔ آج کل ٹیلی ویژن گھر گھر پہنچ رہاہے مگر تہذیب جدید کے بہت سے دوسرے تحفوں کی طرح ٹیلی ویژن اینے اندرروحانی اور جسمانی تباہی کاسامان رکھتا ہے۔امریکہ اور پورپ کے ڈاکڑ اس بات کے قائل ہو چکے ہیں کہ ٹیلی ویژن کی شعاعیں سرطان کا باعث بنتی ہیں۔ ذرا تفصیل سے اس بارے میں بتا یے

جواب؛ قر آن پاک میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ اللہ ساوات اور ارض کا نور ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ ہم نے ہر تخلیق معین مقداروں سے مرکب کی ہے۔اس کی تشر کے پی ہے کہ تمام موجودات ایک ہی اصل سے تخلیق ہوتی ہیں۔خواہ وہ موجودات بلندی کی ہوں یا پستی کی ہوں۔ یہ اصل نوریاروشنی ہے۔ نوریاروشنی (جس کولہر بھی کہا جاسکتا ہے) کی مقداریں معین ہے۔ بعض مقد واروں کی وجہ سے کا ئنات میں تنوع پایاجا تاہے۔اس کومثال سے سمجھنا آسان ہے۔

شیشے کا ایک گلوب ہے ، اس گلوب کے اندر ایک دوسر اگلوب ہے اور اس کے دوسرے گلوب کے اندر ایک تیسر اگلوب ہے۔اوراس تیسرے گلوب کے اندر حرکت کامظاہر ہ ہو تاہے۔ یہ حرکت شکل وصورت جسم ومادیت کے ذریعے ظہور میں آتی ہے۔ گلوب تجل ہے۔ بجلی موجو دات کے ہر ذرہ سے لمحہ بہ لمحہ گزرتی رہتی ہے تا کہ موجو دات کی فیڈنگ ہوتی رہے۔ دوسر اگلوب نور ہے۔ بیہ بھی بچلی کی طرح لمجہ یہ لمجہ کائنات کے ہر ذرہ سے گزر تار ہتاہے۔ تیسر اگلوب روشنی ہے۔ بیہ روشنی زندگی کے کر داروں کو اور زندگی میں خدمات اور احساسات کوبر قرار رکھتی ہے۔ چوتھا گلوب گیسوں کا ذخیرہ ہے۔ جب موجو دات میں گیسوں کا ہجوم ہو تاہے توروشنی کی شکل میں مادی وجود بن جاتی ہے۔ آسانی کتاب انجیل کے اندر بھی اس قانون ، فار مولے یا Equation کو بیان کیا گیاہے۔

اگر روشنی اور گیسوں کے اندر اعتدال اور قانون بر قرار رہتا ہے تو اسکے اثرات مثبت اور نتائج مفید ہوتے ہیں۔ اور اگر گیسوں کے اندر اور روشنی کے اندراعتدال و توازن بر قرار نہیں رہتا تواثرات منفی اور نتائج نقصان دہ مرتب ہوتے ہیں۔ موجو دہ سائنس اس نتیجہ پر پہنچ چکی ہے کہ کائناتی نظام میں لہروں کاعمل دخل ہے اور لہروں کے کم یازیادہ ہونے سے براہ راست نتائج کا تعلق

ٹیلی ویژن میں جس قدرلہریں کام کرتی ہیں وہ انسان کے اندرروشنی پالہرسے بہت زیادہ ہیں۔جب کرنٹ کے اصول پر اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ مقد ارسے زیادہ کرنٹ سے انسان کو جھٹکا لگتاہے موت بھی واقع ہوسکتی ہے۔ نہایت لطیف کرنٹ سے (ریڈ یو تھر الی) کینسر جیسی سخت جان مرض سوخت ہو جاتا ہے (بیرالگ بات ہے کہ یہ علاج نہیں ہے) ہریڑھا لکھا آدمی یہ جانتا ہے کہ ویولینچہ کم یاذیادہ ہونے سے حس کے عمل میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ ٹیلی ویژن کاسارا کھیل لہروں کے اوپر قائم ہے۔ٹیلی ویژن کے اندر سے جولہریں نکتی ہیں ان کا دماغ پر اثر ہو تاہے اور دماغ کے اندر خلیے کی کار کر دگی متاثر

ان امر اض میں کینر بھی ہوسکتا ہے۔ ہمارے لیے پریثان کن بات یہ ہے کہ ہم سائنسی ایجادات سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن جن باتوں کاخیال رکھنا چاہے یا احتیاط کرنی چاہے اس طرف توجہ نہیں دیتے۔ مثلاً ٹی وی دیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ جبنے اپنی کئی وی ہوا تنے فٹ کے فاصلے سے ٹی وی دیکھنا چاہے۔ یہاں صور تحال ہہ ہے کہ چھوٹے سے کمرے میں ٹی وی ، فرتج ، مائیکر ویو وغیرہ کئی وی ہو تا تنے فٹ کے فاصلے سے ٹی وی دیکھنا چاہے۔ یہاں صور تحال ہہ ہے کہ چھوٹے سے کمرے میں ٹی وی ، فرتج ، مائیکر ویو وغیرہ کئی وی ہوتی ہیں۔ ان کے اندر نکلنی والی لہروں کو فضاء میں براہ راست نکلنے کاراستہ بھی نہیں ہے۔ اونچی آوازیں دماغ کی کار کر دگی کو متاثر کرتی ہیں۔ یہاں بلا ضروت ہر گھر میں ریڈیو نجی ہیا۔ بکل کی تیز روشنی آئھوں کو نقصان پہنچاتی ہے مگر ہر گھر بقعہ نور بنا ہوا ہے۔ فوم کرتی ہیں۔ یہاں بلا ضروت ہر گھر میں ریڈیو ہیں۔ بہاں سخت گرمی میں لوگ فوم کے گدوں پر سوتے ہیں، جسم گرم ہو یا جسم میں فوم کی گرمی سے جلن ہو، بے حسی کا مظاہرہ ہورہا ہے اس لیے کہ فوم کا گدا اس طرح سے امارت کی نشانی بھی ہے۔

ٹیلی ویژن اگر احتیاط اور فاصلے کے تعین سے دیکھا جائے تو نقصان کم سے کم ہو تا ہے اور اگر اعتدال سے ہٹ کر دیکھا جائے توٹیلی ویژن سے کئی جسمانی اور دماغ امر اض لاحق ہو سکتے ہیں۔

### مراقبه اورخواب

سوال: روحانیت کی تعلیم میں مراقبہ کیوں ضروری ہے؟ خواب اور مراقبہ میں کیافرق ہے؟ ایک مبتدی کو مراقبہ کی مثق میں عبور ہونے تک کن کن درجوں سے گزرناپڑتا ہے؟

جواب: روحانیت ہمیں بتاتی ہے کہ ذہن کو دنیاوی علائق اور دنیاوی معاملات سے یکسو کرنے کے لیے ایسی مشقوں کی ضرورت ہوتی ہے جن مشقوں سے ذہن دنیاکو عارضی طور پر چپوڑ دے اور ان مشقوں سے جب ذہن یکسوہو جاتا ہے اور دنیاوی معاملات روٹین کی طور پر پورے ہوتے ہیں تو آدمی کے اندر روحانی صلاحیتیں بیدار ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔ جب ان بیدار صلاحیتوں میں ذہن انسانی بہت زیادہ متوجہ ہو جاتا ہے تو شعور کے اندر روحانی صلاحیتیں بیدار ہونا شرح ختم ہوجاتی ہیں کہ بیدار ہوتے ہوئے جسی السے عمل کرنے متوجہ ہو جاتا ہے تو شعور کے اوپر سے زمان و مکان کی حد بندیاں اس طرح ختم ہوجاتی ہیں کہ بیدار ہوتے ہوئے جس کر نے ہوئے پوری گتا ہے جس طرح کے عمل یا جس طرح کے کام وہ خواب کی زندگی میں کرتا ہے۔ اسے مراقبہ کے اندر آ تکھیں بند کئے ہوئے پوری طرح یہ احساس ہوتا ہے کہ میں جسمانی طور پر موجود ہوں ، جسمانی طور پر زمین پر بیٹھا ہوا ہوں اور اس کے باوجود چل پھر رہا ہوں ، اُڑ

مراقبہ اور خواب میں فرق ہیہ ہے کہ خواب میں دماغ یاشعور جسمانی اعصاء کو نظر انداز نہیں کرتا۔ مراقبہ کرنے والا بندہ جس کی آئھ کھی ہو(آئھ سے مراد باطنی آئھ ہے) ٹائم اینڈ اسپیس یازمان و مکان کو حذف کرتے ہوئے جسمانی کیفیات سے آشار ہتا ہے۔ مراقبہ کو ہم خواب کا پہلا در جہ کہتے ہیں یعنی ایساخواب جس میں آدمی کے اوپر نیندغالب نہ ہو اور وہ مکمل طور پر بیدار ہو۔ ماورائی دنیا کو دیکھنے کا عمل ابتد ائی در جوں میں چار طریقوں پر قائم ہے۔ روح حیوانی دو نقطوں سے مرکب ہے۔ ایک نقطہ کانام نفس ہے اور دوسرے نقطے کانام قلب ہے۔ شعور انسانی جب تک نفس کے اندر دنیا کا مشاہدہ کرتا ہے یادنیا کو دیکھتا ہے توزمان و مکان میں پابندر ہے ہوئے بیداری میں دیکھتا ہے۔ اس سے ترتی کرکے آدمی روح حیوانی سے اوپر قلب میں دیکھتا ہے توٹائم اینڈ اسپیس کی گرفت ٹوٹے تک گئی ہے اور مادی دنیا اور غیب کی دنیا ایک ساتھ نظروں میں آجاتی ہے۔ لطیفہ نفسی اور لطیفہ قلمی کی دوسڑ ھیوں سے گزر کر جب آدمی تئیسری سیڑ ھی پر قدم رکھتا ہے یعنی لطیفہ روحی میں دیکھتا ہے توبید دیکھنا مراقبہ میں دیکھتا ہے۔

مراقبے کی بہت میں قسمیں ہیں، مراقبہ کی ایک قسم ہیہ ہے کہ آدمی آئھیں بند کر کے بیٹے جاتا ہے،اسے ذہنی کیموئی نصیب ہو جاتی ہے کوئی چیز اس کی نظروں کے سامنے آتی ہے، لیکن بندہ دکھی ہوئی چیز میں معانی اور جمب وہ اس کیفیت سے نکلتا ہے تو اس کے جس وقت کوئی چیز نظر آتی ہے اس وقت شعور اور حواس معطل ہو جاتے ہیں اور جب وہ اس کیفیت سے نکلتا ہے تو اس کے ذہن پر تاثر قائم ہو تا ہے کہ اِس نے کوئی چیز و کیھی ہے، کیاو کیھی ہے؟ کس طرح و کیھی ؟ یہ بات اِس کے حافظے پر نقش نہیں ہوتی اور اس کوروحانیت میں "بیداری میں خواب دیکھنا" کہتے ہیں، اور بیداری میں خواب دیکھنے کا اصطلاحی نام "فنود" ہے۔ اِس کے بعد دوسری اسٹیج ہے کہ آدمی نے مراقبہ میں ہوش وحواس کو قائم رکھتے ہوئے کوئی چیز دیکھی اس کو جھٹکالگا اور یہ بات ذہن میں آئی کہ میر اوجود ہے، وجود کی موجود گی کے ساتھ ساتھ دیکھی ہوئی چیز کودیکھنا کہ وہ یاد رہی کچھ بھول میں پڑگئی۔ اس کیفیت کوروحانی اصطلاح میں "ورود" کہا جاتا ہے۔ بیداری کے حواس میں اس طرح کس چیز کودیکھنا کہ وہ یاد بھی رہے اور اس کے معانی ومفہوم ذہن نشین ہوجائیں "ورود" کہا جاتا ہے۔ بیداری کے حواس میں اس طرح کس چیز کودیکھنا کہ وہ یاد بھی رہے اور اس کے معانی ومفہوم ذہن نشین ہوجائیں ،جسمانی وجود کااحساس بھی باتی رہے اور ٹائم اینڈ اسپیس کی گرفت بھی ٹوٹ جائے تواس کیفیت کانام" مراقبہ" ہے۔

#### زوجين

سوال: قرآن پاک میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ ہم ہر چیز کو دو دوقت میں بنایا ہے۔ ہم انسانوں اور حیوانوں میں دیکھتے ہیں تو ہمیں وہاں ذیادہ تر زمادہ نظر آتے ہیں۔ لیکن جب ہم اور اشیاء یعنی لوہا اور دیگر دھاتوں کو دیکھتے ہیں تو وہاں ہم اس آیت کو سمجھ نہیں پاتے ، جبکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ہر چیز دودوقت موں میں بنی ہے۔ نیز اسی طرح روح اور روح کی دنیا بھی ہے۔ وہ بھی دودوقت موں میں ہونی چاہئے مگر کتابوں سے پیۃ چلتا ہے کہ روح نہ نر ہوتی ہے نہ مادہ۔ آخر اس آیت کے مطابق دودوقت موں سے کیا مراد ہے؟ کیانر اور مادہ مراد ہے یا بچھ اور ہے۔ براہ کرم اس کی تشر تحروحانی علوم کی روشنی میں فرماد ہجئے۔

جواب ؛ ہم دیکھتے ہیں کہ نوع انسان اور تمام نوعیں دورُ خوں پر قائم ہیں۔ ایک مذکر اور ایک مونث، اسی طرح ہر فرد دو پرت سے مرکب ہے۔ مثلاً مر دمیں اِس کا ظاہر ک رُخ مر دہے اور باطنی رُخ عورت، اسی طرح عورت میں اس کا ظاہر ک رُخ عورت ہو تاہے اور باطنی رُخ عورت اسی طرح عورت میں اس کا ظاہر ک رُخ عورت ہو تاہے اور باطنی رُخ مر دہو تاہے۔ جہال تک ان دونوں پر توں باطنی رُخ مر دہو تاہے۔ جہال تک ان دونوں پر توں مذکر اور مونث کا تعلق ہے یہ دونوں پرت جنس کی حد تک متعلق ہیں۔ اصل مقصدیہ ہے کہ ہر چیز کا ایک رُخ ظاہر ک ہے اور دوسر ارخ باطنی ہو تاہے۔ ظاہر کو ہم مادہ اور باطن کو روح کہتے ہیں۔ روح بھی دورُخ (قشم) پر قائم ہے ، روح کا مظاہر ایک روح کے بنائے ہوئے اباس سے ہو تاہے اور روح کا دوسر امظاہرہ خود ''روح''ہے

واضح ہوکہ جس چیز کانام "حس"ر کھاجاتا ہے۔ اِس کے دواجزاء ہوتے ہیں۔ ان دواجزاء کو ہم دورُخ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کسی
الیے جسم میں جس کومادی کہاجاتا ہے یہ دونوں رُخ ایک دوسرے سے ملحق ہوتے ہیں۔ عام نظریات میں کوئی چیز ان دونوں رُخوں کا مجموعہ سمجھی جاتی ہے۔ لوح محفوظ کا بھی یہ ہی قانون ہے۔ کوئی چیز مجرِّ دہو، مادی ہو، غیر مرئی یامرئی، بہر حال اِس قانون کی پابند ہے۔ یہ دونوں رُخ کسی بھی چیز میں ضرور پائے جاتے ہیں۔ مرئی اشیاء میں چیز مشاہدہ میں ہوتی ہے۔ لیکن غیر مرئی اشیاء میں اگر چہ جسمانی آنکھ اِس حالت کامشاہدہ نہیں کرتی پھر بھی حقیقت اِس کے سوانہیں ہے، چنانچہ غیر مرئی چیزوں کا جب مشاہدہ کیاجاتا ہے تو بہی قانون وہاں بھی جاری وساری نظر آتا ہے، مرئی چیزوں میں جس طرح یہ دونوں رُخ ایک دوسرے سے ملحق ہوتے ہیں اِس قانون کے تحت چیزوں میں بھی یہ دونوں رُخ ایک دوسرے سے وابستہ پائے جاتے ہیں۔ خواہ وابستگی کی نوعیت کچھ بھی ہو اِس قانون کے تحت چیزوں میں بھی یہ دونوں رُخ ایک دوسرے سے وابستہ پائے جاتے ہیں۔ خواہ وابستگی کی نوعیت کچھ بھی ہو اِس قانون کے تحت شرحاس "یا"حس "کے بھی دوئوں رُخ ایک دوسرے سے وابستہ پائے جاتے ہیں۔ خواہ وابستگی کی نوعیت کچھ بھی ہو اِس قانون کے تحت شرحاس "یا"حس "کے بھی دوئوں رُخ ایک دوسرے سے وابستہ پائے جاتے ہیں۔ خواہ وابستگی کی نوعیت کچھ بھی ہو اِس قانون کے تحت سے ایس بین۔

ایک رُخ یا ایک مرتبہ وہاں پایا جاتا ہے جہاں مشاہدہ کرنے والی قوت موجود ہے اور محسوس کرتی ہے اور دوسر ارُخ وہاں پایا جاتا ہے جہاں مشاہدہ کرنے والی قوت کی نگاہ پڑر ہی ہیں یعنی جہاں محسوس کرنے والی حس مر کوز ہے۔ لوح محفوظ کے قانون کی روسے ہید دونوں مراتب ملاکر کسی ماہیت کا فعل یا حکم بنتے ہیں اور ایک ہی قالب میں گنے جاتے ہیں۔ مثلاً ہم سیاہ رنگ کو تختہ سیاہ پر دیکھتے ہیں، اس کا تجربہ اِس طرح ہو سکتا ہے کہ تختہ سیاہ = چکنا + سخت سطے۔ اس مثال میں تختہ سیاہ رنگ "حس "کا ایک مرتبہ ہے اور دیکھنے والی آنکھ کا احساس "حس "کا دوسر امرتبہ ہے۔ اس طرح یہ دونوں مرتبے ملکر ایک مخصوص ماہیت کا فعل ایک حکم بیا ایک حرکت بنتے ہیں۔ تصوف کی زبان میں جس کے ان دونوں مرتبوں کی یکجائی کا نام تمثل ہے۔ مشاہدات یہ بتاتے ہیں کہ کوئی چیز مرئی ہو یا غیر مرئی بغیر شکل وصورت کے نہیں ہو سکتی کیو تکہ بغیر شکل وصورت کے نہیں ہو سکتی کیو تکہ بغیر شکل وصورت کے نہیں وجود کو اِسی طرح دیسی کی روسے نا ممکن ہے۔ اِس وجود کو جس کا نام تمثل دیا گیا ہے اگر چہ جسمانی آنکھ نہیں دکھ سکتی لیکن روح کی آنکھ اِس وجود کو اِسی طرح دیسی ہو سکتی آنکھ کسی مادی تالب کو دیکھتی ہے جس طرح جسمانی آنکھ کسی مادی تالب کو دیکھتی اور محسوس کرتی ہے۔



قر آن کلیم میں ارشاد فرمایا ہے ترجمہ ۔"اور ہم چیز کو دودوقت مبنایا تاکہ تم سمجھو" یہاں یہ سمجھانٹر وری ہے کہ اس حرکت کی تخلیق میں دودوقت میں کیانوعیت ہے۔ اِس نوعیت کے تجزیہ میں "احساس" یا"حس"کواچھی طرح جانناضر وری ہے۔ ہم نے تختہ سیاہ کی مثال میں "حس"کے دونوں رُخوں کا تذکرہ کیا ہے۔ دراصل وہی دونوں رُخ یہاں زیر بحث آتے ہیں۔ جس چیز کو ہم حرکت کانام دیتے ہیں وہ محض ایک حس ہے جس کا ایک رُخ خارجی سمت میں اور دوسر ارُخ داخل کی طرف ہے۔ جب نسمہ کے اندرایک نقش خاص طرزوں کے تحت تخلیق پاتا ہے توالی حرکت کا مجموعہ بنتا ہے جو ایک رُخ پر خود نقش کا احساس ہے اور دوسرے رُخ پر نقش کی دنیا کا احساس ہے۔

کائنات کی ساخت میں نمہ (نظر نہ آنے والی روشنی) ہر چیز کا اعاطہ کئے ہوئے ہیں، اعاطہ کرنے ہے مراد ہر مثبت اور منفی زندگی کی بساط کا محیط ہونا ہے گویا ہر چیز کم ترین اور لانشان جزو 'لا تجزاء 'کی بنیاد دو قعموں پر ہے۔ ایک اِس کی منفیت اور دو سری اِس کی اثباتیت۔ ان ہی دونوں صلاحیتوں کی بخیائی کا نام نسمہ ہے۔ ہم عام گفتگو میں لفظ پیاس استعال کرتے ہیں لیکن اس لفظ کے جو معنی سمجھتے ہیں وہ غیر حقیق ہیں۔ اصل میں پیاس اور پائی دونوں مل کر ایک وجو دبناتے ہیں۔ منفیت پیاس اور اثباتیت پائی، واضح طور پر اس طرح کہنا چاہے کہ پیاس روح ہے پائی جسم۔ پیاس ایک رُخ ہے اور پائی دوسر ارُخ۔ اگر چہید دونوں ایک دوسرے سے متضاد ہیں تاہم ایک ہی وجو د کے دوا جزاہیں۔ پیاس سے پائی اور پائی سے پیاس کو الگ نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک دنیا میں پیاس موجو د ہے پائی موجو د ہے۔ یعنی پیاس کا ہونا پائی کے وجو د کی روشن دلیل ہے۔ روحانیت میں یہ دونوں ملکر ایک وجو د ہیں لیکن ان کی پیوسکی ایک دوسرے کے ساتھ پیاس کا ہونا پائی کے وجو د کی روشن دلیل ہے۔ روحانیت میں یہ دونوں ملکر ایک وجو د ہیں لیکن ان کی پیوسکی ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح نہیں جس طرح ایک ورق کے دوصفحات کی، ایک ورق کے دوصفحات ایک دوسرے سے الگ الگ نہیں ہو سکتے۔ لیکن پیاس فاصلہ نہیں جس طرح ایک ورق کے دوق جس میں صرف مکانی فاصلہ ہونی کا وجو د ایک ایساورق ہے جس میں صرف مکانی فاصلہ ہونی ناسلہ نہیں ہے۔ اس کے بر خلاف کاغذ کے ورق جس میں زمانی فاصلہ نہیں۔

کسی شئے کے دورُ خوں میں یا تو مکانی فاصلہ نمایاں ہو تا ہے یاز مانی فاصلہ نمایاں ہو تا ہے۔ ایک آدمی کرہ ارض پر پیدا ہو تا ہے اور رحلت کر تا ہے۔ ان دونوں رُخوں کے در میان زمانی فاصلہ ہے اِس زمانی فاصلہ کے نقش و نگار اس کی زندگی ہیں جو حقیقتاً مکانیت ہے۔

#### لوح محفوظ

سوال: قر آن کی ایک آیت ہے ترجمہ "اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر ضبط کر کھاہے۔ "اس آیت پر غور کرنے سے پیۃ چلتاہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر حرکت کو پہلے سے لکھ کر محفوظ کرر کھاہے۔ یعنی ماضی، حال اور مستقبل پہلے ہی سے محفوظ ہیں۔ عرض میہ ہے کہ کیا روحانی طرزوں میں کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی اس تحریر کامطالعہ کر سکتاہے؟



جواب: تمام آسانی صحائف اور الہامی کتابیں وہ صحف ابر اھیمی ہو، زبور ہو، انجیل ہو، تورات ہویا آخری کتاب قر آن ہو۔ ہر کتاب اور الہامی تحریر ہمیں سے علم عطاکرتی ہے کہ زندگی کے تمام تقاضے، زندگی کی تمام اعمال و حرکات اور زندہ رہنے کی کل طرزیں، زندگی کے تمام نشیب و فراز، کن کہنے کے ساتھ ایک سطح پر نقش ہو گئے۔ یعنی کا نئات اور کا نئات کی زندگی کامل طرزوں کے ساتھ ایک ریکارڈی مقام خیشت میں موجود ہے۔ جس جگہ، جس سطح یا جس اسکرین پر کا نئات اپنے پورے خدو خال کے ساتھ ریکارڈیا محفوظ ہے الہامی کتابیں اسے "لوح محفوظ" کانام دیتی ہے۔

ذبین کی سطح پرجو پچھ مظاہرہ ہورہاہے وہ دراصل لوح محفوظ پربی فلم کا مظاہرہ ہورہاہے۔ سائنسی زبان میں اس بات کو اس
طرح کہا جاسکتا ہے کہ ایک پروجیکٹر ہے اس پروجیکٹر پر ایک فلم گئی ہوئی ہے۔ وہ فلم جب چلتی ہے تو جہاں جہاں اسکرین موجو دہ ہے
وہاں وہاں یہ فلم نظر آتی رہتی ہیں۔ اس قانون سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہماری زمین کی طرح بے شار زمینیں موجو دہیں، جس طرح
ہماری زمین پر انسانی آبادی ہے اس طرح کا نئات میں موجو د بے شار سیاروں پر بھی انسان آباد ہیں اور وہاں بھی زندگی گزار نے کے
ہماری زمین پر انسانی آبادی ہے اس طرح کا نئات میں موجو د بے شار سیاروں پر بھی انسان آباد ہیں اور وہاں بھی زندگی گزار نے کے
ہماری زمین پر انسانی آبادی ہے اس طرح کا نئات میں موجو د بے شار سیاروں پر بھی انسان آباد ہیں اور وہاں بھی زندگی گزار نے کے
ہماری زمین پر انسانی آبادی ہے اس طرح کا نئات میں موجو د شام اس وقت تک اسکرین پر منعکس نہیں ہوتی جب تک پر وجیکٹر کو
کوئی روشنی فیڈ (Feed) نہ کرے۔ لوح محفوظ پر چلنے والی فلم کوجو روشنی متحرک کرتی ہے وہ اللہ کی جگی کا عکس
ہراہ راست تحت لاشعور پر پڑتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب کوئی بندہ اپنے اندر موجو د تحت لاشعور کو د کیھ لیتا ہے اور اپنے اندر
موجو د لطیفہ اخفی سے واقف ہوجاتا ہے۔ تو دراصل وہ اللہ کی تجگی کا مشاہدہ کر لیتا ہے اس کے سامنے یہ بات آجاتی ہے کہ ''کن'' کہنے
سے پہلے عالم موجو دات کی کیا حیثیت تھی اور کن کہنے کے بعد کا نئات کی کیا حیثیت ہے۔

## يقين اور تو كل

سوال: روحانی قدورں میں اللہ تعالیٰ پریقین رکھنے اور توکل کرنے کے کیا معانی ہے؟ اِس بات کی وضاحت اِس طرح فرمادیں کہ ایک عام روحانی طالب علم کی سمجھ میں آسانی سے آسکے۔

جواب: روحانی زندگی میں سلوک کی راہ پر چلنے کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی کھانانہ کھائے، پانی نہ چیئے، کیڑے نہ پہنے، اس کے دوست احباب نہ ہوں۔ یہ سب اس لیے ضروری ہے کہ دنیا کو وجو دبختے والااس دنیا میں رونق دیکھنا چاہتا ہے، اس دنیا کو قائم رکھنا چاہتا ہے، وہ اس دنیا کوخوب صورت دیکھنا چاہتا ہے، اسباب ووسائل جب تک موجو دہیں، دنیا موجو دہے، دنیا قائم ہے، دنیا میں جو وسائل پیدا کئے گئیں ان کافائدہ بہر حال انسانوں کو پنچتا ہے اور پنچتا ہے گا۔

روحانیت ہمیں اس بات کا درس دیتی ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے بندہ سب کام کرے۔اچھا کھائے، بہترین لباس پہنے، چٹنی کے ساتھ مرغ بھی کھائے۔لیکن ہر کام پر عمل کارُخ اُس ذات کی طرف موڑ دے جس نے دنیا بنائی ہے۔ کھاناس لیے کھائے کہ اللہ



چاہتا ہے کہ بندہ کھانا کھائے، بندے کھانا نہیں کھائیں گے تو دنیاویران ہوجائے گی۔ پانی اس لیے پے کہ اللہ چاہتا ہے کہ بندہ پانی پے تاکہ اللہ کالگایا ہوا باغ یعنی دنیا سر سبز وشادا برہے۔ آپ بیوی بچوں سے محبت کریں اس لیے کریں کہ بچوں کی تربیت آپ کی ذمہ داری ہے۔ اور اللہ چاہتا ہے کہ ہم اپنے بچوں کی تربیت اِس طرح کریں کہ انسانی اقد ار بھلیں بھولیں اور بھیڑ بکر یوں سے ممتاز ایک معاشرہ قائم ہو۔ بچوں کی تربیت اس طرز پر کی جائے کہ ان کی زندگی پر اللہ محیط ہوجائے اور جبوہ سن بلوغ کو پہنچیں تو ان کی بہ طرز معظم ہوجائے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر عمل کارُخ اختیاری اور غیر اختیاری طور پر اللہ کی طرف موڑ دیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم اپنی اولاد سے اس لیے پیار کرتے ہیں کہ اللہ ہم سے خوش ہوجائے اور ہم اپنی اولاد سے اس لیے پیار کرتے ہیں کہ اللہ ہم سے خوش ہوجائے اور ہم اپنی اولاد سے بیار کرتے ہیں کہ یہ ہماری اولاد ہے اور اس سے ہماری نسل چلے گی۔ اولاد سے پیار کے سلط میں جب آپ اپنے عمل کارُخ اپنی کی ذات کی طرف موڑ دیتے ہیں تو اولاد کی محبت میں آپ ایسے راستے اختیار کرتے ہیں جن راستوں پر چل کر آپ کے اندر قادر مطلق اللہ سے تعلق قائم نہیں ہو تا۔ اگر آپ اللہ کے لیے اولاد سے محبت کریں گے تو یہ آپ کے لیے بھی فلاح ہے اور اولاد کے لیے بھی فلاح ہے۔ لیکن دونوں صور توں میں خواہ آپ ذاتی طور پر اولاد کو پیار کریں اور اولاد کی تربیت کریں یا اللہ کے لیے اولاد کو پیار کریں اور میت کریں آپ کوہی فائدہ پنچے گا۔

روزم ہ زندگی میں جو چیز سب سے اہم ہے وہ روزی اور رزق کا حاصل کرنا ہے۔ اس لیے کہ رزق حاصل کیے بغیر زندگی ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتی۔ زندگی کا اگر تجزیہ کیا جائے تو ہمارے سامنے یہ بات موجود ہے کہ ہماری زندگی مختلف مراحل اور مختلف زمانوں سے مزین ہے۔ زندگی کے قیام کا پہلا زمانہ یام حالہ ایسی بند کو گھری ہے جس میں بظاہر نہ ہواکا گزر ہے اور نہ ہی اس اور مختلف زمانوں سے مزین ہے۔ زندگی کے قیام کا پہلا زمانہ یام حالہ ایسی بند کو گھری ہے جس میں بظاہر نہ ہواکا گزر ہے اور نہ ہی اس کو گھری میں رہتے ہوئے وہ اپنی روزی حاصل کر نے کے لیے نہ کوئی میں رہتے ہوئے وہ اپنی روزی حاصل کر نے کے لیے نہ کوئی میں رہتے ہوئے وہ اپنی روزی حاصل کر نزدگی پر مشتل ہے۔ ماں کے پیٹ میں بچے بتدر تج ایک آوازن کے ساتھ بڑھتار ہتا ہے اور اس کی ساری غذائی ضروریات پوری ہوتی رہتی ہیں۔ نو مہینے کے بعد مکمل آدمی کی شکل وصورت اختیار کر کے بچے اس بند کو گھری سے باہر آجاتا ہے۔ اب بھی وہ اس قابل نہیں ہوتی ہیں۔ کہا اپنی غذائی ضروریات پوری کر سکے۔ اس کی زندگی کو نشوو نماد سے کے لیے اللہ تعالی ماں کے دل میں مجبت ڈال دیتا ہے اور ساتھ بھی اس کے سینے کو اس بچے کے الی بند تھا گی ماں کے دل میں مجبت ڈال دیتا ہے اور ساتھ می مور رہا ہے کا اللہ تعالی بچے کے مال باپ کو بناد سے ہیں۔ بچے بغیر کی جدوجہد کے غذا حاصل کر تار ہتا ہے اور اس کی پرورش بھی مور رہا ہو تا ہے تو وہ موچتا ہے کہ مجھے روزی حاصل کرنے کے لیے کوئی فکر لاحق نہیں ہو تی اس کی نیا میں سے نمل کر شعور کی دنیا میں وہ قال ہو تا ہے ، شعور کی دنیا میں سے میا ہو کہا۔ ان تا کہ ودو میں اپنی پچھلی ساری زندگی کو فراموش کر دیتا ہے۔ اس کے ذبین میں سے بیات نکل جائی ہے کہ بغیر کسی وہ وجہد کے بھی اللہ تعالی نے جھے رزق وہ دیتے اس کی بیاں میں دنی ہیں۔ ان ان اور موریتا ہے کہ جھے روزی حاصل کرنے کے لیے کھی کرنا ہو گا۔ اس گی ودو میں اپنی پچھلی ساری زندگی کو فراموش کر دیتا ہے۔ اس کے ذبین میں سے بیات نکل جائی ہے کہ بغیر کسی وہ وجہد کے بھی اللہ تعالی نے جھے رزق ور سے بیاں۔ فرورش کی دورش کی دورش کی دیا میں دورش کی دیا میں۔

جوانی کے دور سے گزر کر وہ بڑھاپے میں داخل ہو تاہے۔ بڑھاپے میں بھی اس کے اعضاء اسی طرح کے ہوجاتے ہیں جس طرح بچپن میں تھے اور وہ اپنی معاش حاصل کرنے کے قابل نہیں رہتا لیکن جب تک زندگی ہے اللہ تعالیٰ روزی فراہم کرتے رہتے ہیں۔

ہمارے جوانی کے دور میں یہ سوچنا کہ ہمیں رزق ہماری محنت سے ملتا ہے صحیح طرز فکر کے خلاف ہے اس لیے کہ ہماری زندگی کا تین چوتھائی بغیر محنت و مز دوری کے گزر تا ہے۔ محنت مز دوری کی کوشش اس لیے کی جانی چاہے کہ اللہ کا نظام ہیہ ہے کہ اللہ اس کا نئات کو ہر لمحہ اور ہر آن متحرک دیکھنا چاہتا ہے۔ جس طرح اللہ نے مال کے دل میں محبت پیدا کر دی ہے اور مال کورزق پہچانے کا ذریعہ بنایا ہے اس طرح اللہ نے زمین کو اس بات کا پابند کر دیا ہے کہ نوع انسان اور زمین کے اوپر آباد تمام مخلوق کو روزی فراہم کرے۔ آپ زمین میں نے ڈالتے ہیں، اگر زمین نے کی نشوو نما کرنے سے انکار کر دے تو دنیا ویر ان ہو جائے گی، جب کوئی چیز پیدا ہی نہیں ہوگی تو تمام حرکت اور تمام گر دش رک جائے گی۔

جس طرح اللہ نے ماں باپ کے دل میں محبت ڈال دی اسی طرح اللہ نے زمیں کے دل میں بھی اپنی مخلوق کی محبت ڈال دی اسی طرح پائند کر دیا کہ وہ زمین پر آباد مخلوق کی خدمت کرے۔ اسی طرح پائد اور سورج کو بھی اللہ تعالی نے خدمت گزاری کے لیے مسخر کر دیا۔ سوال بیہ ہے کہ اگر زمین اپناارادہ اور اختیار استعال کر کے گہیوں کو نہ اُگائے، سورج دھوپ یاروشنی سے گندم کو نہ پکائے تو آپ روٹی کیسے کھائیں گے۔ روٹی پر کیا مخصر ہر چیز کی یہ ہی صورت ہے۔ جب زمین پر کوئی چیز پیدا ہی نہیں ہوگی تو کیسے زندہ رہیں گے، اس کا صاف مطلب ہے کہ آدمی کو رزق اس کی ذاتی محنت کی وجہ سے نہیں ماتا، رزق پہلے سے موجود ہے، اِسے رزق حاصل کرنے کیلیے صرف حرکت کرنی پڑتی ہے۔

طرز فکر کا ایک رُخ یہ ہے کہ اگر میں محنت نہیں کروزگاتو بھو کا مر جاؤں گا، طرز فکر کا دوسر ارُخ یہ ہے کہ جھے اس لیے حرکت کرناچاہے کہ اللہ تعالی حرکت پیند کرتے ہیں، اس لیے ساری کا نئات بجائے خود ایک حرکت ہے، کا نئات کا وجود اس وقت زیر بحث آیاجب اللہ تعالی کے ذہن کی حرکت ہے اور یہ حرکت جاری و بحث آیاجب اللہ تعالی کے ذہن کی حرکت ہے اور یہ حرکت جاری و بحث آیاجب اللہ تعالی کے اندر یہ لیقین راسخ ہو جاتا ہے تو اس کی طرز فکر یہ ہوتی ہے کہ میری ہر حرکت، ہر عمل اللہ کے رحم و کرم پر ہے۔ ماری ہے۔ انسان کے اندر یہ لیقین راسخ ہو جاتا ہے، وہی زندہ رکھتا ہے، وہی آفات و بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے، وہی خوشیاں دیتا ہے۔ جب آد می کا یقین ٹوٹ جاتا ہے تو اس کی طرز فکر ناقص ہو جاتی ہے اور وہ اللہ تعالی کے علاوہ بندوں کے سہارے تلاش کر تا ہے۔ جب کسی قوم کی طرز فکر بہت زیادہ گمر اہ ہو جاتی ہے بعنی اللہ تعالی کے علاوہ دوسروں کو سہارا سیجھنے لگتی ہے تو ایس قومین زمین پر بوجھ بن جاتی ہیں اور زمین انہیں رد کر دیتی ہے، وہ مفلوک الحال ہو جاتی ہیں اور ان کے اوپر احساس کمتری کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔ انبیاء کی طرز زندگی کا رئین انہیں رد کر دیتی ہے، وہ مفلوک الحال ہو جاتی ہیں بات آتی ہے کہ انبیاء کی طرز زندگی اور طرز فکر یہ ہے کہ ہر بات ہر عمل اور زندگی کر ہر حرکت کو اللہ کی طرف سے سیجھتے ہیں اور اللہ کی ہی طرف موڑ دیے ہیں۔



#### راغب ہوجائے

سوال: ایک ناچنے اور گانے والی بازار حسن کی عورت سے شادی کی، مگر وہ مجرے سے باز نہیں آتی۔ نہانے میں ۳سے ۴ گھٹے لگادیتی ہے، برائے کرم علاج بتادیں؟

جواب: آپ اپنی بیوی کا ایک بلیک اینڈ وائٹ پوسٹ کارڈ کا تازہ فوٹو بنوائیں۔ فوٹو گر افرسے کہہ کہ نیگیٹیو یافوٹو پر کسی قسم کے رنگ سے گئیگ نہ کی جائے۔ اس فوٹو کے تکون کی شکل میں تین کلڑے قینچی سے کاٹ لیں۔ ایک کلڑ اکسی او نچے اور بڑے درخت کی شاخ سے لئکادیں، ایک کلڑ ابہتے پانی میں ڈال دیں، ایک کلڑ ابہوی کے تکیہ کو کھول کر روئی کے بچے میں رکھ کر دوبارہ سی دیں۔ خیال رہے کہ یہ تکیہ بیوی کے علاوہ کوئی اور استعمال نہ کریں۔ فوٹو کے اس عجیب وغریب عمل سے چند ہفتوں کے اندر اندر آپ کی بیوی نہ صرف غیر مر دول سے ہٹ کر آپ کی طرف راغب ہوجائے گی، بلکہ گناہ آلودہ زندگی کا خیال بھی اس کے ذہن سے نکل جائے گا، اس عمل کوئی صاحب یاصاحبہ اجازت کے بغیر نہ کریں۔

#### صلوة اور نماز

سوال: ہم اب تک 'صلوۃ۔' کے معنی' نماز 'سنتے اور پڑھتے چلے آئے ہیں۔ آپ کی گراں قدر تحریروں سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ صلوۃ کے معنی ' ربط اور تعلق ہید اکرنا ہے، نماز پڑھناتوسب کی سمجھ میں صلوۃ کے معنی ' ربط اور تعلق ہید اکرنا ہے۔ مراد اللہ تعالی سے ربط اور تعلق ہید اکرنا ہمجھا میں ہونے کے معانی کی وضاحت باآسانی آجا تا ہے، لیکن اللہ تعالی کے ساتھ ربط اور تعلق پید اکرنا سمجھنا محال ہے۔ برائے کرم صلوۃ قائم کرنے کے معانی کی وضاحت فرمائیں کہ اس کامفہوم کیاہے؟

جواب: زندگی تقاضوں کانام ہے۔ کھانا، بینا، سونا، جاگنا، گفتگو کرنا، آرام کرنا۔ میں جول، حصول معاش میں جدوجہد کرنااور دیگر تمام دلچیدیاں، سب کے سب تقاضے ہیں۔ اور ان کا دارو مدار حواس کے اوپر ہے۔ تقاضے جب حواس کے اندر جذب ہوجاتے ہیں تب ہی ہمیں مظاہر اتی خدوخال کا علم ہو تا ہے۔ قرآن پاک کے قانون کے مطابق کا نئات میں موجود ہر شنے دورُ نوں پر قائم ہے۔ اس قانون کے مطابق انسان میں کام کرنے والے حواس کے بھی دورُ خہے۔ ایک قسم کے حواس کودن کے حواس، شعوری حواس یا پند حواس کا نام دیتے ہیں۔ شعوری حواس میں انسان خود نام دیتے ہیں۔ دوسری قسم کے حواس کورات کے حواس، لاشعوری حواس یا آزاد حواس کانام دیتے ہیں۔ شعوری حواس میں بندہ خود کو کی پند اور بند کے در میان فاصلہ پیدا کرتی ہیں۔ لاشعوری حواس میں بندہ خود کو قید اور پابندیوں سے آزاد تصور کرتا ہے۔ یہ حواس اور کیفیت اللہ اور بند کے در میان فاصلہ پیدا کرتی ہیں۔ اگر کسی طرح لاشعوری حواس متحرک ہوجائیں تو انسان شعوری حواس کے پس پر دہ غیب کی دنیا کا مشاہدہ کرنے لگتاہے۔ یہی مشاہدہ برزخ، جنت، دوزخ،

ملا نکہ اور ملاءاعلیٰ کے مشاہدہ کے بعد دیدار اللی کے شرف تک جا پہنچتا ہے۔ اس بات کو حضور مُنگانیِّ آغیر نے یوں فرمایا ہے "الصلوۃ معراح المو منین" یعنی بقین کے حامل لوگوں کا اللہ تعالیٰ سے ربط و تعلق مشاہدات سے گزر کر اس مقام تک جا پہنچتا ہے جہاں اسے اللہ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہو تا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مشاہدہ کر لیتا ہے کہ " میں تمہاری رگ جاں سے ذیادہ قریب ہوں " اب سوال بیہ ہے کہ صلوۃ قائم کرنے کے لیے دن کے حواس یا شعوری حواس سوال بیہ ہے کہ صلوۃ قائم کرنے کے لیے دن کے حواس یا شعوری حواس سے آزادی حاصل کر کے لا شعوری حواس عاصل کر کے لا شعوری حواس یارات کے حواس میں داخل ہونے کا اہتمام کر نا پڑے گا۔ نماز ، روزہ ، عبادات اور مر اتبے کے مختلف طریقے اس غیب کی دنیا یا لا شعوری حواس میں داخلے کا پروگرام ہیں ، ان پروگر امول پر ممل کرنے ہے فار مجلّہ ہوجاتی ہیں ، دل و دماغ میں ایک روشنی پیدا ہوتی ہیں۔ یہ روشنی اس روشنی سے الگ ہے جو ظاہر اُحواس میں کام کرتی ہیں۔ یہ روشنی فکر کی راہنمائی کرتی ہے ، یہی روشنی صلوۃ قائم کرنے کا ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی بچلی کے دیدار کا باعث ہے۔

## لطا ئف اور علم لد " في

سوال: چند سوالات کرناچاہتا ہوں جس کے جوابات نہ صرف میرے لیے بلکہ پوری نوع انسانی کے لیے فائدہ مند ہونگے۔ سوالات مندر جہ ذیل ہیں

س ان انسانی جسم میں لطیفے ہوتے ہیں، لطیفہ کا کیامطلب ہے؟

س ۲: علم لد في كونساعلم ہے؟ اس كے كيا معانى ہے؟

س٣: پيرومر شدكے وصال كے بعد مريد كس طرح را ہنمائى حاصل كر سكتا ہے، يكسوئى حاصل كرنے كاكبياطريقہ ہے؟

جواب: ہم ایک مکان بناتے ہیں، لیکن مکان کی اس وقت تک پہیل نہیں ہوگی جب تک پہلے اس کی بنیاد نہ رکھی جائے اور بنیاد کے اوپر دیواریں نہ کھڑی کی جائیں۔ اس طرح روح کی حقیقت (Base) کو سیجھنے کے لیے اہل تصوّف نے تین جھے کئے ہیں اور ہر حصہ دورُخ پر تقسم کیاہے جس سے اس کی تعداد چھ 6 ہوگئے۔ یہی چھ رُخ تصوف کے لطیفے کہلاتے ہیں۔ ہم جب کوئی عمل کرتے ہیں تو تین کیفیات سے گزرتے ہیں۔ ا) خیال، ۲) تصور، ۳) احساس۔ ہر کیفیت دورُخ پر قائم ہے، اس طرح چھ رُخ یاچھ لطیفے ہو گئے۔ روح کے کیفیات سے گزرتے ہیں۔ ا) خیال، ۲) تصور، ۳) احساس۔ ہر کیفیت دورُخ پر قائم ہے، اس طرح چھ رُخ یاچھ لطیفے ہو گئے۔ روح کے ایک حصہ کوروح حیوانی، دو سرے کوروح انسانی اور تیسرے کوروح اعظم کہاجاتا ہے۔ روح حیوانی کے دورُخ لطیفہ نفی اور لطیفہ قبلی بیں، روح انسانی کے دورُخ لطیفہ روحی اور سرّی ہیں، روح اعظم کے دورُخ لطیفہ خفی اور لطیفہ اخفی ہیں۔ خفی اور اخفی میں خیال تشکیل بین، روح انسانی کے دورُخ لطیفہ روحی میں تصور کی منظر کشی ہوتی ہے اور قلب اور نفس میں کسی چیز کامشاہدہ یا حساس ہو تا ہے۔



### پیراسائیکالوجی (مراقبه)

أسئلو

سوال: میں آپ سے روحانی علوم سے متعلق چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں جو کہ بنیادی باتیں ہیں۔ محترم خواجہ صاحب آپ کی مہر بانی ہوگ اگر اس خط میں پوچھے گئے بنیادی سوالات اور ان کے جو ابات شائع کرادیں، کیونکہ روحانیت کے بہت سے متوالوں اور شاکفین کے لیے راہنمائی ہو جائے گی۔

سا: کیاایک ہی وقت میں مختلف مراقبے کئے جاسکتے ہیں؟ مثلاً نیلی روشنی اور سبز روشنی کا مراقبہ ، ایک وقت سے مرادیہ ہے کہ رات کو ایک مراقبہ اور صبح کو دوسر امراقبہ۔

ج ۱: جی ہاں دونوں مراقبے الگ الگ او قات میں کئے جاسکتے ہیں، جبکہ کسی استاد کی راہنمائی میں ایساکرنے کو کہا گیا ہو، استاد ذہنی سکت دیکھے کرایساکرنے کی اجازت دیتاہے ورنہ ازخو دکوئی بھی اپنی سکت کا اندازہ نہیں کریا تا۔

س٢: كياايك ساتھ مختلف علوم سيكھے جاسكتے ہيں مثلاً بپڼالزم، مسمريزم، مراقبہ اور يو گاوغير ہ

ج٢: آپ نے بنیادی سوال روحانی علوم سے متعلق پوچھنے کیلیے لکھاتھا، جبکہ درج بالامیں صرف مراقبہ کا تعلق روحانیت سے ہیں۔

س٣: كياكو كي معمولي قوت ارادي والاشخص بھي مر اقبه كر سكتا ہي ً

ج ۳: جی ہاں؛ مراقبہ دراصل قوت ارادی اور ذہنی سکت کو بڑھانے کے لیے ہی کیا جاتا ہے۔ تمام شعوری حواس رکھنے والے بندے مراقبہ کر سکتابیں۔

س ۴؛ اگر کوئی شخص ان علوم میں ماہر ہو جائے تواس کی ذہنی صلاحیت کس قدر بڑھ جاتی ہے اور وہ محض اپنی ذہنی صلاحیت سے کیا کچھ کر سکتا ہے۔ ج ۱۰: ان علوم سے آپ کی مر اداگر روحانی علوم ہے تو کوئی بھی روحانی طالب علم پی ایچ ڈی کاطالب علم ہو تاہے کیونکہ روحانیت کاواسطہ علم حضوری سے ہو تاہے نہ کہ علم حصولی یعنی کتابی علم حضوری کے کسی بھی طالب علم کی ذہنی صلاحیتیں علم حصولی کے طالب علم کی صلاحیتوں سے کئی گنازیادہ ہوتی ہیں۔

٣: كيام اقبه صرف بيره كركياجا تاب ياليث كر بهي كرسكته بين؟

ج ۲: مراقبہ صرف بیٹے کر ٹیک لگائے بغیر کیا جاناضر وری ہے۔ کیونکہ مراقبہ کے دوران نزول ہونے والی روشنیال ریڑھ کی ہڈی اور حرام مغز کے ذریعہ انسانی ذہن اور جسم میں دور کرتی ہیں۔ اس لیے ٹیک لگا کر مراقبہ کرنے یالیٹ کر مراقبہ کرنے سے نزول ہونے والی روشنیال ارتھ ہوجاتی ہے اور مراقبہ کا حاصل کچھ نہیں رہتا

سے: کیامر اقبہ سے پہلے وظائف پڑھنا، مثلاً درود شریف پڑھناضر وری ہوتاہے، اگر نہ پڑھیں تو کوئی حرج تو نہیں؟

52: مراقبہ سے پہلے وضو کرنا، درود شریف یااستاد کے بتلائے ہواسباق پڑھ لینااس لیے ضروری ہوتا کہ روحانی جسم یا نسمہ یا Aura کو غذا فراہم ہو جاتی ہیں اور روحانی جسم تازگی اور قوت کیڑ لیتا ہے، جس سے مراقبہ کے دوران وار دہونے والی روشنیاں نسمہ میں تیزی سے جنب ہو جاتی ہیں۔ بغیر وضواور بغیر درود شریف یاوظیفہ کے مراقبہ کرناایساہی ہے جیسے بھو کے پیٹ محنت کرنااور متیجہ میں ضعف ادر کمزوری لاحق ہوجاتا ہے۔

س٨: مستقل مز اجي سے مر اقبہ كرنے والوں كو كتنے دنوں ميں كاميابي حاصل ہو جاتى ہے۔

ے ۸: مراقبہ میں کامیابی کاسارادارومدار با قاعدگی، ذہنی سکت، قوت برداشت اور روحانی استاد کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ مثال اس طرح سمجھیں کہ عام سڑک یامیدان میں ہوائی جہاز کو نہیں دوڑا یاجاسکتا ہے، جہاز اُڑنے کیلیے ضروری ہے کہ اس کی جسامت اور قوت پرواز کے مطابق "رن وے" تیار ہواور کوئی بھی" رن وے" اس جگہ کی زمین کی ساخت پر مخصر ہے۔ اگر زمین نرم اور پولی ہو تواسی مناسبت سے رن وے کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں کنگریٹ ڈالا جائے گا اور زیادہ محنت در کار ہوگی۔ زمیس مضبوط اور اچھی گرفت والی ہے تو وہاں بنائے جانے والے رن وے پر محنت اور لاگت کم آئے گی۔ کیفیت کیسی ہی کیوں نہ ہو دونوں حالتوں میں "رن وے" بناناضر وری ہو تا ہے۔ یہی رن وے بنانے کے عمل کو ذہنی سکت سمجھ لیں، جس مناسبت سے ذہنی سکت مضبوط ہوگی اسی مناسبت سے کامیابی ہو گا۔

س9: میں نے سنا ہے کہ مراقبہ سے پہلے کچھ سانس کی مشقیں بھی کی جاتی ہیں؟اگراس کے بارے میں معلومات دے سکیں تو بہتر ہے۔ ج9: جی ہاں: مراقبہ سے پہلے کچھ سانس کی مشقیں بھی کی جاتی ہیں، مگر ایسی مشقول کا تعین استاد کی مرضی پر ہو تا ہے۔اگر ذہنی استعداد کے لیے استاد سانس کی مشقیں تجویز کرے تو کرناضر وری ہے ورنہ نہیں



ars.org

س • ا: کیامر اقبہ روشنی میں بھی کیا جاسکتا ہے یانہیں؟

ج ۱۰: مراقبہ کی کامیابی کا دارومدار اندھیرے سے ہوتا ہے، تاہم روشنی میں آئکھیں بند کرکے اپنے اوپر رات کے حواس لینی اندھیرے کے حواس لینی اندھیرے کے حواس طاری کئے جائیں توروشنی میں بھی مراقبہ کیا جاسکتا ہے۔ مگر الیمی صورت میں مراقبہ کے نتائج بہت مدھم اور کیسوئی دیرسے قائم ہوتی ہے۔

س ۱۱: آپ کہتے ہیں کہ بغیر کامل استاد کے روحانی علوم کو حاصل نہ کریں، لیکن مجھے بازار میں مختلف علوم سے مطلق مختلف مضمون کی کتابیں نظر آتی ہیں جن میں آپ کی کتابیں بھی شامل ہیں، کیاہم محض کتابوں کے ذریعے روحانی علوم حاصل نہیں کر سکتے ؟

ج ۱۱: جی ہاں روحانی علوم کتابوں کے ذریعے حاصل نہیں ہوسکتے جیسا کہ میں عرض کرچکا ہوں ، روحانیت کا تعلق «علم حضوری" سے ہوتا ہے نہ کہ «علم حصولی" یعنی کتابوں کے علم سے۔ اس لیے علم حضوری کے لیے کامل استاد کی ضرورت لازم ہے۔ کتابوں کے ذریعے ان علوم سے استفادء کواجا گر کیاجاتا، مگر کامل استاد کے بغیر ان کو سیکھا نہیں جاسکتا ہے ،

س ۱۲: کیابر خاص وعام کو مراقبہ ہال میں آنے کی اجازت اور داخلے کی اجازت ہے؟

ج ١٢: ہر خاص وعام كومر اقبہ ہال آنے اور داخلے كى اجازت ہے۔

س ۱۳ : کیاذ ہنی سکون کامر اقبہ کرنے سے گندے اور برے خیالات اور خواب سے نجات حاصل کی جاسکتی ہیں؟

ج ۱۳۳: گندے اور برے خیالات اور خواب کا تعلق انسان کے اندر دور کرنے والی منفی روشنیوں سے ہو تا ہے۔ جبکہ مراقبہ کے ذریعے انسان کے اندر دور کرنے والی روشنیوں کا اجتماع ہوگا، وہاں اسفل منفی روشنیوں کا اجتماع ہوگا، وہاں اسفل منفی روشنیوں کا کیاکام۔

س ۱۲: کیا آپ کی ذات کے علاوہ بھی آپ کے علوم سیکھلانے والے لوگ موجود ہے۔ اگر ہیں تو کہاں کہاں؟

ج ۱۲ ا الحمد الله میں نے اپنی روحانی اولا دوں میں کئی افر ادکی الی تربیت کر دی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق، سید نا حضور مَنَّلُ اللَّهِ عَلَى ہوئی ہمت، حضور قلندر بابا اولیاً کے فیضان کرم اور میری اپنی نگاہ خاص سے وہ میدان عمل برسر پیکار ہیں۔ ایسے لوگوں کی عطاکی ہوئی ہمت، حضور قلندر بابا اولیاً کے فیضان کرم اور میری اپنی نگاہ خاص سے وہ میدان عمل برسر پیکار ہیں۔ ایسے لوگوں کی اسٹ اور پیتان کالموں میں شائع کرنامحال ہے۔ آپ سلسلہ عظیمیمہ کے لڑیچر یامر اقبہ ہال آمد پر ایسے لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔

س ۱۵؛ آخری سوال بلکه آخری درخواست بیہ ہے که مراقبہ کی تعریف اور طریقه کوایک بار پھر شائع کرادیں؟



ج ۱۵: آپ کی اور آپ جیسے دیگر شاکفین کی بیہ خواہش پہلے ہی پوری کی جاچکی ہے۔اس سلسلہ میں آپ جمعہ ۱۷ اگست اور جمعہ ۲۹ اگستے ۱۹۹۰ کے جنگ اخبار میں روحانی ڈاک کے کالم کا مطالعہ فرمائیں۔

## مراقبه كى تعريف

سوال : میری آپ سے پرزُور اپیل ہے کہ اپنے مخصوص انداز میں ایک مرتبہ مراقبہ کی جامع تعریف شائع فرمادیں تا کہ روحانی شاکقین کی تشکی دور ہوسکے۔

جواب: مراقبہ ایک ایسی حالت کا نام ہے جس میں انسانی شعور آہتہ آہتہ لا شعوری واردات و کیفیات سے مغلوب ہوجا تاہے اور لاشعور لعنی روح کا شعور متحرک ہوجا تا ہے۔ مختلف روحانی سلاسل میں مختلف مشقوں کے زریعے اس حالت کو بیدار کیا جاتا ہے۔ مراقبہ ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جس میں زمان و مکان کی حد بندیاں نہیں ہوتی، زمان و مکان کی حد بندیاں ہی انسانی ارادے اور نیت میں خلل پیدا کرتی ہیں۔ انسانی زندگی دو حصوں پر منقسم ہے ایک حصہ بیداری اور دوسر احصہ خواب۔ بیداری میں انسان زمان و مکان میں خواب میں انسان زمان و مکان کی تاد ہو جاتا ہے۔ (Time & Space) کا پابند ہوتا ہے لیکن خواب میں انسان ان پابند یوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔

مراقبہ کے ذریعے خواب میں زمان و مکان سے آزاد کام کرنے والی صلاحیتیں بیداری میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ سب سے پہلے مراقبہ میں اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ انسان کے اوپر بیدارر ہنے کی حالت میں الی کیفیت طاری ہو جائے جو خواب سے قریب ترین ہے۔ اس کا طریقہ یہ اختیار کیا گیا ہے کہ انسان اپنی نیت اور ارادے سے بیداری میں اپنے اوپر خواب کی زندگی طاری کر لے۔ مثلاً اند ھیراہو، آ تکھیں بند ہوں، جسم ڈھیلہ ہو، شعور بیداری کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہو اور لا شعوری کیفیات کو قبول کر تا ہے۔ ذہن کسی ایک نقطہ پر مرکوز کر لیا جائے جو بظاہر سامنے نہیں ہے، یہ مشق آہتہ آہتہ انسان کو اس مقام پر لے آتی ہے جہاں وہ خواب کی واردات کو بیداری کے حواس میں محسوس کرتا ہے اور اِس کا آخری درجہ یہ ہو تا ہے کہ لا شعوری تحریکات کو انسان اِسی طرح قبول کرتا ہے۔ اور اِس کا آخری درجہ یہ ہو تا ہے کہ لا شعوری تحریکات کو انسان اِسی طرح قبول کرتا ہے۔

اس سلسلے میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ انسان کے اندر دو دماغ کام کرتے ہیں ایک دماغ وہ جو آدم کے اندر اسفل سافلین میں سلسلے میں یہ سہجھنا ضروری ہے کہ انسان کے اندر دو دماغ کے جو اسفل میں کام کرتا تھا جو جت میں کام کرتا تھا وہ ختم نہیں ہوا، ہوتا یہ ہے کہ اسفل کا دماغ غالب رہتا ہے اور جنت کا دماغ مغلوب لیکن اس کی حرکات و سکنات ہر لمحہ اور ہر آن ہر قرار رہتی ہیں اور یہ حرکات و سکنات خواب میں سفر کرتی رہتی ہیں۔ لیکن مراقبہ کے ذریعے خواب کے حواس جب بیداری میں منتقل ہوجاتے ہیں تو یہ صور تحال الٹ جاتی ہے لیمن اسفل کا دماغ مغلوب ہوجاتا ہے اور جنت کا دماغ غالب آجاتا ہے۔ لیکن اگر اسفل کا دماغ معطل ہوجائے توانسان کے اوپر جذب طاری ہوجاتا ہے ، یہی وجہ ہے کہ اس راستہ پر سفر کرنے والے سالک کو استاد کی ضرورت



پیش آتی ہے۔ایسااستاد جو اس راہ میں سفر کرکے منز ل رسیدہ ہو اور اِس بات سے کماحقہ واقف ہو کہ سالک کی ذہنی استعداد کیا ہے اور وہ جنت کے دماغ کی تحریکات کو کس حد تک قبول کر سکتا ہے۔

استعداد کے مطابق اس کی سکت کو بتدر تج بڑھاتے رہیں۔ تصوف اور روحانیت کی زبان میں استاد کانام "شیخ" ہے۔ مراقبہ کاسب سے آسان طریقہ تصور شیخ ہے۔ آئکھیں بند کر کے زبان میں اس استاد کانام" شیخ " ہے۔ مراقبہ کاسب سے آسان طریقہ تصور شیخ ہے۔ آئکھیں بند کر کے ذبین کی تمام صلاحیتوں کو اس بات میں استعال کیا جائے کہ شیخ ہمارے سامنے ہے اس سے پہلا فائدہ یہ ہو تا ہے کہ مرید چو نکہ شیخ ہو اقت ہے اور اس کے ذبین میں شیخ کی شکل وصورت اور سیر سے کاایک عکس بھی موجو دہے اس لیے تصور کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ جب تک جب ہم تصور شیخ کرتے ہیں تو نمیالات کے ذریعے شیخ کی پاکیزگی کا اتنا غلبہ ہوجاتا ہے کہ تاریکی اور کثافت حیوے جاتی ہے، جب تک دماغ کی سطیر پرتاریکی اور کثافت حیوے باتی ہے، جب تک دماغ کی سطیر پرتاریکی اور کثافت بھی ساتی۔

#### اطلاع

سوال: آپ نے اپنی تحریروں میں فرمایا ہے کہ ہماری زندگی ایک اطلاع ہے، اگر اطلاع نہ ہو تو ہماری زندگی کا وجود ختم ہو جائے گا۔ یہ بات ہمارے لیے بالکل نئی اور جیران کن ہے، مگر کبھی پہلے ہم نے یہ سوچا بھی نہ تھا، آپ اس امر پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالئے کہ ہمارے ذہن میں جو اطلاع آتی ہے یا خیالات آتے ہیں یہ کہاں سے آتے ہیں۔ ہماری فضاء یا کا ئنات میں ایسے کو نسے پو ائنٹس ہیں جہاں سے یہ خیالات آتے ہیں اور دماغ ان کو کس طرح قبول کرتا ہے۔؟

جواب: حد نگاہ سے زمین کی طرف آ ہے تو آپ کو نیلے رنگ کی لا تعداد رنگین شعاعیں ملیں گی۔ رنگ کا جو منظر ہمیں نظر آتا ہے، اس میں روشنی، آسیجن گیس، نائٹر وجن گیس، اور قدر ہے دیگر گیسیں بھی شامل ہوتی ہیں، ان گیسوں کے علاوہ کچھ سائے بھی ہوتے ہیں، جو جلکے ہوتے ہیں یا دہیز، کچھ اور اجزا بھی آسانی رنگ میں شامل ہوجاتے ہیں۔ جس سے فضاء میں ہمیں رنگ کا فرق نظر آتا ہے۔ اس فضاء میں نگاہ اور حد نگاہ کے در میان باوجو د مطلع صاف ہونے کے بہت کچھ موجو د ہے۔ اب ہم اُن روشنیوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو خاص طور پر آسانی رنگ پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ روشنیوں کا سرچشمہ کیا ہے اس کا بالکل صبح علم انسان کو نہیں ہے۔ قوس و قزری کا جو فاصلہ بیان کیا جاتا ہے وہ زمین سے تقریب نظر آتے ہیں وہ نو فاصلہ بیان کیا جاتا ہے وہ زمین سے تقریب نظر آتے ہیں ہو وہ در کے اور زمین کے در میان علاوہ کر نوں کے اور کیا کیا چیزیں موجود کر فضاء میں شخلیل ہوتی رہتی ہیں۔ جو کر نیں سورج سے ہم تک منتقل ہوتی رہتی ہیں ان کا چھوٹے سے چھوٹا جز فوٹان کہلا تا ہے اور فوٹان کا ایک وصف یہ ہے کہ اس میں اسپیس نہیں ہوتا ہے اس لیے جب یہ کر نوں کی شکل میں پھیلتے ہیں تو نہ ایک دو سرے سے فوٹان کا ایک وصف یہ ہے کہ اس میں اسپیس نہیں ہوتا ہے اس لیے جب یہ کر نوں کی شکل میں پھیلتے ہیں تو نہ ایک دو سرے سے فوٹان کا ایک وصف یہ ہے کہ اس میں اسپیس نہیں ہوتا ہے اس لیے جب یہ کر نوں کی شکل میں پھیلتے ہیں تو نہ ایک دو سرے سے فوٹان کا ایک وصف یہ ہے کہ اس میں اسپیس نہیں ہوتا ہے اس لیے جب یہ کر نوں کی شکل میں پھیلتے ہیں تو نہ ایک دو سرے سے فوٹان کا ایک وصف یہ ہے کہ اس میں اسپیس نہیں ہوتا ہے اس لیے جب یہ کر نوں کی شکل میں پھیلتے ہیں تو نہ ایک دو سرے سے



نضاء میں جس قدر عناصر موجود ہیں ان میں سے کسی عضر سے فوٹان کا ٹکراؤ ہی اسے اسپیس دیتا ہے۔ دراصل میہ فضا کیاہے؟رنگوں کی تقسیم ہے،رنگوں کی تقسیم جس طرح ہوتی ہے وہ اسپیس فوٹان کی روسے نہیں ہوتی بلکہ ان حلقوں سے ہوتی ہے جو خود فوٹان سے بنتے ہیں۔ جب فوٹان کاان حلقوں سے ٹکراؤ ہوتا ہے تواسپیس یارنگ وغیرہ کئی چیزیں بن جاتی ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کرنوں میں طقے کیسے پڑے، ہمیں یہ تو علم ہے کہ ہمارے کہکشانی نظام میں بہت سے اسٹار یعنی سورج ہیں، وہ کہیں نہ کہیں سے روشنیال آئیں ان کا در میانی فاصلہ کم سے کم پانچ نوری سال بتایا جاتا ہے۔ جہاں ان کی روشنیاں آئیں میں ٹکر اتی ہیں وہ روشینیاں حلقے بنادیتی ہیں، جیسے ہماری زمین یا اور سیارے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سورج سے یاکسی اور اسٹار سے جن میں ٹکر اتی ہیں وہ روشینیاں حلقے بنادیتی ہیں، جیسے ہماری زمین یا اور سیارے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سورج سے یاکسی اور اسٹار سے جن کی مقد ار ہمارے نظام شمسی میں دو کھر ب بتائی جاتی ہیں، ان کی روشنیاں سنگھوں کی تعد او پر مشتمل ہیں اور جہاں ان کا ٹکر اؤ ہو تا ہے وہیں ایک حلقہ بن جاتا ہے جسے سیارہ کہتے ہیں۔

دماغ میں کھر بوں خانے ہوتے ہیں اور ان میں سے برقی روگزرتی رہتی ہے۔ اس برقی روکے ذریعہ خیالات شعور ، الشعور اور تحت لا شعور سے گزرتے رہتے ہیں۔ دماغ کا ایک خانہ وہ ہے جس میں برقی رو فوٹو لیتی رہتی ہیں ، یہ فوٹو بہت ہی زیادہ تاریک ہو تا ہے یا بہت ہی چمکدار۔ ایک دوسر اخانہ ہے جس میں پچھ اہم باتیں ہوتی ہیں لیکن اتنی اہم نہیں ہوتی کہ سالہاسال گزرنے کے بعد بھی یاد آجائیں۔ ایک تیسر اخانہ اِس سے ذیادہ اہم باتوں کو جذب کرلیتا ہے وہ بشر طموقع کبھی یاد آجاتی ہیں ، چوتھا خانہ معمولات کا ہے جس کے ذریعے آدمی عمل کرتا ہے لیکن اس میں ارادہ شامل نہیں ہوتا۔ پانچوال خانہ وہ ہے جس میں گزری ہوئی باتیں اچانک یاد آجاتی ہیں۔ جن کا زندگی کے تار پور سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ایک چھٹا خانہ ایسا ہوتا ہے جس کی کوئی بات یاد نہیں آتی اور اگریاد آتی ہے تو فوراً اس کے ساتھ ہی عمل ہوتا ہے۔ اِس کی مثال ہیہ ہے کہ کسی پرندے کا خیال آیا، خیال آتے ہی عملاً وہ پرندہ سامنے آگیا۔ ساتویں خانے میں جس کوعام اصطلاح میں "حافظ "کہتے ہیں۔

دماغ میں مخلوط آسانی رنگ آنے سے اور پیوست ہونے سے خیالات، کیفیات اور محسوسات وغیرہ بنتے رہتے ہیں۔ رفتہ رفتہ انسان ان خیالات کو ملانا سکھ لیتا ہے۔ ان میں سے جن خیالات کو وہ بالکل کاٹ دیتا ہے وہ حذف ہوجاتے ہیں اور جو جذب کر لیتا ہے وہ عمل بن جاتے ہیں۔ ان رنگوں کے سائے ملک بھاری یعنی طرح طرح کے اپنااثر کم و بیش پیدا کر لیتے ہیں اور فوراً اپنی جگہ چھوڑ دیتے ہیں تاکہ دوسرے سائے ان کی جگہ لے سکیں۔ بہت سے سائے جنہوں نے جگہ چھوڑ دی ہے محسوسات بن جاتے ہیں اس لیے کہ وہ گہرے ہوتے ہیں۔ ان ہی سابوں کے ذریعے انسان رنج وراحت حاصل کر تا ہے۔ کبھی وہ رنجیدہ ہوجاتا ہے کبھی خوش ہوجاتا ہے۔ یہ سائے جس قدر جسم سے خارج ہوسکتے ہیں ، ہوجاتے ہیں لیکن جتنے جسم کے اندر پیوست ہوجاتے ہیں وہ اعصابی نظام بن جاتے

ہیں۔ آدمی میں سب سے پہلے ان سابوں کا اثر اس کا دماغ میں قبول کر تا ہے۔ دماغ کی چند حرکات معین ہیں، جن سے وہ اعصابی نظام میں کام لیتا ہے۔ سر کا پچھلا حصہ یعنی ام الدماغ اور حرام مغز اس اعصابی نظام میں خاص کام کر تا ہے۔ رنج وخوشی دونوں سے اعصابی نظام متاثر ہو تا ہے۔ رنج وخوشی دراصل بجلی کی ایک روہے جو دماغ سے داخل ہو کر تمام اعصاب میں ساء جاتی ہے۔

اعصابی نظام ہماری تمام اندرونی اور بیر ونی حرکات کو کٹر ول کر تا ہے، ان میں ہم آ ہنگی پیدا کر تا ہے۔ اعصابی دماغ اور حرام مغز کے علاوہ ہمارے جمع میں اعصاب کا ایک جال بچھا ہوا ہے۔ اعصاب کا کر دار بہت اہم ہے کیو نگد ان ہی کے ذریعہ جمع کے مختلف پیغامات دماغ اور حرام مغز تک چہنچ ہیں اور ہم جان لیتے ہیں کہ ہم کیا دیگھ رہے ہیں، کیا من رہے ہیں، اور کیا محسوس کر رہے ہیں، اور کیا محسوس کر رہ ہم جان لیتے ہیں کہ ہم کیا دیگھ رہے ہیں۔ دماغ اور حرام مغز تک چہنچ ہیں اور ہم جان لیتے ہیں کہ ہم کیا دی سرے ہیں۔ دماغ کا مرکزی کر دار دماغ ہے جو کھوپڑی کے اندر بند ہے۔ اس کے تین جے ہیں۔ دماغ کے پہلے حصہ کو سیری برم کتے ہیں، دماغ کا سب سے بڑا حصہ ہو تا ہے جو تقریباً کی سین حصہ کو کٹر ول کر تا ہے اور بایاں دماغ جم کے دائیں حصہ کو کٹر ول کر تا ہے اور بایاں دماغ جم کے دائیں حصہ کو کٹر ول کر تا ہے اور بایاں دماغ جم کے دائیں حصہ کو کٹر ول کر تا ہے۔ دماغ کے اوپری سطح پر بلکے سرم می رنگ کے پیٹے ماڈے کی تہہ ہوتی ہے اور اس کے نیچے سفیدرنگ کا کوئی حصہ ہو تا ہے جس میں بایو فا ہم ہوتے ہیں۔ دماغ میں سیری برم سوج و بچار خور و تنگر کو کٹر ول کر تا ہے۔ بلکے سرم می رنگ کے پیٹے ماڈے کی تہہ ہی وہ سطح ہے جہاں پر تمام پیغامات آتے ہیں اور دماغ کی حسیوں کے مرکز بھی دماغ میں ہوتے ہیں۔ پیچیا دماغ دراصل سیری برم کے پیچیا حصے کسی سیری برم کے بیچیا حصے کسی سیری برم کے پیچیا حصے کسی سین نیچے کی طرف واقع ہوتا ہے۔ یہ بالخصوص عصلات کی حرکات کو کٹر ول کر تا ہے۔ دماغ کا میڈ ولا او بلنگیٹا Medola میں شنچے کی طرف واقع ہوتا ہے۔ یہ بالخصوص عصلات کی حرکات کو کٹر ول کر تا ہے۔ دماغ کا میڈ ولا او بلنگیٹا حصہ ہوتا ہے۔ یہ بالخصوص عصلات کی حرکات کو کٹر ول کر تا ہے۔ دماغ کا میڈ ولا او بلنگیٹا میں دورات ہے۔

میڈولا اوبلنگیٹا نفس اور دل کی دھڑکن کو کنٹرول کرتا ہے۔ حرام مغزاعصابی پھُوں کا مجموعہ ہے جو کہ ایک کمبی ڈوری کی شکم میں ریڑھ کی ہڈی کے سوراخ میں واقع ہوتا ہے، یہ دماغ اور جسم کے در میاں ربط قائم رکھتا ہے اور جسم کو تمام پیغامات کی تقسم حرام مغزک ذریعہ ہوتی ہے۔ بعض حرکات جو بالکل غیر اختیاری طور پر بغیر کسی دماغی مشورہ کے عمل میں آتی ہیں، وہ حرکات معکوسہ کہلاتی ہے اور حرکات معکوسہ بھی حرام مغزے کنٹرول ہوتی ہیں۔ تمام اعصابی پیغامات کا منبع ہماراد ماغ ہے۔ دماغ سے برقی رو پورے جسم میں اعصاب کو میڈیم بناتے ہوئے دور کرتی رہتی ہے۔ مثال کے طور پر جسم کے اہم عضودل یا قلب جس پر زندگی کا انحصار ہے، حسم میں اعصاب کو میڈیم بناتے ہوئے دور کرتی رہتی ہے۔ مثال کے طور پر جسم کے اہم عضودل یا قلب جس پر زندگی کا انحصار ہے، دھڑ کنا بند ہو جائے توزندگی ختم ہو جائیگی۔ دل کی دھڑ کن کیلیے دل کے پھُوں میں جو پھیلنے اور سکڑنے کا عمل واقعہ ہورہا ہے وہ بھی برتی روکے اوپر قائم ہے۔ دل کے وسط میں ایک اعصابی نقطہ ہوتا ہے جسے میڈیکل کی اصطلاح میں بھیلاد بتا ہے۔ بالکل اس طرح جیسے کسی مشین کو دماغ سے برتی روضر وری ہے ، اسی طرح دل کی قدرتی مشین چلانے کے لیے برتی رواس نقطے سے ملتی ہے۔ علی اہذالقیاس ہمارا چلانے کے لیے برتی رواس نقطے سے ملتی ہے۔ علی اہذالقیاس ہمارا



پوراجسمانی نظام اعصاب کے تانے بانے سے مرکب ہے، جس میں برقی رویاالیکٹر سٹی دوڑتی رہتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ہماراجسمانی نظام برقی روشنی یااطلاع پر قائم ہے۔

## اسم رحيم نوري مجموعه

سوال: مذہب کی کتابوں بشمول قر آن مجید میں حضرت عیسیٰ کو مر دہ زندہ کرنے ، کوڑھی اور اندھے کو اچھا کرنے اور مٹی سے جانور بنا کر اس میں جان ڈالنے کا معجزہ درج ہے۔ یہاں تک توبہ بات ہم پیغمبروں کے عظیم درجات کہہ کر سمجھ جاتے ہیں مگر تصوف کی کتابوں میں ہم پڑھتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم سیدنا عبد القادر جیلائی ؓ نے بھی مر دے زندہ کرنے کی کر امت دکھائی اور بیسویں صدی کے عظیم بزرگ حضرت بابا تاج الدین ناگپوری کی کر امات میں بھی مر دہ کو زندہ کرنے کی کر امت درج ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیضان پیغمبروں کے علاوہ عام بندوں پر بھی جاری کیا ہے۔ برائے مہر بانی آپ وضاحت فرمائیں کہ روحانی علوم میں وہ کون سے علوم ہے جنہیں اگر انسان حاصل کرلے تو ایس کر امات کا اظہار کر سکتا ہے۔

جواب: تد گل اللہ تعالیٰ کی ان مجموعی صفات کا نام ہے جن کا عکس انسان کے ثابتہ لینی تحت لا شعور کو حاصل ہے۔ قرآن پاک میں جس نابت کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے علم الاساء کی حیثیت میں جو علم آدم کو تعوفیض کیا تھا اس کے اوصاف اور اختیار کے شعبہ تد "لی بی کی شکل میں وجود رکھتے ہیں۔ کوئی شخص اگر اپنی نیابت کے اختیارات کو سمجھنا چاہے تو اسے تد "لی کے اجزا کی پوری معلومات فراہم کرنی پڑیں گی۔ پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہم اسم اللہ تعالیٰ کی ایک صفت کا نام ہے اور وہ صفت جزوی طور پر اللہ تعالیٰ کے نائب لیخی انسان کو از ل میں حاصل ہوئی تھی۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے 'رحیم '۔ اس کی صفت ہے تخلیق لیمیٰ پیدا کرنا، چنا نچہ پیداکش کی جس قدر طرزیں موجود ات میں استعال ہوتی ہیں ان سب کا محرک اور خالق رحیم ہے۔ اگر کوئی شخص رحیم کی جزوی صفت کا فائدہ الشان چاہے تو اس کو اسم رحیم کی صفت کا زیادہ سے زیادہ ذخیرہ اپنے باطن میں کرناہو گا۔ اس کا طریقہ مر اقبہ ہے۔ ایک وقت مقرر کرکے سالک کو اپنی فکر کے اندریہ محسوس کرناہو گا کہ اس کی ذات کو اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمی کا ایک جزماصل ہے۔

قر آن پاک میں اللہ تعالی نے جہال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا تذکرہ کیاہے وہاں یہ بتایاہے کہ میں نے عیسیٰ کو روح پھو نکنے کاوصف بخشاہے۔ یہ وصف میری طرف سے منتقل ہواہے۔ اوراس کے نتائج میں نے عطاکئے۔ ترجمہ: اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے تھم سے ، پھر دم مار تااس میں تو ہو جا تا جانور میرے تھم سے۔ اور چنگا کر تامال کے پیٹ کا اندھا اور کوڑھی میرے تھم سے اور جب نکال کھڑے کر تامر دے میرے تھم سے: سورۃ المائدہ۔ ۱۱،

الفاظ کے معانی میں اسم رحیم کی صفت موجو دہے، اب اللہ تعالیٰ نے کا ئنات بنائی اور لفظ کن فرمایا، اس وقت اسم رحیم کی قوت تصرف نے حرکت میں آگر کا ئنات کے تمام اجزاء اور ذرات کو شکل و صورت بخشی۔ جس وقت تک لفظ رحیم اسم اطلاقیہ کی





حیثیت میں تھااس وقت تک اس کی صفت صرف علم کی حیثیت رکھتی تھی۔ لیکن جب اللہ تعالی نے لفظ کن فرمایا اور رحیم اسم اطلاقیہ سے تنزل کر کے اسم عینیہ کی حدود میں داخل ہو گیا اور رحیم کی صفت علم میں حرکت پیدا ہو گئی جس کے بعد حرکت کی صفت سے تعلق سے لفظ رحیم کانام اسم عینیہ قرار پایا۔ اس کے بعد اللہ تعالی نے موجودات کو خطاب فرمایا 'الست بر بکم ۔ پہچان لومیں تمھار ارب ہو'۔ روحوں نے جواباً کہا بلی (جی ہاں ہم نے پہچان لیا)۔

جبروحوں نے رب ہونے کا اعتراف کر لیا تو اسم دیم کی حیثیت اسم عینیہ سے سنزل کر کے اسم کو نیہ ہوگئ، تصوف کی زبان میں اسم اطلاقیہ کی صدود تد گی کہلاتی ہے، اسم عینیہ کی صفت ابداء کہلاتی ہے اور اسم کو نیہ کی صفت خاتی کہلاتی ہے۔ اسم کو نیہ کی صفت کے مظہر کو تد ہیر کہاجا تا ہے۔ جہاں اللہ تعالی نے قر آن پاک میں حضرت عیدی کے روح پھو گئے کا بیان فرمایا، وہاں اسم رحیم کی ان تمنیوں صفات کا اشارہ فرمایا ہے اور تیسر می صفت کے مظہر کو روح پھو گئے کا نام دیتے ہیں، یہاں یہ سجھنا ضروری ہے کہ انسان کو تابید (تحت الشعور) کی حیثیت میں اسم رحیم کی صفت تد پی صاصل ہے اور وہ اللہ تعالی کے دیئے ہوئے اس وصف ہے مردول کو زندہ کرنے یا کسی شخی کی حاصت عینیہ کی صورت میں اعیان (لاشعور) کے اندر موجود ہے۔ جس کے تقرف کی صلاحیتیں انسان کو پوری طرح حاصل ہیں۔ اسم رحیم کی صفت کو نیہ انسان کے جو یہ لیخی شعور میں پیوست ہے اور اس کو اللہ تعالی کا حق بھی حاصل ہے۔ اللہ تعالی کرنا چاہے تو اسے اپنی تعنی کی مثال دے کر پیوست ہے اور اس کو اللہ تعالی کی طرف سے اس صفت کے استعال کا حق بھی حاصل ہے۔ اللہ تعالی نے حضرت عیبی کی مثال دے کر اس عفت کی وضاحت کر دی ہے اگر کوئی انسان اس صفت کی استعال کا حق بھی حاصل ہے۔ اللہ تعالی نے خور اور اپنی شعور اور اپنی شعور اور اپنی شعور اور اپنی وہ اس باسم رحیم کی صفات کو استعال کرنا چاہے تو اسے اس وی کہ مقت کے دور ان میں وہ اس باسم رحیم کی صفات کا نوری مجموعہ ہیں۔ یہ مجموعہ انسان کی روح کو حاصل ہے۔ مزید انسان کی روح کو حاصل ہے۔ مزید تقصیل سے حضور قائندر بابا اولی کی تصفیف لوح و تعلم کا مطالعہ سے تیں۔ یہ مجموعہ انسان کی روح کو حاصل ہے۔ مزید تقصیل سے حضور قائندر بابا اولیکی تصفیف لوح و تعلم کا مطالعہ سے تیں۔ یہ مجموعہ انسان کی روح کو حاصل ہے۔ مزید تقصیل سے حضور قائندر بابا اولیکی تصفیف لوح و تعلم کا مطالعہ سے تیں۔ یہ مجموعہ انسان کی روح کو حاصل ہے۔ مزید تقصیل سے حضور قائندر بابا اولیکی کی صفاف کا نوری مجموعہ ہیں۔ یہ مجموعہ انسان کی روح کو حاصل ہے۔ مزید تقصیل سے حضور قائندر بابا اولیکی کو حقور قائندر بابا اولیکی کو حقور قائندر بابا اولیکی کو حقور قائندر بابا ولیکی کی صفاف کا نوری مجموعہ ہیں۔ یہ معرفی کو حقور کو حقور کو حقور کو حقور کو حقور کو حقور کیں میں کو کو تعرفی کورو کو حقور کی صفاف کی کورو کو حقور کو حقور کو حقور کورو کورو کورو

#### مشايده

سوال: میں نے پہلی بار روز نامہ جنگ کے جمعہ ایڈیشن میں روحانی ڈاک کا مطالعہ کیا اور پہلی بار مر اقبہ کے بارے میں پڑھا، سوال ہے ہے کہ مر اقبہ کیا ہے اور کس طرح کیا جاتا ہے اور مر اقبہ کرنا چاہتی ہیں؟ میں مر اقبہ کرنا چاہتی ہوں، برائے مہر بانی مجھے کوئی موزوں مر اقبہ کرنے کی اجازت عطافر مائیں۔

جواب؛ انسان اپنی کو تاہ نظری کی بناء پر اربوں سال کی ارتقائی زندگی کزار نے کے بعد بھی صرف پاپنچ حواس سے واقف ہوا ہے۔ انہی پاپنچ حواس پر اس کی جملہ ترقی اور عرج کا دارو مدار ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے حواس کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ لیکن آدم زاد اسلاف کے ورثے ، ماحول کے اثر ات اور پنے محدود علم کی وجہ سے صرف ان بی پاپنچ حواس سے کام لینے کا عادی ہے۔ باتی حواس سے ناوا تفیت کی بناء پر ان سے کام لینے کا نہ تواسے خیال آتا ہے اور نہ بی ان کے فوائد سے وہ مستفید ہوتا ہے یہ وجہ ہے کہ یہ حواس اِس سے ہمیشہ مخفی اور پوشیدہ رہتے ہیں۔ روحانی نقطہ نظر سے حواس کے دو در ہے ہیں ایک شعور اور ایک لاشعور ، شعوری حواس کا دائرہ عمل مادی دنیا اور اس کے مظاہر ات سے ماوراء عالم مخفی سے متعلق ہیں ، یہی وہ حواس ہیں جن کے مظاہر ات کی حد تک محدود ہے۔ جبکہ لاشعوری حواس ماڈ کے اور ماڈی مظاہر ات سے ماوراء عالم مخفی سے متعلق ہیں ، یہی وہ حواس ہیں جن کے ذریعے اسے غیب کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ جس کا تذکرہ قرآن پاک میں ہے۔ خالق کا کنات اللہ کا، تجابات ، عرش ، جنت و دور خ، اعراف ، حیات قبل از زندگی اور بعد از موت کا مشاہدہ شعوری حواس سے کر نانا ممکنات میں سے ہے۔ سورة البقرة کی ابتد ائی دورخ ، اعراف ، حیات قبل از زندگی اور بعد از موت کا مشاہدہ شعوری حواس سے کر نانا ممکنات میں سے ہے۔ سورة البقرة کی ابتد ائی مشاہدہ ضروری ہے۔

اس قانون کی روسے وہ صاحب دل لوگ جن میں روحانی بصارت کام کرتی ہے اور جو غیب کے نقوش کامشاہدہ کے ساتھ یقین رکھتے ہیں وہی لوگ علم حقیقت سے واقف اور مستفید ہوسکتے ہیں، روحانی بصارت کو روشن کرنے، اس کو کھو لئے کے لیے، اس سے مستفید ہونے کے لیے انہیائے کرام اور ان کے واراثین اولیا اللہ نے کچھ اصول وضوابط اور طور طریقے مرتب کئے ہیں۔ ان بی جسمانی اور روحانی و ظاکف کے ذریعے کا کنات کے متوازی عالم غیب اور اس کے مخفی گوشے، غیر مرکی مخلوقات اور اشیاء مشاہدے میں آجاتی ہیں۔ ہمانی اور روحانی و ظاکف کے ذریعے کا کنات کے متوازی عالم غیب اور اس کے مخفی گوشے، غیر مرکی مخلوقات اور اشیاء مشاہدے میں آجاتی ہیں۔ ہماراار تباط دو سری دنیاؤں سے بالکل اس طرح ہی ہو جاتا ہے جس طرح ہم اس دنیا میں رہتے ہوئے جمادات، نباتات اور حیوانات کو دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں اور ان کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔ مراقبہ غیب کے مشاہدے کی عینک ہے، روحانی بصر (حیوانات کو دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں اور اس کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔ مراقبہ غیب کے مشاہدہ کرتی ہیں اور اس کی شاہر ات سے چثم پوشی کرتے ہیں، شعوری حواس کی نفی کرتے ہیں اور اس طرح شعوری حواس کی گرفت اور روشنی مدھم پڑجاتی ہے۔

مراقبے میں ایک نقطے پر (اس حالت میں جبکہ نقطہ بھی غیب میں واقع ہو) مرکوز کرنے سے دماغ کے اندر وہ خلیے جن کا تعلق مشاہدے سے ہے، کھل جاتے ہیں اور آدمی رفتہ رفتہ، قدم بقدم، منزل بہ منزل غیب کے نقوش اور مظاہر ات کابالکل اس طرح مشاہدہ کرتا ہے جس طرح خواب نظر آتے ہیں، پھر مشاہدات بیداری کی حالت میں منتقل ہونے لگتے ہیں۔ آپ کی طبیعت اور رجحان کے مطابق آپ کے لیے یہ مشاہدہ موزوں رہے گا کہ رات کو سونے سے قبل یاضج سورج نکلنے یس پہلے باوضو کسی پر سکون آرام دہ نشست میں بیٹے جائیں، سو(100) بار درود شریف پڑھیں، آئے تھیں بند کرکے تصور کریں کہ میں روشنی کا نقطہ ہوں۔ یامظہر العجائب دیکھئے کیا کیفیات وواردات وارد ہوتی ہیں۔ جن کیفیات اور واردات کامشاہد ہو انہیں تاریخ وار لکھ لیں اور بھیج دیں تا کہ جہاں ضروری ہومزیدراہنمائی کی جاسکے۔



### اطمينان قلب

سوال: خواجہ صاحب میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہمیں اطمینان قلب کیوں نصیب نہیں ہوتا اور عدم تحفظ کا احساس کیوں ہمارے اوپر مسلط ہے؟ یہ بھی فرمائے کہ آج کل منفی سوچ آتی زیادہ عام کیوں ہے کہ آدمی ان چیزوں سے خوش نہیں ہو تاجواسے حاصل ہیں،ان خواہشات کے پیچھے کیوں سرگر داں ہے جن کے حصول میں اعتدال کی زندگی سے روگر دانی پر مجبور ہے؟

جواب: جب ہم دیکھے ہیں کہ ہر شخص خیالات میں غلطاں و پیچاں، ارد گردسے بے نیاز، چہروں پر غم وآلام کی تصویر سجائے اپنی دنیا میں مست و مگن ہے تو دل بے قرار ہوجا تا ہے۔ یہاں وہ بھی پریشان ہے جس کے پاس سب پچھ ہے اور وہ بھی دل گرفتہ ہے جس کے پچھ نہیں اپنی گرفت میں لیا ہوا ہے، غرض جینے لوگ ہیں نہیں ہے۔ بیاریوں، پریشانیوں، خود نمائی اور احساس کمتری کے دبیر سایوں نے ہمیں اپنی گرفت میں لیا ہوا ہے، غرض جینے لوگ ہیں استے ہی مسائل ہیں۔ مگر ایک بات سب میں مشترک ہے کہ سکون کسی کو حاصل نہیں ہے۔ سب کے ماتھوں پر بے اطمینانی، عدم تحفظ اور محرومی کی شکنیں پڑی ہوئی ہیں۔ سب شکست خور دہ، اور نفرت و حقارت کی تصویر بیخ ہوئے ہیں۔ دولت کی ہوس اور معیار زندگی بلند سے بلند ہونے کے نقاضوں نے اولاد آدم کے لیے دنیا کو دوز خ بنا دیا ہے۔ اقوام عالم میں افتدار کی ہوس رکھنے والوں نے انسانی فلاع و بہود کے نام پر اربوں کھر بوں روپے آسمانی سیاروں اور ستاروں پر کمند ڈالنے پر تباہ کر دیے، جبکہ نوع انسانی کی بڑی آبادی بھوک وافلاس کا شکارے۔

سب پچھ ہونے کے باوجود آدمی نعمتوں سے اس لیے خوش نہیں کہ ہم صبر واستغناء سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے "اللہ صبر کے والوں کے ساتھ ہے "اس کامفہوم یہ ہے کہ جولوگ صابر و شاکر اور مستغنی نہیں ہیں وہ اللہ سے دور ہوجاتے ہیں۔ اللہ صبر کے والوں کے ساتھ ہے "اس کامفہوم یہ ہے کہ جولوگ صابر و شاکر اور مستغنی نہیں ہیں وہ اللہ سے دور کی سکون عافیت اور اطمینان قلب سے محرومی ہے۔ یہ محرومی صبر واستغناء کی لذت سے نا آشا کر دیتی ہے۔ صبر واستغناء وہ تا ہے جس سے ہم مسائل و مشکلات اور عدم تحفظ کی زنجریں کاٹ کر چھینک سکتے ہیں۔ جب کسی فرد کو صبر واستغناء کی دولت مل جاتی ہے ،اس پر سے مصائب و مشکلات کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے۔ اور جب من حیث القوم صبر واستغناء قوم کے مز اج میں رج بس جاتی ہے۔ اور جب من حیث القوم صبر واستغناء قوم کے مز اج میں رج بس جاتی ہے۔ ور جب من حیث القوم صبر واستغناء قوم کے مز اج میں رج بس جاتی ہے۔ ور حب من حیث القوم صبر واستغناء قوم کے مز اج میں حقیق فلاح و بہبود کے راستوں پر گامز ن ہو جاتی ہے۔

یادر کھنے کی بات ہے ہے کہ سکون دل اور خوشی کوئی خارجی شئے نہیں ہے۔ یہ اندرونی کیفیت ہے۔ جب اس اندرونی کیفیت سے ہم و قوف حاصل کر لیتے ہیں تو ہمارے اوپر اطمینان و سکون کی بارش بر سنے لگتی ہے۔ بندہ اس ہمہ گیر طرز فکر سے آشنا ہو کر مصیبتوں، پریشانیوں اور عذاب ناک زندگی سے رُستگاری حاصل کر کے اِس حقیقی مسرت و شادمانی سے واقف ہوجا تا ہے۔ جو اِس طرز فکر کے حاصل بندوں کا حق اور ور ثذہ ہے۔ قرآن پاک کی تعلیمات اور سیدنا حضور مُنگائیا کے کیا کہ عیات طیبہ نوع انسانی کے لیے مشعل راہ ہے۔ انبیاء کرام کا یہ مشن رہاہے کہ وہ اللہ کی مخلوق کی ذہنی تربیت اس نیج پر کریں کہ ان کے اندر آپس میں بھائی چارہ ہو،ایثار وخلوص ہو اور ور دہ ایک دوسرے سے محبت کریں۔ جس معاشرے میں محبت کا پہلوں نمایاں ہو تا ہے وہ معاشر ہ ہمیشہ پر سکون رہتا ہے اور جس

معاشرے میں بریگا تگی اور نفرت کا پہلوں نمایاں ہو تاہے،اِس معاشرہ کے افراد ذہنی خلفشار اور عدم تحفظ کے احساس میں مبتلارہتے ہیں، محبت کیوں کہ پر سکون زندگی اور اطمینان قلب ایک ذریعہ ہے اس کے لیے کوئی انسان جس کے اندر محبت کی لطیف لہریں دور کرتی ہیں، وہ معاشرہ مشکلات اور پیچیدہ اخلاقی بیاریوں سے محفوظ رہتا ہے اس کے برعکس نفرت کی کثیف لہریں انسانی دل و دماغ پر ایسا تاریک عکس چھوڑتی ہیں کہ انسان اطمینان قلب جیسی نعمت سے محروم ہوجا تاہے۔

## جبرائيل - ميكائيل

سوال: آپ کے مضامین پر غور کرنے سے بیہ بات واضح ہوتی ہے کہ تمام کائنات پر نور کا تصرف ہے اور نور ہی کائنات کی تخلیق بنتا ہے۔ نور ہی انسان بنتا ہے، نور ہی فرشتہ اور دیگر مخلوق بنتا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ بیہ فرمایئے کہ آخروہ کو نسا تخلیقی فار مولا ہے جس کے ذریعے ایک ہی نور انسان بن جاتا ہے۔ جس کے ذریعے ایک ہی نور انسان بن جاتا ہے۔

جواب: کسی نہ کسی طرح انبان کو اس نظر ہیر ہجتم ہونا پڑے گا کہ ہید محسوس کا نئات ہر گز ہر گز مادی ذرات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ صرف شعور کا صیولی ہے۔ کا نئات کی تخلیق کی بنیاد چار شعور وں پر ہے یا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ محسوس کا نئات چار شعور کا مرکب ہے۔

پہلا شعور نور مفرد سے تغییر ہوا، دو سر اشعور نور مرکب سے ، تیسر اشعور نہمہ مفرد کی ترکیب ہے اور چو تقانسمہ مرکب کی۔ ان چار شعور دول میں سے فقط چو تھے شعور سے عوام متعارف ہے ، عوام صرف اس شعور کو جانے اور سمجھتے ہیں۔ بقیہ تینوں شعور عوام الناس کے تعارف سے بالاتر ہیں۔ اب تک نفسیات کے ماہرین نے شعور چہارم سے ہٹ کر جس چیز کا سراغ لگایاوہ شعور سوئم ہے جس کو سے مضرات اپنی اصطلاح میں لاشعور کانام دیتے ہیں۔ لیکن قر آن پاک شعور اول اور شعور دوئم کا تعارف بھی کر اتا ہے۔ چنانچہ ان دونوں کو بھی ہم لاشعور ہی شار کریں گے۔ اس طرح کا نئات کی ساخت میں تین لاشعور ہوئے جاتے ہیں۔ پہلا لاشعور، شعور اول، دوسرا لاشعور شعور دوئم ، تیسر الاشعور شعور سوئم ہے۔ ان چاروں شعوروں میں اول شعور لا مکان ہے اور باقی تینوں شعور مکان ہیں۔ اول شعور کو غیر متغیر ہونے کی وجہ سے لامکان کہا گیا ہے۔ ہم گلاس کی مثال سے مزید وضاحت کرتے ہیں۔ جب گلاس پر ہماری نظر پڑتی شعور کو غیر متغیر ہونے کی وجہ سے لامکان کہا گیا ہے۔ ہم گلاس کی مثال سے مزید وضاحت کرتے ہیں۔ جب گلاس پر ہماری نظر پڑتی شعور کو غیر متغیر ہونے کی وجہ سے لامکان کہا گیا ہے۔ ہم گلاس کی مثال سے مزید وضاحت کرتے ہیں۔ جب گلاس پر ہماری نظر پڑتی شعور کو غیر متغیر ہونے کی وجہ سے لامکان کہا گیا ہے۔ ہم گلاس کی مثال سے مزید وضاحت کرتے ہیں۔ جب گلاس پر ہماری نظر پر تی شعور کو غیر متغیر ہونے کی اور بعد میں بہی خیال تصور کی شکل اختیار کی احساس کا درجہ حاصل کر لیتا ہے پھر فوراً احساس تصور خیال میں اور خیال واہمہ کے اندر منتقل ہو جاتا ہے۔

یہ ساراعمل ایک سکینڈ کے ہزارویں حصہ میں واقع ہو تاہے۔اورباربار دور کر تارہتاہے۔اس دور کی رفتاراتنی تیز ہوتی ہے کہ ہم چیز کو اپنی آنکھوں کے سامنے ساکت محسوس کرتے ہیں۔ یعنی سب سے اول ہمیں واہمہ سے رابطہ قائم رکھنا پڑتا ہے، پھر خیال اور تصور سے البتہ یہ تینوں حالتیں ہمارے شعور سے بالاتر ہیں ، فقط ھیو لی کی حالت جس کو شعوریا ''رویت'' کہا جاتا ہے، ہم سے



متعارف ہے، رویت کا شعور باقی تینوں شعور وں کا مجموعہ ہے۔ ہم اول ورائے کا ئناتی شعور سے جو غیر متغیر ہے اپنی حیات کی ابتداء کرتے ہیں یعنی صفات الہید میں ایک فوراہ کچوٹا ہے اور وہ فوراہ تیسرے قدم پر فر دبن جاتا ہے۔ پہلے قدم پر فوراہ کا ھیولی کا ئنات کی شکل میں منتقل ہو تا ہے۔ دوسرے قدم پر کا ئنات کی کسی ایک نوع ھیولی بنتا ہے اور تیسرے قدم پر وہ فر دبن کر رونما ہو جاتا ہے۔ اگر دنیا کی تمام موجودات میں ہر چیز کو ایک ذرہ سمجھ کر اس کی جستی کے اندر اور اس کے باہر کی ساخت کا جائزہ لیا جائے تو اصل میں ایک نور ملے گا۔ جس کے اندر زندگی کی تمام قدریں ملیں گی، تصوف کی اصطلاح میں اس نور کی تحریک کا بداعت ہے۔

بداعت ایک طرح کے حیاتی دباؤکانام ہے جو شعور اول سے شروع ہو کر شعور چہارم تک اثر انداز ہوتار ہتا ہے۔ شعور اول قرآن پاک کی زبان میں اسائے الہید یاصفات الہید کے نام سے موسوم ہے۔ جب اسائے الہید اظہار کی طرف میلان کرتے ہیں تواحکام وارد بن کر بداعت (حیاتی دباؤ) کارنگ قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ جب بداعت شعور اول سے شعور دوئم میں منتقل ہوتی ہے توامر الہید کی صورت میں رونمائی کرتی ہے، اور عام اصطلاح میں "روح" کہلاتی ہے۔ جب روح بداعت کے تحت اظہار کی ایک اور شرط پوری کرتی ہے تو رویا کی سطح میں داخل ہوجاتی ہے اور بداعت کی آخری کوشش کا نتیجہ فرد (شعور چہارم) کی حیثیت میں رونماہوتا ہے۔ گویا فرد بداعت کی محدود ترین شکل ہے۔ اول شعور "نور مفرد"، دوئم شعور "نور مرکب" یہ دونوں نور کی تشمیں ہیں۔ اسی طرح شعور سوئم بداعت کی محدود ترین شکل ہے۔ اول شعور "نور مفرد"، دوئم شعور "نور مرکب "یہ دومکا نیتیں نور کی ساخت میں اور باقی دومکا نیتیں نور کی ساخت میں ہیں۔ ان میں ہر مکانیت کی دوسطے ہیں۔

- ا) نور مفر دکی دونوں سطح سے الگ الگ دوشعاعیں نکلتی ہے اور صفاتی تقاضے کے تحت جس نقطہ پر مجتمع ہو کر مظاہرہ کرتی ہیں وہ نور مفر دکی تخلیق ہے۔اس تخلیق کو ملاء اعلیٰ کہا جاتا ہے۔ ملاء اعلیٰ کے گروہ میں جبر ائیل،میکائیل،اسر افیل اور عزرائیل شامل ہیں۔
- ۲) نور مرکب کی دونوں سطے سے بھی الگ الگ دوشعاعیں نکلتی ہے اور صفاتی تقاضے کے تحت جس نقطہ پر مجتمع ہو کر مظاہرہ کرتی ہیں وہ نور مرکب کی تخلیق ہے۔اس تخلیق کو ملائکہ کہتے ہیں۔
- ۳) نمہ مفرد کی دونوں سطے سے بھی الگ الگ دوشعاعیں نکلتی ہے اور صفاتی تقاضے کے تحت جس نقطہ پر مجتمع ہو کر مظاہرہ کرتی ہیں۔ ہیں وہ نمہ مفرد کی تخلیق ہے۔اس تخلیق کانام جنات ہیں۔
- ۷) نسم مرکب کی دونوں سطح سے بھی الگ الگ دوشعاعیں نکلتی ہیں اور صفاتی تقاضے کے تحت جس نقطہ پر مجتمع ہو کر مظاہرہ کرتی ہیں وہ نسمہ مرکب کی تخلیق ہے۔اس تخلیق کانام عضری مخلوق ہیں۔اس مخلوق کا ایک جزوہمارا کرہ ارضی بھی ہے۔



سوال: ماورائی علوم سے متعلق بہت سی مثقوں میں بیہ بات مشتر ک ہے کہ نظر مسلسل کسی نقطہ پر مر کوزیا جمایا جاتا ہے ، بیہ کس طرح انسان کی روحانی صلاحیت کوبڑھا تا ہے؟

جواب: نیچرکی سے عادت ہے کہ ہر آن حرکت چاہتا ہے لیکن اسکے ساتھ سے بھی کرتا ہے کہ جب کسی چیز کو دیکھتا ہے تو اس پر 15 سکینڈ کے لیے تھہر جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر کسی دیکھی ہوئی چیز کے نقوش کو پندرہ سکینڈ تک بر قرار رکھتا ہے۔ آنکھ جب کسی چیز کو دیکھتی ہے توجو عکس دماغ کی اسکرین پر منتقل ہوتا ہے وہ روحانی علوم کی روشنی میں پندرہ سکینڈ تک بر قرار رہتا ہے۔ اب اگر ٹارگٹ پر نظر جمادیا جائے اور پلک کونہ جھپلنے دیا جائے توایک ہی عکس برابر پڑتا رہے گا۔ چونکہ سے بات نیچر کی عادت کے خلاف ہے ، اس لیے وہ اسپیس کی نفی کرنا شروع کر دے گا۔ جب اسپیس کی نفی ہوجائے گی توجو بھی چیز سامنے ہوگی وہ اس اسپیس کی قید سے باہر ہوجائے گی۔ ہوسکتا ہے وہ ہز اروں میل دور کی چیز ہوجائے گی توجو بھی چیز سامنے ہوگی وہ اس اسپیس کی قید سے باہر ہوجائے گی۔ ہوسکتا ہے وہ ہز اروں میل دور کی چیز ہو۔ اس عمل میں مہارت پانے کے بعد کوئی شخص ارادے سے اشیاء یا واقعات کا مشاہد اسپیس کی قید سے باہر ہو کر سکتا ہے۔

# آدمی خواب کیوں دیکھاہے

سوال: کبھی کبھی دماغ میں آتاہے کہ آخری عالم بیہوشی یعنی نبیند میں خواب کیوں دیکھتاہے اور خواب میں دیکھے ہوئے واقعات اور اعمال کیاواقعی اہمیت رکھتے ہیں اور کیاخواب ہر کس وناکس کو بتانا چاہئے؟

جواب؛ خواب کیاہے اور انسانی ذہن کو سوتے وقت جو فلم دکھائی دیتی ہے اسکی حقیقت کیاہے اس کے لیے ایک طویل تبصرہ در کار ہے۔ مخضر اَعرض پیہ ہے کہ آدمی کے اندر دود ماغ کام کرتے ہیں۔ایک دماغ ٹائم اینڈ اسپیس کی حد بندیوں میں رہتاہے اور دوسر ادماغ ٹائم اینڈ اسپیس کی پابندیوں سے آزاد ہے۔

دماغ نمبرا،جوٹائم اینڈ اسپیس میں گر فتارہے بیداری میں کام کر تاہے اور دماغ نمبر ۲،جو آزادہے خواب میں کام کر تاہے، بہر صورت خواب ہماری زندگی کا نصف حصہ ہے۔ہم جو کچھ بیداری میں کرتے ہیں وہ ہی عمل خواب میں بھی گزرتے ہیں، یاجو کچھ خواب میں کرتے ہیں وہ ہی بیداری میں کرتے ہیں۔ فرق صرف اتناہے کہ خواب کی زندگی میں حواس کی رفتار بہت ذیادہ تیز ہوتی

ہے۔ اتنی تیزر فار اور زمان و مکان کی قید سے آزاد ہونے کی بناء پر یہ حواس بیک وقت ماضی اور مستقبل کا احاطہ کر لیتے ہیں۔ اگر یہ حواس ماضی میں سفر کرنے لگیں تو پوراماضی کڑی در کڑی ان کی گرفت میں ہو تاہے۔ اگر ان کارُخ مستقبل کی طرف ہو تاہے توانسانی زندگی میں مستقبل میں پیش آنے والے واقعات در وبست ان حواس کے سامنے ہوتے ہیں۔ اکثر ایساہو تاہے کہ زندگی میں پیش آنے والے حادثات، خطرناک بیاریوں یا معاشر سے کی ابتلاء اور مصیبتوں سے محفوظ ومامون رہنے کے لیے خواب کے حواس ہمیں اطلاع فراہم کرتے ہیں۔ ہم ان اطلاعات کو اس لیے نہیں سمجھ پاتے کہ ان کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات آسانی صحائف اور قرآن پاک سے ثابت ہے کہ ہم خوابوں کی تعبیر معلوم کرکے بہت سی الجھنوں، بیاریوں اور پریشانیوں سے پی سیتے ہیں۔

آپ کے سوال کے جواب میں کہ آیاخواب میں دیکھے ہوئے واقعات اور کئے ہوئے اعمال کی کوئی اہمیت رکھتے ہیں۔اس کا جواب سور ہیں سف میں موجو دہے، سور ہیں سف میں چار خوابوں کاذکر آیا ہے۔

- ا) یوسف علیہ السلام نے فرمایا "اے میرے باپ میں نے خواب دیکھاہے کہ ااستارے ، چاند اور سورج مجھے سجدہ کررہے ہیں"
- ۲) حضرت یوسف کے ساتھ قید خانے مصر میں رہنے والے دوقید یوں نے خواب دیکھا، ایک نے بتایا کہ میں نے دیکھا کہ میں ا انگور نچوڑر ہاہوں،
  - ۳) دوسرے نے کہامیں نے خواب میں دیکھا کہ میں سرپر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں اور پر ندہے اِسے کھارہے ہیں۔
- ۳) سورة بوسف میں بیان کردہ چوتھا خواب بادشاہ مصر کا ہے۔ بادشاہ نے دیکھا، سات موٹی گائیں ہیں اور سات دبلی گائیں، سات موٹی گائیوں کوسات دبلی گائیں نگل رہی ہیں، سات ہری بالیں ہیں اور سات سو کھی، سات خشک بالیں سات ہری بالیوں کو کھا رہی ہیں۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ قرآن پاک میں بیان کردہ ، ان خوابوں میں ایک خواب پیغیبر کا اور تین عام انسانوں کے ہیں۔ تاریخ شاہدہے کہ حالات وواقعات اسی طرح پیش آئے جس طرح خواب میں نشاندہی کی گئی تھی۔،

اس سوال (خواب کس شخص سے بیان کرناچاہے) کے جواب میں عرض ہے کہ خواب کسی ایسے شخص سے بیان نہیں کرنا چاہے جو کم سے کم خواب کے علم اور خواب کی فطرت سے واقف نہ ہو۔، ورنہ اس کا جواب یا اس کی دی ہوئی تعبیریا اس کے الفاظ خواب دیکھنے والے کے ذہن کوغلط محرکات پرڈال سکتے ہیں۔





#### مثلث اور دائره

سوال: آپ نے پچھلے کالم میں اس بات پر روشنی ڈالی تھی کہ ماورائی علوم میں سانس کی مشقیں کیوں کی جاتی ہیں۔ میں نے اب تک سانس کی مشقیں کیوں کی جاتی ہیں۔ میں نے اب تک سانس کی مشقیں کے موضوع پر بہت کچھ پڑھا ہے لیکن کہیں بھی مجھے اس بات کی اطمینان بخش تشریح نہیں ملی کہ سانس کی مشقیں کیوں روحانی صلاحیت میں اضافہ کا باعث بنتی ہیں۔ آپ کی بیان کر دہ تو جیہہ پڑھ کر بہت متاثر ہوا ہوں اور اس موضوع کے بہت سے تاریک گوشے روشنی میں آگئے ہیں۔ لیکن ایک بات اب تشریح طلب ہے وہ یہ کہ سانس کی تقریباً تمام مشقیں شال رُخ بیٹھ کر کی جاتی ہیں، کیااس میں بھی کوئی حکمت یوشیدہ ہے؟

جواب: آدمی کے اندر دود ماغ کام کرتے ہیں ایک دماغ ظاہری حواس بناتا ہے جن سے ہم مادی اشیاء کو دیکھتے ہیں اس کو ہم شعور بھی کہتے ہیں۔ دوسر ادماغ ظاہری حواس کے لیس پر دہ کام کرنے والی اس ایجنسی کی تحریکات کو منظر عام پر لا تاہے جو ظاہری حواس کے اُلٹ ہے اس ایجنسی کو ہم لا شعور کانام دیتے ہیں۔ شعور سے ہم کشش ثقل میں مقید چیزوں کو دیکھتے ہیں اور لا شعور ہمیں کشش ثقل سے آزاد دنیا سے روشناس کر اتا ہے۔ شعور اور لا شعور دونوں حواس لہروں سے تخلیق پاتے ہیں۔ شعور میں کام کرنے والی حرکت کو مثلث کہتے ہیں جبکہ لا شعوری حواس میں کام کرنے والی اہریں دائرہ ہوتی ہیں۔

شعوری اور لاشعوری دونوں حواس ایک ورق کی طرح ہیں، ورق کے دونوں صفحات پر ایک ہی تحریر لکھی ہوتی ہے فرق صرف ہیہ کہ ایک صفحہ پر عبارت ہمیں روشن اور واضح نظر آتی ہے اور دوسرے صفحہ کی دھندلی اور غیر واضح تحریر لاشعور ہے۔ ہم جب کوئی ماورائی چیز دیکھتے ہیں تو دراصل میہ صفحہ کی دھندلی تحریر کا عکس ہو تاہے ، ہو تاہیہ ہے کہ وہ نظر جس کو تنیسری آنکھ کہاجاتا ہے وہ کھل جاتی ہے چو نکہ اس طرح دیکھنا ہماری روز مرہ عادت کے خلاف ہے اس لیے شعور پر ضرب پڑتی ہے اس عادت کو معمول پر لانے کے لیے ہمیں شعوری حواس کے ساتھ لاشعوری حواس کی طرف متوجہ رہنا پڑتا ہے۔ جیسے جیسے ہم لاشعور میں دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں، شعور کی طاقت میں بھی اضافہ ہو تارہتا ہے۔

زمیں کی حرکت بھی دورُخ پر قائم ہے ایک رُخ کانام طولانی حرکت ہے اور دوسرے رُخ کانام محوری حرکت ہے۔ لینی زمین جب اپنے مدار پر سفر کرتی ہے توہ طولانی گردش میں ترچی ہو کر چاتی ہے اور محوری گردش لٹو کی طرح گھومتی ہے، طولانی گردش مثلث ہے جبکہ محوری گردش دارُہ ہے، طولانی گردش مشرق اور مغرب کی سمت میں سفر کرتی ہے اور محوری گردش ثمال سے جنوب مثلث ہے جبکہ محوری گردش تمال سے جنوب کی طرف روال دوال ہے۔ یہاں سے بتادینازائد نہ ہوگا کہ انہی حرکات کی مناسبت ہماری زمین پر تین مخلو قات آباد ہیں انسان۔ جنات اور ملائکہ عضری۔ انسان کی تخلیق میں بحیثیت گوشت پوست مثلث غالب ہے اس کے بر عکس جنات میں دائرہ غالب ہے اور فرشتوں کی تخلیق میں دائرہ زیادہ غالب ہے۔ انسان کے بھی دورُخ ہیں۔ غالب مثلث اور مغلوب دائرہ۔ جب کسی بندے میں مثلث کاغلبہ کم ہوجاتا ہے اور دائرہ غالب آجاتا ہے تووہ جنات فرشتوں اور دوسرے سیارے میں آباد مخلوق سے متعارف ہوجاتا میں مثلث کاغلبہ کم ہوجاتا ہے اور دائرہ غالب آجاتا ہے تووہ جنات فرشتوں اور دوسرے سیارے میں آباد مخلوق سے متعارف ہوجاتا میں مثلث کاغلبہ کم ہوجاتا ہے اور دائرہ غالب آجاتا ہے تووہ جنات فرشتوں اور دوسرے سیارے میں آباد مخلوق سے متعارف ہوجاتا کا میں مثلث کاغلبہ کم ہوجاتا ہے اور دائرہ غالب آجاتا ہے تووہ جنات فرشتوں اور دوسرے سیارے میں آباد مخلوق سے متعارف ہوجاتا ہو جاتا ہے اور دائرہ غالب آجاتا ہے تووہ جنات فرشتوں اور دوسرے سیارے میں آباد مخلوب دائرہ غالب متعارف ہوجاتا ہو دوسرے سیارے میں آباد مخلوب دائرہ غالب متعارف ہوجاتا ہے دور دائرہ غالب کا خواب کے دیات فرشتوں اور دوسرے سیارے میں آباد مخلوب دائرہ غالب کی متعارف ہوجاتا ہو دوسرے سیارے میں آباد مخلوب دائرہ غلام کے دور خوابات کے دور کرنے کی دور خوابات کے دو



ہے نہ صرف کے متعارف ہو جاتا ہے بلکہ ان سے گفتگو بھی کر سکتا ہے۔ سانس کی مشقوں میں شال کی سمت اس لیے متعین کی جاتی ہے کہ شال جنوب میں سفر کرنے والی تخلیقی لہروں کاوزن صاحب مثق کے شعور پر کم سے کم پڑے۔

## رنگوں کی ساٹھ قشمییں

سوال: قرآن پاک میں اللہ تعالی نے اپنے حبیب کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا" اور تو دیکھ رہاہے کہ وہ دیکھ رہے ہیں تیری طرف وہ پچھ نہیں دیکھ رہے" اس آیت کا کیامطلب ہے؟ جبکہ حضور اکرمؓ کے زمانے میں موجو دلوگ حضورؓ سے گفتگو کرتے تھے لین دین کرتے تھے اور ان سے فیض یاب ہوتے تھے براہ کرم ذرا تفصیل سے روشنی ڈالئے۔

جواب؛ دیکھنے اور سمجھنے کی طرزیں دورُ خ پر قائم ہیں ایک براہ راست اور دوسری بالواسطہ، ہم اپنی روز مرہ زندگی میں جن تحریکات سے دوچار ہوتے ہیں وہ بالواسطہ دیکھنے کے عادی ہیں اور براہ راست دیکھنے کی طرزیں وہ بالواسطہ دیکھنے کے دائرے میں آتا ہے، باالفاظ دیگر ہم بالواسطہ دیکھنے کے عادی ہیں اور براہ راست دیکھنے کی طرزسے واقف نہیں ہیں۔ بالواسطہ دیکھنا ہے کہ علمی اعتبار سے ہم دووجود کا تعین کرتے ہیں ایک وجود شاہد یعنی دیکھنے والا اور دوسر اوجود مشہود یعنی جو دیکھا جارہا ہے مثلاً جب کوئی آدمی گائے کو دیکھ کر کہتا ہے کہ گائے ہے تو بید دیکھنا بالواسطہ دیکھنا ہے اس کے بر خلاف براہ راست دیکھنا ہے کہ گائے ہمیں دیکھ رہی ہے اور ہم گائے کے دیکھنے کو دیکھ رہے ہیں۔ یعنی گائے کی زندگی کو قائم کرنے والی اہریں ہمارے دماغ کی اسکرین پر بصورت اطلاع وار دہوئیں دماغ نے ان اہروں کو نقش و نگار میں تبدیل کیا اور یہ نظم بن گئے۔

اس کی مزید تشر تے ہے کہ سائنس کے نقطہ نظر اور مخفی نظر اور مخفی علوم کی روشنی میں اگر دیکھاجائے تو پہ چاتا ہے کہ ہر شئے دراصل شعاعوں یالہروں کے مجموعے کانام ہے جب ہم لکڑی یالوہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لکڑی یالوہ کی شعاعیں ہمارے دماغ کو باخبر کر دیتی ہیں ، باخبری کیلئے یہ ضروری نہیں کہ لکڑی یالوہ کی سختی کو چھو کر محسوس کیاجائے۔ عجیب بات ہے ہے کہ شعاع یا لہراپنے اندرنہ سختی رکھتی ہے اور نہ زمی پھر ہمیں یہ علم کیسے ہوجاتا ہے کہ فلاں چیز سخت ہے یازم ، ہم پانی کو دیکھتے ہیں یا چھوتے ہیں تو فوراً ہمارے دماغ میں یہ بات آجاتی ہے کہ یہ پانی ہے حالا تکہ ہمارے دماغ میں پانی کاکوئی اثر نہیں ہو تا یعنی دماغ بھیگتا نہیں ، سوال یہ ہے کہ جب ہمارادماغ ہمیگا نہیں تو ہم کیسے کہہ دیتے ہیں کہ یہ پانی ہے۔

اب تک رنگوں کی جتنی قسمیں دریافت ہو چکی ہیں ان کی تعداد ساٹھ سے زیادہ ہے جب ہم کوئی رنگ دیکھتے ہیں تو نہ صرف میر کہ کہ ہم اس رنگ کو پہچان لیتے ہیں بلکہ رنگ کے ملکے یا تیز اثرات سے براہ راست متاثر بھی ہوتے ہیں، ہر ارنگ ہریالی دیکھ کر ہمیں سکون محسوس ہو تا ہے۔ مسلسل اور متواتر سرخ رنگ سامنے رہنے سے ہمارے دماغ پر ناگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں یہی نہیں بلکہ اعتدال سے زیادہ سرخ رنگ کے اثرات حواس کو غیر متوازن بھی کر دیتے ہیں۔ حقائق سے ہیں کہ ہر شئے الگ اور معین مقدار کے



ساتھ قیام پذیر ہے اہروں یاشعاعوں کی معین مقداریں ہی ہر شئے کو ایک دوسرے سے الگ کرتی ہیں اور ہر شئے کی ہے اہریں یا شعاعیں ہمیں وجود کی اطلاع فراہم کرتی ہیں۔ دراصل ہر موجود شئے اہروں یا شعاعوں کا دوسر انام ہے اور ہر شئے کی اہریا شعاع ایک دوسر سے الگ اور مختلف ہے اللہ تعالیٰ نے حضورً کو جن شعاعوں اور اہروں سے تخلیق فرمایا ہے وہ نور علی نور ہیں۔

حاصل کا کنات فخر موجو دائے کے قدسی نفس میں اللہ تعالیٰ کی جو تجلیات اور انوار کام کررہے ہیں وہ منافقین کی آ تکھوں سے مخفی ہیں اور ان تجلیات وانوار کونہ دیکھناہی اللہ کے ارشاد کے مطابق کچھ نہ دیکھناہے۔

#### زمانیت اور مکانیت

سوال: روحانیت میں زمانیت اور مکانیت کی کیاحیثیت ہے اور بید دونوں رُخ ہر انسان کی زندگی کے ساتھ کس طرح پیوست ہے۔ آخر زمانیت اور مکانیت میں کس کوبقاحاصل ہے؟

جواب: زندگی کاجس زاویے سے بھی تذکرہ کیاجائے توبہ بات امر لازم ہے کہ زندگی کے دورُ خہیں۔ ایک رُخ کانام زمانیت ہے اور دوسرے رُخ کانام مکانیت ہے۔ مکانیت کے معانی ہیں اسپیس (Space) زمانیت کے معنی ہیں ٹائم (Time) ہم جب اس زندگی کا تذکرہ کرے ہیں جس کو خاکی زندگی کہتے ہیں یا ناسوتی زندگی تو ہمیں لازماً یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ زندگی کے نقش و نگار کہیں سے آرہے ہیں پیدائش کے بعد اس حقیقت سے ایک فرد بھی انکار نہیں کر سکتا اسے بہر حال مرنا ہے۔ جب تک زندگی جسم خاکی (نقش و نگار) کو متحرک رکھتی ہے، آدمی کھا تا پیتا ہے، نفرت کرتا ہے، محبت کرتا ہے بعنی زندگی کے تمام اندال و حرکات اس بنیاد پر قائم ہیں کہ نقش و نگار کو چلانے والی، متحرک کرنے والی کوئی شئے موجود ہے جو ظاہری آئکھوں سے نظر نہیں آتی جو چیز زندگی کے نظام کو چلا رہی ہے وہ زندگی کی بنیاد جب زندگی سے منہ موڑ لیتی ہے یازندگی نقش و نگار (جسم خاکی) سے اپنا تعلق ختم کر لیتی ہے تو آدمی مرجا تا ہے۔

زندگی زمانیت ہے نقش و نگار مکانیت ہے آسان لفظوں میں کہاجائے تو ہم کہیں گے کہ ایک انسان ہے اس انسان کے بے شار نقش و نگار ہیں اعضاء ہیں یعنی ہاتھ، پاوں، آکھہ، کان، ناک وغیرہ لیکن ان اعضاء اور نقش و نگار کی اہمیت اس وقت ہے کہ ایسی چیز جو نظر نہیں آتی ہمیں حرکت دے رہی ہے اور بیح حرکت دی جارہی ہے وہ مکانیت ہمیں حرکت دے رہی ہے اور بیح حرکت دی جارہی ہے وہ مکانیت ہمیں حرکت دی جارہی ہے وہ مکانیت ہمیں حرکت دو سرے لفظوں میں مکانیت جس بنیاد پر قائم ہے وہ ٹائم ہے بغیر ٹائم اور بغیر مکانیت کے کائنات کا کوئی نقش ظہور میں نہیں آسکتا۔ زمانیت کو مادی آئھ سے نہیں دیکھا جاسکتا اور مکانیت مادی آئھ سے نظر آتی ہے۔ ظاہری رُخ مکانیت ہے اور باطنی رُخ زمانیت ہے۔ سورۃ دُخان میں اللہ تعالی فرماتے ہیں۔"اس رات حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے حکم ہو کر طے کیا جاتا ہے "یعنی کائنات میں موجود تمام حرکات وسکنات کا منبع و مخزن اللہ تعالی کی ذات سے وابستہ ہماری پیشی سے حکم ہو کر طے کیا جاتا ہے "یعنی کائنات میں موجود تمام حرکات وسکنات کا منبع و مخزن اللہ تعالی کی ذات سے وابستہ ہماری پیشی سے حکم ہو کر طے کیا جاتا ہے "یعنی کائنات میں موجود تمام حرکات وسکنات کا منبع و مخزن اللہ تعالی کی ذات سے وابستہ ہماری پیشی سے حکم مو کر سے کیا جاتا ہے " یعنی کائنات میں موجود تمام حرکات وسکنات کا منبع و مخزن اللہ تعالی کی ذات سے وابستہ ہماری پیش میں ایک حکمت ہے۔ یہ حکمت دراصل نوع



انسانی کے اندر علم کی گہر ائی ہے علم کی فکر کی گہر ائی انسان کو اس رُخ سے قریب کردیتی ہے جس رُخ کو روحانی دانشور زمانیت کہتے ہیں۔
زندگی کا سارا دارو مدار زمانیت پر ہے اور زندگی کا نقش و نگار کے ساتھ حرکت کرنا مکانیت ہے۔ جب کوئی انسان اللہ کے امریا حکم سے
واقف ہوجاتا ہے تو دراصل وہ زمانیت سے متعارف ہوجاتا ہے یہ زمانی رُخ ہی انسان کو اللہ سے متعارف کر اتا ہے ایسے انسان کے
سامنے یہ بات آجاتی ہے کہ تمام نقش و نگاریا تمام صور تیں، تمام کہکشانی نظام یہ سب اللہ کے حکم سے قائم ہیں اور اللہ کے حکم سے ہی
تخلیق ہوتے ہیں اور اللہ کے علم کے ساتھ ایک ترتیب سے عالم خلق یعنی زمانیت سے عالم ظاہر (مکانیت) میں منتقل ہوتے ہیں۔

ہم جب کا نئات کی تخلیق کا تذکرہ کریں گے تو یہ فار مولہ بنے گا کہ ایک مکانیت (Space) ہے، اس اسپیس کے اوپر بے شار مخلوق ہم جب اور ہر مخلوق اپنی نوع کے اعتبار سے اپنی الگ حیثیت رکھتی ہے اور ہر مخلوق اپنی نوع کے اعتبار سے اپنی الگ حیثیت رکھتی ہے لیکن ساتھ ساتھ ہر نوع دو سری نوع ہے ہم رشتہ بھی ہے مثلاً انسان اور کبوتر مکانیت کے دائرے میں الگ الگ الو تو بین نہائی ساتھ ساتھ ہر نوع دو سری نوع ہے ہم رشتہ بھی ہوئی بین مثلاً بھوک انسان کو بھی لگتی ہے اور کبوتر مکانیت کے دائرے میں الگ الگ الو تو بین نہائی نوع ہوئی ہیں مثلاً بھوک انسان کو بھی لگتی ہے اور کبوتر کو بھی ، کبوتر اور انسان پانی پیئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے ۔ افزائش نسل انسان میں بھی ہے کبوتر میں بھی اور دو سری انواع میں بھی مشترک ہے۔ اپنے نمیال کو ایک دو سرے سے تبادلہ کر ناانسانوں میں بھی رائے ہے، چو پایوں میں بھی، جنات میں بھی اور فر شتوں میں بھی رائے ہے۔ زمانیت کے دائرے میں تمام مخلوق ایک رشتے میں بند ھی ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ نوع انسان ہوں، حیوان ہوں، جنات ہوں، فرشتے ہوں، نباتات و جمادات ہوں مکانیت کے دائرے میں نقش و نگار کے اعتبار سے اپنی ایک انفر ادی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ مشترک حیثیت کا نبات کے تمام افراد کے در میان ایک رشتہ ہی بنی رندگی کا تصور نا ممکن ہے۔ اس وضاحت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ بساط ایک ہے، نقش و نگار الگ الگ ہیں بساط زمانیت کہلاتی ہو اور نقش و نگار مکانیت کہلاتے ہیں۔